گلدستۂ مضامین

حصّہ دوم

مؤلفہ

مولوی عبد اللہ خاں

سابق ہیڈ ماسٹر سنٹرل ماڈل سکول لاہور

مڈل سکولوں کی پہلی دوسری

اور تیسری جماعت کے لئے

سنہ ۱۹۱۴ء

رفاہ عام سٹیم پریس لاہور میں منشی عبد الحق صاحب کے اہتمام سے چھپا

دوسری بار

قیمت فی جلد ۱۲؍

دیباچہ

اس کتاب کے لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ طلبا کو مضمون نویسی کے قواعد سے واقفیت ہو جائے۔ اور مشہور مضمون نگاروں کے مضامین ان کے لئے نمونے کا کام دیں۔ اس کے استعمال کا بہتر طریق یہ ہے۔ کہ طالب علم فہرست مضامین میں سے کوئی مضمون منتخب کرے۔ اور جو خیالات اُس کے دل میں مضمون کے متعلق پیدا ہوں۔ ان کو بلا ترتیب کسی کاغذ پر قلمبند کرے۔ پھر ان خیالات کو بلحاظ ان کی اہمیت اور موقع کے ترتیب وار لکھے۔ اس طرح طالب علم کے پاس مضمون لکھنے کے لئے کافی مصالح جمع ہو جائیگا۔ اور یہ اُس مضمون کا ایک مختصر سا خاکا ہوگا۔ طالب علم کو چاہئے۔ کہ اس خاکے کا مقابلہ اُس خاکے سے کرے۔ جو کہ ہم نے اُس مضمون کے متعلق دیا ہے۔ اگر طالب علم کے خاکے میں کوئی ضروری بات رہ گئی ہو۔ تو اُسے پڑھ کر اپنے خاکے کی اصلاح کرے۔

اب طالب علم اس اصلاح شدہ خاکے کی مدد سے مضمون لکھنا شروع کرے۔ لیکن یہ ضرور نہیں کہ صرف اُنہیں خیالات کا پابند رہے۔ جو خاکے میں درج کئے ہوں۔ ممکن ہے کہ جب طالب علم مضمون لکھ رہا ہو۔ تو بعض نئی باتیں اُس کے دل میں پیدا ہوں۔ اس صورت میں اُن کو اُسی وقت خاکے میں مناسب موقع پر درج کر لینا چاہئے۔ جب طالب علم مضمون لکھ چکے۔ تو چاہئے۔ کہ

اُسے اوّل سے آخر تک احتیاط سے پڑھے - اور صرف و نحو اور املا کی غلطیوں کو درست کرتا جائے ۔ اکثر طالب علم ان غلطیوں کے باعث بہت سے نمبر کھو بیٹھتے ہیں - حالانکہ اُن کا مضمون اور سب طرح سے اچھا ہوتا ہے ۔ اس طریق سے مضمون میں اصلاحیں کرنے کے بعد طالب علم کو چاہئیے - کہ وہ اُس مضمون کو پڑھے جو اس کتاب میں دیا ہوا ہے اور دیکھے کہ اُس کا اپنا مضمون کہاں کہاں اصلاح کے قابل ہے - اور اظہار خیالات میں جو کمی رہ گئی ہے وہ کس طرح پوری ہو سکتی ہے - اب ان اصلاحوں کو مناسب موقعوں پر درج کرنے کے بعد اپنے مسودے کو صاف کرے ۔ اگر اس طرح کی مشق طالب علم چند روز جاری رکھیگا - تو اُسے مضمون نویسی میں خاصی مشق ہو جائیگی ۔

کمرۂ امتحان میں مضمون لکھنے کے متعلق چند باتیں طالب علم کی توجہ کے لائق ہیں ۔ اُردو پرچے کے لئے جس میں مضمون لکھنے پر بھی کوئی سوال آتا ہے - کچھ وقت معیّن ہوتا ہے - اس میں سے طالب علم زیادہ سے زیادہ آدھ گھنٹہ مضمون لکھنے پر خرچ کر سکتا ہے ۔ اب سوال یہ ہے - کہ اس آدھ گھنٹے کو کس طرح کام میں لانا چاہئیے ۔ اکثر طالب علم اپنے قیمتی وقت کا بہت سا حصّہ اس سوچ بچار میں ضائع کر دیتے ہیں - کہ چند مضمون جو پرچے میں دئیے ہوتے ہیں - اُن میں سے کس کو منتخب کریں - جو مضمون کو

پسند آسکے اور کس قسم کے خیالات ظاہر کریں کہ زیادہ نمبر حاصل ہوں + اس بات پر بہت سا وقت ضائع کرنا سرا سر غلطی ہے - ممتحن صرف یہ دیکھنا چاہتا ہے - کہ طالب علم مضمون کو سمجھتا ہے یا نہیں - اور اپنے خیالات صاف عبارت میں ظاہر کر سکتا ہے یا نہیں - مڈل اور انٹرنس کے امتحانوں میں طلبا سے یہ توقع نہیں کی جاتی - کہ کسی مضمون کے متعلق اعلےٰ خیالات رنگین عبارت میں ادا کریں - جس سے ان کی استعداد علمی اور وسعت خیالات کا اندازہ ہو سکے - بلکہ ان امتحانوں میں ممتحن صرف اس قدر معلوم کرنا چاہتا ہے - کہ طالب علم اپنے سیدھے سادے خیالات درست و سلیس عبارت میں ظاہر کر سکتا ہے یا نہیں + اگر کوئی طالب علم اپنے معمولی خیالات درست اور صحیح عبارت میں ظاہر کرے - تو اس کو زیادہ نمبر ملینگے - اور جو طالب علم مشکل اور دقیق خیالات کو غلط عبارت میں ظاہر کریگا اُسے بہت کم نمبر ملینگے +

پرچۂ امتحان میں عموماً دو یا تین مضمون دئے جاتے ہیں - اور یہ ہدایت ہوتی ہے - کہ طالب علم اُن میں سے کسی ایک پر مضمون لکھے اب طالب علم کا یہ فرض ہے کہ مضمون کے انتخاب میں بہت تھوڑا وقت صرف کرے - عموماً دو منٹ اس انتخاب کے لئے کافی ہیں - اگر طالب علم کے خیال میں تمام مضامین ایک جیسے آسان یا مشکل ہیں - تو ان میں سے پہلے کو شروع کرے +

مضمون انتخاب کرنے کے بعد خاکے پر کچھ وقت صرف کرنا چاہیئے۔ اور جب یہ تیار ہو جائے تو پھر مضمون نہ بدلنا چاہیئے ÷ خاکہ تیار کرنے کا مفصل حال تمہید میں درج ہے۔ اُسے غور سے پڑھنا چاہیئے ÷ خاکہ تیار کرنے کے لئے سات آٹھ منٹ کافی ہیں۔ باقی وقت مضمون لکھنے پر خرچ کرنا چاہیئے ÷

مفصلۂ ذیل ہدایتیں عام طور پر ہر پرچۂ امتحان کے لئے ملحوظ رکھنی چاہئیں لیکن مضمون لکھنے کے وقت ان کا خاص طور پر خیال رکھنا ضروری امر ہے :-

(۱) عبارت اس طرح لکھو کہ ممتحن اُسے آسانی سے پڑھ سکے ÷

(۲) لکھائی بہت صاف ہو۔ اور کسی جگہ دھبا نہ پڑے نہ کاغذ میلا ہو ÷

(۳) سطروں میں آدھ آدھ انچ کے قریب فاصلہ ہو ÷

(۴) پرچہ جوابات میں دائیں طرف ڈیڑھ انچ کے قریب حاشیہ چھوڑنا چاہیئے۔ اس کی آسان ترکیب یہ ہے۔ کہ پہلے کل ورق کو لمبائی میں دُہرا کر نیچے کی طرف ذرا سی شکن ڈال دو۔ پھر نصف ورق کو اس طرح دُہرا کرو کہ اوپر سے نیچے تک پوری شکن پڑ جائے ÷

(۵) اگر کسی لفظ یا فقرے کو کاٹنا مقصود ہو۔ تو اس پر دو خطوط عرضی کھینچ دو۔ اور صحیح لفظ یا فقرے کو اُس کے اوپر لکھ دو ÷

(۶) ہر لفظ جُدا جُدا لکھنا چاہیئے - ایک دوسرے کے ساتھ ملا ہوا نہ ہو ؛

(۷) ہر ایک سوال کا جواب نئے پیرے سے شروع کرو اور اوپر کی سطر سے اس کا فاصلہ دو انچ کے قریب ہو ؛

خاکسار عبداللہ خاں

فہرست مضامین

نمبر	مضامین ۱۰	مضمون نگار	صفحہ
۱۶	ریشم	مؤلف	۹۷
۱۷	ریاضت جسمانی	″	[illegible]
۱۸	مینا بازار	آزاد	۱۰۳
۱۹	جشن تاجپوشی کے موقع پر شہنشاہ و وائسرائے کی سواری کا جلوس	شیخ عبدالقادر	۱۰۶
۲۰	[illegible]	″	[illegible]
۲۱	مردم شماری کے فائدے	مولوی سید احمد کبیر	[illegible]
۲۲	صحت اور مرض	مولوی نذیر احمد	[illegible]
۲۳	افلاطون	مؤلف	[illegible]
۲۴	روضۂ ممتاز محل	″	۱۳۰
۲۵	میلے	″	[illegible]
۲۶	اہرامِ مصر	حافظ عبدالرحمن	[illegible]
۲۷	ہندوؤں کے مشہور تہوار	مہاراجہ کشن پرشاد	[illegible]
۲۸	نینوا کے کھنڈر	مؤلف	[illegible]
۲۹	سومنات	″	۱۵۱
۳۰	فردوسی	″	۱۵۵
۳۱	ہیرا	″	۱۶۱
۳۲	کرکٹ اور فٹ بال	″	[illegible]
۳۳	والیک	″	۱۶۸
۳۴	بدمزاجی	″	۱۷۰
۳۵	کانِ نمک	مخزن	۱۷۵
۳۶	اردو زبان	مؤلف	۲۰۰

فہرستِ مضامین مع مختصر خاکوں کے

۱- تمہید

(۱) عبارت (۲) مطالب اور اُن کی ترتیب (۳) اقسامِ مضامین (۴) خاکہ (۵) مضمونِ بیانی (۶) مثال (۷) بیانی اور حکائی مضمون ملا جُلا (۸) مضمونِ حکائی (۹) مثال (۱۰) مضامینِ ذہنی +

۲- وقت

(۱) وقت کی رفتار (۲) وقت کو ضائع کرنے کی خرابیاں اور اچھے کام میں لگانے کی خوبیاں (۳) لڑکوں کو نصیحت (۴) بچپن کے بعد کچھ سیکھنے کی فرصت نہ ملیگی (۵) طلبا کو کس طرح وقت گذارنا چاہیئے +

۳- لباس

(۱) لباس کی خوبی (۲) لباس کا فرق (۳) اوسط درجے کے لوگوں کا لباس (۴) اعلےٰ طبقے کے لوگوں کا لباس (۵) مختلف مقامات کے لباس (۶) عورتوں کا لباس (۷) مختلف مذاہب کے لوگوں کا لباس (۸) انگریزی تعلیم کا اثر لباس پر (۹) انگریزی لباس (۱۰) انگریزی لباس کی موزونی و غیر موزونی +

۴- قسطنطنیہ

(۱) جائے وقوع اور نظارہ (۲) باغات شہر اور سوادِ شہر کا منظر (۳) بازار اور قبرستان (۴) آگ بجھانے کا

انتظام - آبادی اور قومیں (۵) بارگاہِ سلطانی کی عظمت (۶) آب و ہوا (۷) وجہِ تسمیہ +

۵ - ادب

(۱) ادب کا غلط مفہوم (۲) اس غلط مفہوم کے بڑے نتائج (۳) جھوٹ اور گالیوں کی تعلیم (۴) اصلی ادب کے ساتھ آزادی کو کام میں لانا (۵) نتیجہ +

۶ - ہندوستان میں انگریزی حکومت کی برکتیں

(۱) گریٹ برٹن کا محلِ وقوع (۲) وہاں کے باشندوں کی قوت (۳) ہندوستان پر انگریزی تسلط کے وجوہات (۴) حکومتِ انگریزی خدا کی رحمت (۵) امن (۶) بیرونی حملوں کا خاتمہ (۷) دیسی ریاستوں کی اصلاح (۸) تعلیم اور وسائل آمد و رفت (۹) سیلف ہلپ +

۷ - شیر شاہ سوری

(۱) اصلی نام - تعلیم - ملازمت (۲) بابر کے دربار شاہی میں رسائی (۳) حکم گرفتاری - شیر خاں کی فراری - اور تمام بنگال اور پٹنہ پر قبضہ (۴) ہمایوں پر فتح حاصل کرنا (۵) انصاف (۶) زراعت کی افزایش اور حفاظت (۷) و (۸) خیرات اور امورِ رفاہ عام (۹) وفات +

۸ - زعفران

(۱) کس کس جگہ پیدا ہوتا ہے (۲) کاشت وغیرہ (۳) پھول (۴) پھول توڑنے کا طریقہ زعفران کی قسمیں وغیرہ (۵) زعفران کی ابتدا (۶) عہد مغلیہ میں کاشت زعفران کی ترقی - موجودہ تنزل کا باعث (۷) پھول آنے کے زمانے میں کشمیر کا

دلکش موسم (۸) موسم خزاں میں زعفران کی بہار (۹) گرہوہ (۱۰) کشت زعفران پر شام اور چاندنی رات کا نظارہ +

(۹) ہندوستان کے موسم

(۱) نام اور تعداد (۲) موسموں کی شاعرانہ تصویر (۳) گرمی کی کیفیت (۴) گرمی کی چپش سے اوسان جاتے رہنا (۵)، و (۶) برسات کا سماں (۷) خزاں کا آغاز (۸) خزاں کا اختتام اور لوگوں میں چہل پہل (۹) موسم سرما (۱۰) موسم بہار کا پر لطف نظارہ +

(۱۰) اندرونی بیماریاں

(۱) و (۲)، دل کی بیماریاں (۳) اپنے عیبوں کا پتہ انسان کو ہوتا ہے مگر دل کی بیماریوں کا نہیں ہوتا (۴) دل کی بیماریوں کا علاج (۵) تمثیل (۶) و (۷) و (۸) علم والوں کا اخلاق (۹) عالموں اور جاہلوں میں فرق +

(۱۱) سیر گل فروشاں پر ایک سرسری نظر

(۱) برسات کی کیفیت (۲) ہندوستان میں برسات کا لطف (۳) حیوانات و نباتات پر برسات کا اثر (۴) دود دہی کی افراط (۵) دلی سے قطب صاحب تک کا منظر (۶) بگلوں کی بہار (۷) میلے کی کیفیت (۸) پنکھے کا نظارہ لوگوں کا ہجوم - شوق اور چہل پہل +

(۱۲) جزیرہ سسلی

(۱) جائے وقوع وغیرہ (۲) بندرگاہ - دار الحکومت (۳) جہازوں کی آمد و رفت (۴) شہر پلرمو (۵) شہر مسینا (۶) مسینا کا گھاٹ (۷) مسینا کے مختصر حالات (۸) شہر

کتانیا (۹) شہرِ کتانیا کی رونق (۱۰) افلاسِ باشندگان (۱۱) مذہب اور قوم *

(۱۳) تمباکو

(۱) پیدا ہونے کی اصلی جگہ۔ استعمال کی کثرت (۲) استعمال کے مختلف طریقے (۳) تمباکو کے متعلق ڈاکٹروں کی رائیں اور اس کی مضرتیں (۴) مالی نقصان (۵) بچوں اور کم سن جوانوں پر تمباکو کا اثر (۶) سگرٹ پینے کے نقصان (۷) تمباکو کے فائدے *

(۱۴) سقراط

(۱) زمانۂ پیدائش ۔ فلسفے کی تعلیم اور شہرت (۲) استغنا (۳) مستقل مزاجی ۔ بیوی کی بدمزاجی ۔ وعظ و تلقین (۴) لوگوں کا سقراط پر الزامات لگانا (۵) عدالت کا فیصلہ (۶) سقراط کا صبر و استقلال (۷) دوستوں کو نصیحتیں (۸) زہر کا پیالہ پینا اور دُنیا سے رخصت ہونا *

۱۵ - عزّت

(۱) دولت ذریعۂ عزّت نہیں (۲) عزّت کی تعریف اور اس کا اثر (۳) عزت کے اصلی مقصد پر پہنچنے کی وجہ (۴) و (۵) عزّت کے معنی سمجھنے میں غلطی (۶) اصلی اور بناوٹی عزّت کا فرق *

۱۶ - ریشم

(۱) ریشم کے کیڑے کی اصل اور اس کے نام (۲) ریشم کس طرح حاصل ہوتا ہے (۳) ریشم کے کیڑوں کے انڈے بچے (۴) غذا (۵) ریشم کا کویہ (۶) ریشم کا کیڑا

اپنی قبر آپ بنانا ہے (۷) ہندوستان میں ریشم کی پیداوار میں کمی ہونے کے باعث +

۱۷- ریاضتِ جسمانی

(۱) ریاضتِ جسمانی کی ضرورت (۲) اعضا کے نشو و نما کے لئے ریاضت ضروری ہے (۳) تمثیل (۴) ورزش کے لئے مناسب جگہ (۵) ریاضتِ جسمانی کے مفید نتائج (۶) کرکٹ اور فٹ بال (۷-۱۳) تمثیل +

۱۸- مینا بازار

(۱) ترکستان میں بازار لگنے کا دستور - اکبر کی اس میں اصلاح اور قلعے میں زنانہ بازار (۲) زنانہ بازار کی ترتیب اور اس کا انتظام (۳) مینا بازار میں اکبر کی موجودگی اور اس کے مفید نتائج +

۱۹- جشنِ تاجپوشی کے موقع پر حضور وائسرائے کی سواری کا جلوس

(۱) ریلوے سٹیشن سے جلوس کی روانگی (۲) تماشائیوں کی نشست اور ترتیب (۳) تماشائیوں کے لباس کی بہار (۴) جلوس کی رفتار (۵) تماشائیوں کا جوش مسرت (۶) لیڈی کرزن (۷) شاہزادہ کناٹ (۸) نظامِ حیدرآباد (۹) گورنرانِ صوبجات و لارڈ کچنر (۱۰) اختتامِ جلوس +

۲۰- لندن

(۱) اہلِ لندن کی مصروفیت (۲) لندن دن کے وقت (۳) لندن رات کے وقت (۴) لندن میں ذرائعِ سفر (۵) لندن میں طریقِ دکانداری (۶) لندن کی پولیس +

۲۱- مردم شماری کے فائدے

(۱) ہندوستان میں مردم شماری کی ابتدا اور اس کا زمانہ (۲) مردم شماری سے ملک اور رعایا کی حالت معلوم ہوتی ہے (۳) بہبودیٔ خلائق اور استحکام سلطنت کے ذرائع مردم شماری سے معلوم ہوتے ہیں (۴) رعایا کی مزاج دانی اور اس کے مختلف امراض کی تشخیص کے لئے مردم شماری سب سے بہتر وسیلہ ہے +

۲۲ - صحت اور مرض

(۱) صحت و تندرستی کے فائدے (۲) چاروں خلطیں (۳) کسی خلط کی زیادتی سے نقصان (۴) بھوک سے زیادہ نہ کھانا چاہئے (۵) ثقیل غذائیں بے انتہا کھانے کا نقصان (۶-۱۱) صحت قائم رکھنے کے لئے کن کن باتوں کی ضرورت ہے +

۲۳ - افلاطون

(۱) سنہ پیدائش (۲) تعلیم (۳) فلسفے اور علم ہندسے کی تکمیل کے شوق میں مختلف ممالک کا سفر کرنا (۴) دنیا اور خدا کے متعلق عقیدہ (۵) شہرت اور سنہ وفات +

۲۴ - روضۂ تاج محل

(۱) روضے کی تعمیر - طول و عرض وغیرہ (۲) کتبے - باغ اور روضے کی عمارت (۳) قیمتی پتھر جو اندر لگے ہیں (۴) متفرق باتیں +

۲۵ - میلے

(۱) میلوں کی ابتدا (۲) میلوں کا اصلی مقصد (۳) مقدس میلے (۴) سیر و تفریح کے میلے (۵) تجارتی میلے

(۶) میلوں میں شمولیت کے فوائد +

۲۶ - اہرام مصر

(۱) جائے وقوع اور وجہِ تسمیہ (۲) سب سے بڑے مینارہ کی بلندی اور شکل (۳) تعمیر اور خرچ کا اندازہ (۴) گرد و نواح کا نظارہ (۵) لاشیں رکھنے کے کمرے (۶) زمانۂ قدیم کا فن تعمیر +

۲۷ - ہندوؤں کے مشہور تہوار

(۱) ہندوؤں میں ذاتوں کا امتیاز (۲) چار ذاتوں کے چار تہوار (۳) سلونی (۴) دسہرہ (۵) دیوالی (۶) و (۷) ہولی (۸ و ۹) چاروں تہواروں کا اصلی مقصد (۱۰) ہولی کے متعلق موجودہ زمانے کی اصلاحیں +

۲۸ - نینوا کے کھنڈر

(۱) جائے وقوع اور موجودہ حالت (۲) شہر پناہ اور عمارتیں (۳) آثار قدیمہ کی تحقیقات کا نتیجہ (۴) قصر نمرود (۵) مورتیں اور کتبے (۶) مکانوں کے درختوں کی حالت (۷) ایک مکان کی نقشیں (۸) پرانی چیزوں کا لندن کے عجائب خانے میں جانا +

۲۹ - رسومات

(۱) رسومات کی قسمیں (۲) رسومات رواجی (۳) رسومات کی قوت اور ان کی پابندی (۴) بری رسومات کو ترک کرنے کا بہتر طریق +

۳۰ - فردوسی

(۱) جائے پیدائش و سنہ ولادت (۲) دقیقی کے بعد

نوح بنِ منصور کے حکم سے باستان نامے کو نظم کرنے کا کام فردوسی کے سپرد ہونا (۳) باستان نامے کو نظم کرنے کا کام عنصری کے سپرد ہونا (۴) فردوسی کا غزنی میں آنا (۵) ایک ندیم شاہی کی وساطت سے فردوسی کا محمود کے دربار میں پہنچنا (۶) شاہنامے کی تصنیف کا کام فردوسی کے سپرد ہونا (۷) فردوسی کا متفرق طور پر روپیہ نہ لینا (۸) فردوسی کا جھگڑا محمود کے ساتھ (۹) فردوسی کی وفات (۱۰) ایک اور روایت (۱۱) شاہنامے کی تعریف +

۳۱ - ہیرا

(۱ و ۲) علم کیمیا یا کیمسٹری کے فوائد (۳) کوئلے اور ہیرے کے اجزائے ترکیبی (۴) کوئلے اور ہیرے کی ترتیب اجزا کا فرق ان کی صورتوں اور قیمتوں کے فرق کا باعث ہے +

۳۲ - کرکٹ اور فٹ بال

(۱) ان کھیلوں کی طرف لوگوں کا میلان (۲) ایک مشہور آدمی کا قول (۳) ان لوگوں کا بنایا ہوا سبق (۴) ٹیموں کا مشترکہ مُدّعا (۵) فٹ بال کا اصول (۶) ٹیموں اور تمدن کے اصولوں کی مطابقت (۷) مغرز کارخانوں کا دستور (۸) ان کھیلوں سے اپنے آپ کو قابو میں رکھنے کا سبق حاصل ہونا ہے +

۳۳ - والمیک

(۱) والمیک کی سب سے مشہور تصنیف (۲) ابتدائی زندگی (۳) برہمنوں کی باتوں سے متاثر ہوکر تحصیل علم

میں مشغول ہو جانا اور خدا کی عبادت میں زندگی بسر کرنا ؛

۳۴ - بد مزاجی

(۱) پسندیدہ اور ناپسندیدہ خصلتیں (۲) بد مزاجی سے کیا مراد ہے (۳) بد مزاجی کا اثر دوسروں پر (۴) بد مزاجی کا اثر بد مزاج پر (۵) بد مزاجی کا علاج (۶) تمثیل +

۳۵ - کان نمک

(۱) تمہید (۲) کھیوڑے کی کان نمک کا بیرونی نظارہ (۳ و ۴) کان کے اندر کا تماشا (۵) نمک نکالنے کا طریقہ (۶) کان کے تاریک حصّے اور اس کے اندر پانی کے حوض (۷) طبقات الارض میں خدا کی پوشیدہ نعمتیں +

۳۶ - اُردو زبان

(۱) ہندوستان کے مختلف حصوں میں مختلف زبانیں (۲) کایستوں کی توجہ فارسی کی طرف (۳) بھاشا میں فارسی الفاظ کی آمیزش (۴) مسلمانوں کی توجّہ بھاشا کی طرف (۵) اُردو زبان کا جنم اور اُس کی طرف شاہان وقت کی توجہ (۶) شاہ عالم ثانی کے عہد کے شعرا (۷) زمانۂ حال کے نظم و نثر لکھنے والے (۸) گورنمنٹ اور سررشتۂ تعلیم کا احسان اُردو پر (۹) اُردو کا مختلف زبانوں سے مرکب ہونا؛

۳۷ - قطب صاحب کی لاٹھ

(۱) لاٹھ بوجہ بلندی اور خوبصورتی اُعجوبۂ روزگار (۲) کھنڈروں کی ساخت (۳) لاٹھ کے متعلق مورخوں کی رائے ایک مشہور روایت (۵) لاٹھ کے کھنڈروں کی کمی بیشی

(۶) گورنمنٹ انگریزی کی جانب سے لاٹھ کا مرمت ہونا (۷) لاٹھ کی بلندی - محیط اور سیڑھیوں کی تعداد +

۳۸ - دوستی

(۱) دوستی سے کیا مراد ہے (۲) دوستوں کا اثر ایک دوسرے پر (۳) دوستوں کا انتخاب (۴) دوستی کے فرائض (۵) ایک دوسرے کی برداشت +

۳۹ - ارسطو

(۱) سنہ پیدائش - ابتدائی حالات (۲) سکندر رومی کی اتالیقی - مسائل حکمیہ کی تحقیق (۳) سکندر کے مرنے پر ایتھنز سے چلا جانا (۴) سنہ وفات (۵) ارسطو کی تصنیفات +

۴۰ - خوشامد

(۱) خوشامد کا اثر دل پر (۲) خوشامد پسندی کی ابتدا کس طرح ہوتی ہے (۳) سچے اوصاف خود اپنے آپ میں پیدا کرنے چاہئیں (۴) خودی خوشامد پسندی کی جڑ ہے (۵) ایشیائی شاعر اپنے مبالغوں سے خوشامد پسندی پیدا کر دیتے ہیں (۶) واجب و ناواجب تعریف کا اثر دماغ پر +

۴۱ - خوشخطی

(۱) حسن کے ساتھ انسانی طبیعت کا قدرتی تعلق (۲) خوشخطی ایک حسن ہے جو انسان خود پیدا کر سکتا ہے (۳) تمثیل (۴) خوشخطی کی قدر اب بھی ہے (۵) گورنمنٹ کی قدردانی (۶) خوشخطی کے چند لوازمات (۷) خوشخطی انسان میں خاص صفات

پیدا کرتی ہے (۸) خوشنویس خوش رہتا ہے (۹) بچوں میں خوشنویسی کے مادّہ کا قدرتی طور پر ہونا اور اس کی جانب توجہ دلانے کی ضرورت +

۴۲ - ڈھاکہ کی ململ

(۱) ڈھاکے کی ململ کی قدامت اور شہرت (۲) شاہان مغلیہ کی سرپرستی اور ململ کا عروج (۳ و ۴) ململ کی نفاست کا اندازہ (۵) ڈھاکے کی ململ کی نفاست کے باعث (۶) ڈھاکے کی ململ کے زوال کا باعث +

۴۳ - حیات انسانی

(۱) بچپن کی بے پروائیاں (۲) جوانی کی اُمنگیں (۳) ادھیڑپن کا سوچ بچار (۴) بڑھاپے کی کمزوری اور گذری ہوئی عمر کا افسوس +

۴۴ - نہر سویز

(۱) نہرِ سویز سے انگلستان اور ہندوستان کے درمیان آمد و رفت کی آسانی ۔ وقت اور روپے کی بچت (۲) نہرِ سویز کے بنانے کی ضرورت (۳) نہر سویز کی تیاری کے حالات (۴) لسپ صاحب کی تکلیفات (۵) نہر کا طول و عرض وغیرہ +

۴۵ - کاہلی

(۱) کاہلی کے معنی (۲) معاش کے لئے محنت ضرور ہے معاش سے بے فکر لوگ حیوان صفت ہو جاتے ہیں (۳) قوائے باطنی کو زندہ رکھنے کے لئے محنت لازم ہے (۴) کاہلی سے بری عادتیں پیدا ہوتی ہیں (۵) قوائے ذہنی کو کام میں لانے کے لئے مشاغل تلاش کرنے چاہئیں +

۴۶ - جانوروں کا ہاتھ

(۱) بعض جانوروں کے بعض اعضا، ہاتھ کا کام دیتے ہیں (۲) چوہوں

اور بعض اور جانوروں کے حالات (۳) ایک ہرنی کا حال (۴) اکثر پرندے بازوؤں سے ہاتھ کا کام لیتے ہیں (۵) بعض جانور مُنہ سے ہاتھ کا کام لیتے ہیں (۶) شاخدار جانور سینگوں سے ہاتھوں کا کام لیتے ہیں (۷) جانور اپنے اعضا سے مفید کام لیتے ہیں +

۴۷ - تعصب

(۱) تعصب انسان کی بدترین خصلت ہے (۲) تعصب ہمیشہ نیکیوں سے باز رکھتا ہے (۳) متعصب آدمی کے دوست اور مددگار کم ہوتے ہیں (۴) متعصب بہت سی نعمتوں سے محروم رہتا ہے (۵) تعصب علم و ہنر سے بھی محروم رکھتا ہے (۶) تعصب اعلیٰ تعلیم و تربیت سے باز رکھتا ہے (۷) تعصب کا اثر قوموں کے عروج و زوال پر (۸) غیر متعصب شخص اپنے مذہب کا دانا دوست ہے (۹) متعصب اپنے مذہب کا نادان دوست ہے (۱۰) متعصب آدمی کی خاصیت (۱۱) تعصب سے مکاری و دغا بازی کی بنا پڑتی ہے (۱۲) متعصب کا بعض نعمتوں سے بد نصیب رہنا (۱۳) تعصب کی بدولت ذلت و خواری۔ (۱۴ و ۱۵) تعصب آدمی کو اندھا کر دیتا ہے (۱۶) تعصب شیطان کا سب سے بڑا داؤں ہے (۱۷) نصیحت +

۴۸ - پابندیٔ اوقات

(۱) پابندیٔ اوقات کے معنی (۲) اوقات کے پابند طلبا (۳) دنیاوی زندگی میں پابندیٔ اوقات کا اثر (۴) ایسے شخصوں کی مثالیں جو پابند اوقات نہ ہوں (۵) پابند اوقات نہ ہونے کے نقصان +

۴۹ - کفایت شعاری

(۱) کفایت شعاری کے معنی (۲) فضول خرچ ہونے یا اعتدال سے گذر جانے کے اسباب (۳) آمد و خرچ کا حساب و کتاب رکھنا کفایت شعاری کا سب سے بڑا اصول ہے (۴) کفایت شعاری کے چند اصول +

۵۰ - وفاداری

(۱) وفاداری کا مفہوم (۲ و ۳ و ۴) تمثیلیں (۵) توضیح و تشریح +

گلدستۂ مضامین

دُوسرا حِصّہ

۱۔ تمہید

مضمون نویسی

جس طرح سونے چاندی کو کسوٹی پر لگا کر پرکھتے ہیں۔ کہ کھوٹا ہے یا کھرا۔ اسی طرح کسی شخص سے مضمون لکھا کر ہم اس بات کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ جس زبان میں اُس نے مضمون لکھا ہے۔ وہ اُسے اچھی طرح آتی ہے یا نہیں + پس مضمون نویسی کا فن ہر شخص کے لئے جو کسی زبان میں مہارت حاصل کرنی چاہے۔ نہایت ضروری اور لابدی ہے +

اس مختصر تمہید میں مضمون نویسی کے تمام قواعد کو وضاحت سے بیان کرنا نہایت مشکل ہے۔ اور نہ اس کتاب کا یہ مقصد ہے۔ پس ہم چند ضروری مسائل بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ اور ان کی وضاحت اور تشریح اُن اصحاب پر چھوڑتے ہیں جو اس فن میں تعلیم دیتے ہیں +

مضمون لکھنے میں دو باتوں کا مدِ نظر رکھنا نہایت ضروری امر ہے - ۱- **عبارت** - ۲- **مطالب اور اُن کی ترتیب** ٭

یہ دونو چیزیں ایسی لازم و ملزوم ہیں - کہ ان میں سے ایک ناقص ہو - اور دوسری عمدہ تو ایک کا نقص دوسری کی خوبی کو زائل کر دیتا ہے ٭ ہم ان دونو باتوں کے متعلق طالب علموں کو چند ضروری باتیں بتاتے ہیں :-

۱ - عبارت

یوں تو عبارت لکھنے کے لئے بہت سی خوبیاں درکار ہیں - مگر ہم صرف دو چیزوں کا بیان مختصر طور سے لکھتے ہیں :-

اول - عبارت کی شُستگی ٭

دوسرے سادگی ٭

عبارت کی شُستگی سے یہ مراد ہے - کہ اُس میں زائد الفاظ اور فقرے نہ ہوں - یعنی صرف اسی قدر الفاظ اور فقرے درج ہوں - جو لکھنے والے کے خیالات کو بخوبی ظاہر کر سکیں - مگر اس قدر مختصر بھی نہ ہو - کہ ضروری لفظ اور فقرے نظر انداز کرنے سے مطلب فوت ہو جائے ٭ اس مدعا کو حاصل کرنے کے لئے لازم ہے - کہ جن خیالات کو طالب علم تحریر میں لانا چاہتا ہے - پہلے اُن پر اپنے دل میں غور کرے - کہ کونسے الفاظ اور فقرے بے کم و کاست اس مطلب کو ادا کرینگے ٭

ایک فقرے میں دو مختلف باتوں کو خلط ملط نہیں کرنا چاہئے اور جو بات بیان کی جائے وہ بھی ایسے اختصار اور سادگی سے کہ سمجھنے والا اُسے بلا تکلف سمجھ لے ÷ فقروں میں ربط کا ہونا بھی ضروری امر ہے - تاکہ خیالات کا سلسلہ ٹوٹنے نہ پائے اور ہر فقرہ ما قبل کا تعلق فقرہ مابعد کے ساتھ قائم رہے ÷ جب پیرے گراف ختم ہو جائے - تو ہر ایک فقرے پر پھر غور کرو - کہ جس خیال کو تم نے اس پیرے گراف میں ظاہر کیا ہے - آیا کوئی فقرہ اس میں ایسا تو نہیں جو غیر مربوط ہو - اگر ہو تو اُسے قلم زد کر دو - جب مضمون کا ایک حصہ ختم ہو جائے - تو دوسرا پیرے گراف شروع کر دو - تاکہ پڑھنے والا آسانی سے سمجھ سکے ÷

عبارت کی سادگی - طالب علموں کے لئے عبارت کی سادگی نہایت ضروری چیز ہے ÷ کسی زمانے میں رنگین عبارت - مقفےٰ اور مسجع فقرے نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے - مگر اب اس قسم کی عبارتیں بالکل متروک ہو گئی ہیں ÷ بے محل شعر - دوہے - گیت - کہاوتیں درج کرنے سے بھی بچنا چاہئے - بے ضرورت مسجع الفاظ کا لانا عبارت کو بے مزہ کر دیتا ہے - سرور کے ساتھ شعور - نور کے ساتھ حور - زبردستی عبارت میں ٹھوسنا نہایت کریہ خیال کیا جاتا ہے ÷ سادی عبارت سے مراد ہے سادے الفاظ - آسان بندشیں اور تشبیہیں - چھوٹے چھوٹے فقرے اور با محاورہ عبارت ÷ لمبے لمبے فقرے جن کا نہ مبتدا

معلوم ہو نہ خبر۔ اب بالکل متروک ہوتے جاتے ہیں +

الفاظ کی سادگی بھی عبارت کی بڑی خوبی ہے +

آسان لفظوں کی جگہ مشکل غیر مانوس و گوش نا آشنا الفاظ لانا - اجنبی زبانوں کے الفاظ کو جن کے لئے اپنی زبان میں لفظ موجود ہیں - زبردستی استعمال کرنا عبارت کی خوبی کو کھو دیتا ہے - مثلاً "تحقیر عدالت" کی جگہ انگریزی مرکب "کنٹمپٹ آف کورٹ" استعمال کرنا کانوں کو گراں گزرتا ہے - لیکن سٹیشن - سکول - ریل اور اور اسی قسم کے الفاظ جو ہماری زبان میں مروّج ہو گئے ہیں - اُن کے استعمال میں کچھ حرج نہیں معلوم ہوتا +

بازاریوں کی بول چال کے الفاظ اور فقرے چونکہ فصاحت سے گرے ہوئے ہوتے ہیں - ان کا استعمال کچھ پسندیدہ نہیں - ان سے عبارت تہذیب کے پائے سے گر جاتی ہے +

۲ - مطالب اور اُن کی ترتیب

کسی مضمون کے مطالب کو اوّل ذہن نشین کرنا - پھر ترتیب وار ایک دوسرے کے بعد تحریر میں لانا مضمون کی خوبی کو بڑھا دیتا ہے - اور پڑھنے والے کی طبیعت ایسا مضمون پڑھنے سے نہیں اُلجھتی +

جب آدمی کسی مضمون پر غور کرتا ہے - تو اس کے متعلق ضروری اور غیر ضروری دو قسم کے مطالب ذہن میں پیدا ہوتے ہیں +۔ اب مضمون نگار کا پہلا فرض

یہ ہے ۔ کہ ضروری مطالب کو چھانٹ کر اپنے ذہن میں قائم رکھے اور غیر ضروری مطالب کو نظر انداز کر دے * ضروری مطالب میں بھی اگر بعض واقعات اس قسم کے ہوں ۔ جن کی صداقت میں کسی قسم کا شبہ ہو ۔ تو اُن کو بھی درج کرنا مناسب نہیں * تشریحیں اور تمثیلیں بھی اس قسم کی ہونی چاہئیں ۔ جو عقل کے خلاف نہ ہوں * ایسے واقعات جو کسی خاص فرقے یا مذہب یا گورنمنٹ کے خلاف ہوں بالکل چھوڑ دینے چاہئیں ۔ طالب علموں کو اس بات میں خصوصاً احتیاط رکھنی چاہیئے *

مختلف مطالب کو ترتیب وار لکھنا مضمون لکھنے میں بڑی مدد دیتا ہے * اس سے مضمون نگار کو بھی سہولت ہوتی ہے اور پڑھنے والے کو بھی مضمون کے مطالب سمجھنے میں آسانی ہو جاتی ہے * اس مدعا کو حاصل کرنے کے لئے ضرور ہے ۔ کہ جُدا جُدا مطالب کا جُدا جُدا بیان ہو * ہر ایک کی تفصیلیں اور تشریحیں بھی جُدا جُدا ہوں ۔ اور جس مطلب کے متعلق ہوں اسی کے تحت میں آئیں * ضروری مطالب پہلے آنے چاہئیں ۔ اور کم ضروری اُن کے بعد * جس قدر مطالب کسی مضمون میں درج کئے جائیں اُن میں باہمی تعلق اور ربط ہونا مناسب ہے ۔ تاکہ اظہارِ خیالات میں تسلسل و ترتیب قائم رہے *

مطالب کے لحاظ سے مضامین کی قسمیں اور ہر قسم

کے مضمون کے مجمل اور مفصل خاکے تیار کرنے کا حال مفصلۂ ذیل بیان سے اچھی طرح تمہارے ذہن نشین ہو جائیگا ۔ ان خاکوں کے پڑھنے سے تمہیں یہ بھی معلوم ہو جائیگا ۔ کہ کسی مضمون کے مطلب کو کس طرح ترتیب دینا چاہیئے ۔

۳ ۔ مضامین تین قسم کے ہوتے ہیں :۔

اوّل مضامین بیانی ۔ جن میں کسی جگہ یا مقام یا چیز کا بیان ہو مثلاً شہر بنارس ۔ پنجاب کی نہریں ۔ چائے ۔ زعفران ۔ ہاتھی وغیرہ ۔

دوم مضامین حکائی ۔ جن میں کسی واقعے کا حال بیان کیا جائے ۔ مثلاً دہلی کا جشنِ تاج پوشی ۔ پانی پت کی لڑائی وغیرہ ۔

سوم مضامین ذہنی ۔ جن میں کسی ایسے مضمون پر بحث کی جاتی ہے ۔ جس کا خارج میں کوئی وجود نہ ہو صرف ذہن میں ہو ۔ مثلاً حلم ۔ قناعت ۔ غصہ ۔ وفاداری وغیرہ ۔

۴ ۔ کسی مضمون لکھنے سے پہلے طالب علم کو چاہیئے کہ اوّل اس کے ہر پہلو پر غور کرے ۔ اور اپنے دل میں سوچے ۔ کہ مضمون زیرِ بحث کے متعلق کیا کیا سوالات اور کون کون سے خیالات پیدا ہو سکتے ہیں ۔ تاکہ وہ ان سوالات اور خیالات کو خاکے کی صورت میں قلم بند کر سکے ۔ چند منٹ سوچنے کے بعد اس کو چاہیئے ۔ کہ اپنے مضمون کے متعلق موٹی موٹی سرخیاں کسی کاغذ پر لکھ لے ۔ تاکہ جو خیالات اس کے دل میں پیدا ہوئے ہیں ۔ وہ مناسب

سُرخیوں کے تحت میں یکے بعد دیگرے تحریر میں آ جائیں۔ مضمون لکھنے سے پہلے اس طرح کا خاکہ تیار کر لینا نہایت ضروری ہے۔ اس خاکے کا بڑا فائدہ یہ ہے۔ کہ خیالات کا تسلسل۔ باہمی تعلق اور ربط پیدا ہو جاتا ہے۔ مضمون کی تکرار نہیں ہونے پاتی۔ اور مختلف باتیں گڈ مڈ ہو کر ایک جگہ مجتمع نہیں ہو جاتیں۔ مضمون کی موٹی موٹی سُرخیاں اور ہر ایک سُرخی کے مناسب واقعات لکھنے کے بعد تمثیلوں اور تشریحوں پر غور کرنی چاہیئے اور انہیں بھی ہر سُرخی کے تحت میں اختصار کے ساتھ درج کر لینا مناسب ہے۔ جب مضمون لکھنا شروع کرو۔ تو ہر ایک سُرخی کو پھیلاتے جاؤ تاکہ مضمون واضح اور دلچسپ ہو جائے +

۵۔ مضمون بیانی ۔ اب ہم مضمون بیانی کی ایک مثال لے کر تمہیں بتاتے ہیں۔ کہ اس طرح کے مضمون کا خاکہ کیونکر تیار کیا جاتا ہے +

مضمون :۔ جس شہر یا گاؤں میں تمہارا سکول واقع ہے۔ اس کا مختصر حال بیان کرو :۔

مجمل خاکہ

(۱) شہر یا گاؤں کا نام اور اس کی وجہِ تسمیہ +

(۲) محلِ وقوع :۔

(الف) کس صوبے اور ضلع میں +

(ب) دار الحکومت سے کتنی دور +

(ج) کس دریا کے کنارے یا کس ریلوے لائن پر +

(۳) گرد و نواح کی طبعی شکل - آب و ہوا - زمین - نظارے - محلِ وقوع کو پسند کرنے کی وجوہات +

(۴) لمبائی - چوڑائی - رقبہ بڑے بڑے بازاروں کی لمبائی اور اُن کا رُخ - آبادی +

(۵) خصوصیتیں :-

(الف) مکانات :- مندر - مساجد - گرجے - مدرسے - کچہریاں - پل - انتظام آب رسانی - انتظام صفائی وغیرہ +

(ب) باشندے :- قومیں - مذاہب - فرقے وغیرہ +

(ج) صنعت - حرفت - تجارت +

(۶) تاریخ :- مشہور تاریخی واقعات آبادی کا زمانہ - آباد کرنے والے کا نام +

۶ - مفصلۂ ذیل مثال میں ہم نے خاکے کو پُر کر کے دکھایا ہے - واقعات اور حالات کی تفصیلوں اور تشریحوں کو اپنی اپنی سُرخیوں کے ضمن میں رکھا ہے - ایسا مفصّل اور مشرح خاکہ تیار کرنے کے بعد طالب علم کو مضمون لکھنے میں کوئی دقت پیش نہیں آ سکتی +

مضمون - ہاتھی :-

مفصّل خاکہ

(۱) خاندان :-

دود پلانے والا جانور - سب سے بڑا چوپایا +

(۲) طبقہ :-
سونڈ والا جانور - دو قسمیں - افریقی اور ہندی۔ افریقی لمبا - ہندی کی نسبت دانت اور کان بڑے ۔

(۳) قوائے جسمانی :-
قوی الجثہ - زیادہ سے زیادہ اونچائی ۱۱ فٹ - سونڈ لچکدار - پیر تقریباً گول - قدم بے آواز - سونڈ میں معدے سے پانی نکال کر باہر لا سکتا ہے - خشکی کے جانوروں میں سب سے مضبوط اور طاقتور - کسی چیز کو دھکیلنے کے لئے اپنے بوجھ سے فائدہ اٹھاتا ہے - سات آٹھ آدمی آسانی سے پیٹھ پر بیٹھ جاتے ہیں ۔

(۴) کہاں پایا جاتا ہے :-
وسطی افریقہ کے تمام حصص میں - لنکا میں کثرت سے کوہ ہمالیہ کے جنگلوں میں - کوہستانِ گارو اور برھما میں ۔

(۵) عادات :-
وحشیانہ حالت میں :- بیس سے لے کر سو سو تک کے غول جنگلوں میں پھرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں - درختوں کی چھال - پتوں اور ملائم جڑوں کو کھاتا ہے - زراعت کو پائمال کر دیتا ہے ۔

پالتو ہونے کی حالت میں :- خوراک درختوں

کے پتے اور غلہ - مہاوت گردن پر بیٹھ کر
لوہے کے آنکس سے ہانکتا ہے - دریا میں
نہلاتا ہے - بہت جلد ہل جاتا ہے - جو لوگ
اسے پیار سے رکھتے ہیں ان سے یہ بھی محبت
رکھتا ہے - بعض دفعہ غصے کی حالت میں
انتقام لینے کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے - درزی
کی پرانی کہانی جس میں ہاتھی کی سونڈ میں سوئی
چبھونے کا ذکر ہے مشہور ہے :-

(۶) ہاتھی پکڑنے کے طریقے :-
پھندا لگا کر یا کسی احاطے میں گھیر کر + ہاتھیوں
کو قتل کرنا قانوناً ممنوع +

(۷) انسانوں کے لئے کار آمد ہونا :-
(الف) پرانے زمانے میں لڑائی کے موقعوں پر
کام آتا تھا - سپاہی اس پر سوار ہوتے تھے +
(ب) زمانۂ موجودہ میں توپیں کھینچنے کے کام
آتا ہے - بوجھ اٹھاتا ہے - اس پر سوار
ہوکر جنگلوں میں شیر کا شکار کھیلتے ہیں -
جلوس کے موقع پر شان و شوکت کا کام
دیتا ہے +

۷ - **بیانی اور حکائی مضمون ملا جلا** - اس قسم کا
مضمون طالب علم کو امتحانوں میں اکثر لکھنا پڑتا ہے -
ذیل میں ہم مثال لے کر اس کا خاکہ دکھاتے ہیں :-

مضمون :- کسی ایسے سفر کا حال بیان کرو جو

تم نے کیا ہو :-

مفصّل خاکہ

(۱) تاریخ سفر اور اُس کی غرض :-
تین سال ہوئے جب سفر کیا :-
غرض :- موسمی تعطیلوں کو گھر پر گزارنے کے لئے +
(۲) طریق سفر :-
لاہور سے جالندھر تک بذریعۂ ریل - جالندھر سے ہوشیار پور تک بذریعہ شکرم +
(۳) جو چیزیں اثنائے سفر میں دیکھیں :-
فصلوں کی حالت جو سڑک پر سے دکھائی دی - بارش کی کیفیت - ریل میں مسافروں کی کثرت - امرتسر کا سٹیشن اور جو لائینیں وہاں ملتی ہیں - امرتسر کا واٹر ورکس اور ہسپتال جو ریلوے لائن سے قریب واقع ہے +
(۴) ہوشیار پور میں پہنچنے کا حال - عزیز اور دوست جن سے ملاقات ہوئی - گھر میں جو نئے واقعات دیکھنے میں آئے +

۸ - **مضمون حکائی** - اس قسم کا مضمون صرف وہی دلچسپ واقعہ ہو سکتا ہے - جو مضمون نگار کے مشاہدے میں آیا ہو - یا کوئی ایسا واقعہ ہو جو تاریخ سے تعلق رکھتا ہو - اس قسم کا مضمون لکھنے میں اس بات کو مدِ نظر رکھنا چاہئے - کہ جس ترتیب اور تسلسل سے

واقعات پیش آتے ہیں - اُن کو اُسی ترتیب و تسلسل سے بیان کیا جائے - پس مجمل خاکہ کی صورت یہ ہوگی:-

مجمل خاکہ

(۱) جس واقعے کا تم حال لکھنا چاہتے ہو وہ کن وجوہات سے پیش آیا ۔

(۲) تمام قصے اور قضیے جو واقعۂ مذکور سے تعلق رکھتے ہیں ۔

(۳) نتائج جو اس واقعے سے پیدا ہوئے ۔

(۴) اخلاقی سبق جو ہمیں ان نتائج سے حاصل ہوسکتے ہیں ۔

۹ - مضامینِ حکائی کے تحت میں مشہور اشخاص کی سوانح عمریاں بھی داخل ہیں - اس کا بھی ایک مجمل خاکہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے :-

کسی شخص کی سوانح عمری کا مجمل خاکہ

(۱) تاریخ و مقامِ پیدایش - باپ کا نام اور اس کا مرتبہ - آبا و اجداد میں سے کوئی نامی گرامی شخص ۔

(۲) تعلیمی حالت - ایامِ طفولیت میں آئندہ کی کامیابی کی نشانیاں ۔

(۳) حالاتِ زندگی ۔

(۴) وفات ۔

(۵) خصائل - شان و شوکت +

(۶) مجموعی حالات پر سرسری نظر +

۱۰ - مضامینِ ذہنی :- مضامینِ ذہنی کے تحت میں عموماً وہ چیزیں داخل ہیں جن کا وجود خارجی نہ ہو - مثلاً جانوروں پر رحم کرنا - تعلیمِ نسواں وغیرہ +

اس قسم کے مضامین لکھنے میں اس امر کا خیال رکھنا مناسب ہے - کہ شروع میں اُس چیز کی صاف صاف تعریف لکھ دی جاے جس پر مضمون لکھنا ہے + لفظ کے اشتقاق سے واقف ہونا - ایسی صورت میں تعریف لکھنے کے لئے بہت مدد دیتا ہے + مضمون نگار جو رائیں ظاہر کرے وہ مدلل اور مشرح ہونی چاہئیں اور جو اعتراض اُن پر عائد ہوتے ہوں اُن کا جواب دینا بھی ضرور ہے + آخر میں تائیدی اور غیر تائیدی دلائل کو ایک جا جمع کر کے نتیجہ اخذ کرنا چاہیئے - مفصلۂ ذیل مثال کا مفصل خاکہ درج کیا جاتا ہے :-

مضمون :- جمناسٹک :-

مفصّل خاکہ

(۱) جمناسٹک کی تعریف :-

(الف) **اشتقاق :-** جمناسٹک یونانی زبان کے لفظ جمناس (ننگا) سے نکلا ہے +

(ب) پُرانے زمانے کے یونانی جمناسٹک کی ورزشیں کس طرح کرتے تھے +

(ج) آجکل یہ ورزشیں کس طرح کی جاتی ہیں ٭

(۲) جمناسٹک کے فائدے :-

(الف) عام :- دورانِ خون کی تیزی - قوتِ ہاضمہ کی درستی - طاقتِ بدنی - صحتِ جسمانی - عضلات و اعصاب کی مضبوطی - اپنی قوت پر بھروسہ ٭

(ب) خاص :- ہندوستانی طلبا کی صحت عموماً خراب ہوتی ہے - ان کے لئے یہ ورزش خصوصاً مفید ہے ٭

(۳) اعتراض :-

(الف) عام :- حادثے پیش آتے ہیں - وقت ضائع ہوتا ہے - طاقت زائل ہوتی ہے - ورزشیں غیر مہذب معلوم ہوتی ہیں ٭

(ب) خاص :- ہندوستان کی آب و ہوا شاقہ ورزشوں کے غیر مناسب - ہندوستانی طبائع کے خلاف - آلات ورزش عام طور پر سکولوں میں مہیا نہیں ٭

(۴) اعتراضوں کے جواب ٭

(۵) خلاصہ دلائل - نتیجہ - سرسری نظر ٭

اس قسم کا خاکہ تیار کرنے میں دس یا بارہ منٹ تو ضرور لگینگے - مگر یاد رکھنا چاہئے کہ یہ وقت ضائع نہ ہوگا - بلکہ اس کی تیاری پر مضمون لکھنے میں بہت سہولت ہو جائیگی - اور اُسے صرف مسلسل عبارت میں لکھنا اور دو ایک تفصیلیں - مثالیں - اور تشریحیں مضمون کو مکمل کر دینگی ٭ مؤلف

۲ - وقت

۱ - دُنیا میں ہر چیز کی کچھ نہ کچھ تلافی ہے - مگر نہیں ہے تو وقت کی * جو گھڑی گذر گئی - وہ پھر کسی طرح تمہارے قابو میں نہیں آ سکتی - اور وقت کے گذرنے پر جو غور کرو - تو اس کی تشبیہ تو کسی چیز کے ساتھ ٹھیک نہیں دی جا سکتی * وقت ریل سے زیادہ تیز ہے - ہوا سے بڑھکر اُڑنے والا - بجلی سے سوا دوڑنے والا ہے - اور ایسا دبے پاؤں نکلا چلا جاتا ہے - کہ خبر نہیں ہوتی * صبح ہوئی - سو کر اُٹھے - جب تک معمولی ضرورتوں سے فراغت حاصل کرو - ذرا ناشتہ کھاؤ پیو - پھر دن چڑھ آیا * پھر گھڑی دو گھڑی اِدھر اُدھر اُٹھے بیٹھے - گپ شپ اُڑائی تو دس بجنے کو آئے * مدرسے جانے کو دیر ہوتی ہے - جلدی جلدی کھایا - پیا - مدرسے گئے - وہاں دوستوں سے ہنسی مذاق کرتے رہے * مدرس صاحب کی تاکید سے دو ایک مرتبہ بُری بھلی طرح سبق پڑھا - چلو شام ہوئی - دن رخصت ہوا * گھر آئے تو پھر کھانے کی سوجھی * غذا پیٹ میں گئی - اور کسل پیدا ہوا - ذرا لیٹے تو پھر صبح موجود * کام تو کچھ بھی نہ ہوا - لیکن آٹھ پہر یا ۲۴ گھنٹے گذر گئے - اور ایک آٹھ پہر یا ایک ۲۴ گھنٹے گیا - ایسے ایسے صدہا آٹھ پہر یا ہزاروں چوبیس گھنٹے اسی طرح گذرتے جاتے ہیں **بیت**

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے عمر یونہی تمام ہوتی ہے

۲ - جب وقت کی بے ثباتی کا یہ حال ہے کہ جو وقت گذرا وہ ہمارے اختیار سے باہر ہوا - تو نہایت ضرور ہے - کہ جس وقت پر ہمارا اختیار ہو - اُس کو ضائع نہ ہونے دیں + یہی وقت ہے - کہ سونے اور کھیلنے میں گذر جاتا ہے - اور آدمی کو سُست - کودن - غبی - آوارہ - ذلیل - رسوا - خوار - بے اعتبار - محتاج - طرح طرح کے امراض میں مبتلا اور طرح طرح کی بد اخلاقیوں میں گرفتار کر دیتا ہے - اور یہی وقت ہے - کہ اگر اس کو اچھے شغل - اچھے کام - اچھی بات میں لگایا جائے - تو انسان کو عالم - فاضل - لائق - ہنرمند - نامور - مؤقر - محترم - نیک - ہر دل عزیز - خوش مذاق - مستغنی - طرح طرح کے فضائل اور محامد سے متصف اور طرح طرح کی خوبیوں اور بھلائیوں کا پتلا بنا سکتا ہے +

۳ - اے لڑکو! یہ فراغت کا وقت جو تم کو اب میسّر ہے بس غنیمت سمجھو + اب نہ تم کو کھانے کی فکر ہے - نہ کپڑے کا سوچ + جو کچھ تم سے سیکھتے اور حاصل کرتے بن پڑے - لگ لپٹ کر جلد جلد سیکھ ساکھ لو - کہ آیندہ تمہارے کام آئے - ورنہ پھر کہاں تم - کہاں یہ فراغت + اُس وقت تم سر پہ ہاتھ رکھ کر روؤ گے - اور رونا کچھ سود مند نہ ہوگا - تب بہت پچھتاؤ گے اور پچھتانا کچھ فائدہ نہ بخشیگا - بہت - افسوس کروگے - کچھ فائدہ نہ ہوگا + یہ وقت جو تم کو اب حاصل ہے - مثل اُن وقتوں کے نہیں ہے - جو جوانی اور

پیری میں تم کو آیندہ پیش آئینگے + لڑکپن جوتنے اور بونے کا وقت ہے - جوانی اور پیری کاٹنے اور گاہنے کا + اگر اس وقت میں تم کچھ جوت بو رکھوگے - تو جوانی اور پیری میں گاہ اور کاٹ سکوگے + لڑکو لڑکپن کا زمانہ تمہارے بڑے سخت امتحان کا وقت ہے - چاہو تو اسے اس طرح صرف کر ڈالو - کہ جوانی اور پیری دونو میں آرام و آسایش سے رہو - اور چاہو تو اس کو ایسا اکارت کرو - کہ جوانی بھی خراب ہو - اور پیری بھی برباد + ایک وہ وقت آرہا ہے - کہ تم وقت کو ڈھونڈوگے اور فرصت کا پتا نہ پاؤگے - فراغت کو تلاش کروگے - اور فراغت کا سراغ نہ ملیگا +

۴ - یہ وہ وقت ہوگا - جب دُنیا کا کار و بار تمہاری پیٹھ پر لدا ہوگا اور خانہ داری کے بکھیڑوں میں تم اس طرح پھنسے ہوگے - جیسے دلدل میں گدھا + ایک تو فکرِ معاش تم کو سر کھجلانے کی مہلت نہ دیگی - دوسری طرف انتظام تعلقات تم کو دم نہ لینے دیگا + اُس وقت کسب کمال کا کیا مذکور - اگر حواس بجا رکھ کر اُنھی کاموں سے عہدہ برآ ہو جاؤ - تو صد آفرین + پس یہ خیال ہرگز اپنے دل میں مت آنے دو - کہ ابھی سیکھنے کو بہت وقت آرہا ہے - ایسی کیا بھاگڑ مچی ہے - کہ رات دن لکھنے پڑھنے کے پیچھے کوئی مر مٹے +

۵ - اگلا حال کچھ کسی کو معلوم نہیں + کون جانے کہ تندرستی رہے یا نہ رہے - زمانہ فرصت دے یا نہ

دے ÷ یہ سب سامان جو اب مہیا ہے ۔ میسّر ہو یا نہ ہو ÷ بیشک وقت کی قدر و قیمت اور اُس کی بھاگ تو یہ چاہتی ہے ۔ کہ تم خواب و خور اپنے اوپر حرام کر کے رات دان کتاب سے سر نہ اُٹھاؤ ۔ لیکن انسان کی طبیعت کو خدا نے تازگی پسند پیدا کیا ہے ÷ کیسا ہی کوئی دلچسپ شغل ہو ایک عرصے کے بعد ضرور اُس سے جی گھبرا اُٹھتا ہے اور طبیعت اُکتانے لگتی ہے ۔ اگر طبیعت کو مجبور کر کے اُس کام پر لگائے رہو تو وہ کام بھی اچھی طرح نہیں ہوتا ۔ اور حواس بھی کند اور غبی ہو جاتے ہیں ÷ اس واسطے مناسب ہے ۔ کہ شغلِ مطالعۂ کتاب ایسے اعتدال کے ساتھ جاری رکھو ۔ کہ تندرستی کو خلل نہ پہنچے ÷ ہمیشہ چند قسم کا شغل رکھو ۔ مثلاً نظم و نثر ۔ تاریخ ۔ جغرافیہ ۔ حساب ایک ساتھ پڑھو ÷ جب نثر سے طبیعت ملول ہو نظم دیکھنے لگو ۔ تھوڑی دیر تاریخ پڑھی ۔ کچھ دیر جغرافیہ کی سیر کی ۔ پھر حساب میں طبع آزمائی کی ۔ ان سے گھبرائے تو کچھ لکھنے بیٹھ گئے ÷ جب رات کو سونے لگو ۔ تو التزام کے ساتھ جی میں حساب کرو ۔ کہ آج ہم نے کونسی نئی بات حاصل کی ۔ اگر معلوم ہو ۔ کہ آج کچھ نہیں سیکھا ۔ تو جانو کہ دن رائگاں گیا ۔ اور اس نقصان کی تلافی اپنے ذمّے لازم سمجھو ÷

شمس العلما مولوی نذیر احمد صاحب

۳ - لباس

۱ - انسان کی ظاہری زینت اور زیبائش لباس سے ہے ۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ لباس زرق برق ہو - گوٹا کناری لگا ہو - کلابتون کا کام کیا ہو - رنگینی حد سے زیادہ اور ناموزون ہو ۔ لباس کی بڑی خوبی اُس کی سادگی اور سجاوٹ یا موزونیت ہے ۔ چھینٹ کا پائجامہ جس کا ایک پائینچہ اونچا ہو - اور دوسرا نیچا - نہ تو سادگی کے لحاظ سے پسندیدہ ہے اور نہ موزونیت کے لحاظ سے قابل تعریف ۔

۲ - ہر طبقے - ہر ملک اور ہر قوم کے لباس میں کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہوتا ہے ۔ غربا اپنے لباس میں اختصار کو زیادہ مدِ نظر رکھتے ہیں - بعض ٹوپی اور لنگوٹی پر ہی قناعت کرتے ہیں - بعض نے تکلف کیا تو لٹھے یا گاڑھے یا کسی اور موٹے جھوٹے کپڑے کا کرتہ بھی گلے میں ڈال لیا ۔

۳ - اوسط درجے کے لوگ کپڑا بھی اچھا پہنتے ہیں اور وضع و قطع کا بھی خیال رکھتے ہیں ۔ کرتے پر مرزئی صدری اور نیمہ آستین پہنتے ہیں - لیکن اب ویسٹ کوٹ جسے عام طور پر واسکٹ کہتے ہیں زیادہ استعمال میں آتی ہے ۔ ان دونو چیزوں، پر انگرکھا - چپکن - اچکن - شیروانی یا کوٹ پہنا جاتا ہے

اور ان پر بعض لوگ چوغہ یا عبا پہنتے ہیں + پائجامے بھی طرح طرح کے استعمال میں آتے ہیں۔ کوئی تنگ موری کا پہنتا ہے کوئی کھلی موری کا۔ کوئی اریبواں پسند کرتا ہے۔ کوئی سیدھا۔ کوئی ڈھیلے پائینچے کا غرارہ پہنتا ہے۔ کوئی شلوار + ٹوپیاں بھی عجیب عجیب وضع کی زیب سر کی جاتی ہیں۔ دو پلڑی۔ چوگوشیہ۔ ایرانی۔ ترکی۔ فیلٹ۔ کشمیری۔ کابلی۔ اور اور بیسیوں طرح کی +

۴۔ اعلٰے طبقے کے لوگوں کا لباس بھی یہی ہے۔ مگر وہ کپڑے کی نفاست اور عمدگی کو زیادہ مدِ نظر رکھتے ہیں۔ انگرکھا یا کوٹ اگر بنائینگے۔ تو اعلٰے قسم کے کپڑے کا۔ ٹوپی پہنینگے تو زیادہ قیمتی۔ لنگی سر پر باندھینگے تو طلائی پلوں کی۔ شال اور دوشالے استعمال کرینگے۔ تو بھاری سے بھاری قیمت کے +

۵۔ ہر ملک اور ہر جگہ کے لباس میں بھی تفریق ہے + ہندوستان میں انگرکھے چپکن اور شیروانی کا زیادہ رواج ہے۔ پنجاب میں کوٹ کا + لکھنؤ کی دوپلڑی ٹوپی سے کون واقف نہیں۔ پشاوری کلاہ کے ساتھ ترازو میں رکھو تو سو ٹوپیاں بھی ایک کلاہ کے برابر نہ اتریں +

۶۔ مردوں اور عورتوں کے لباس میں بھی بڑا فرق ہے + دہلی اور لکھنؤ کی مستورات کے فرشی پائجاموں کے پائینچے خواصیں اٹھا کر چلتی ہیں۔ پھر بھی ان کو چلنے میں تکلیف ہوتی ہے + پنجاب میں عورتوں کے پائجامے جن میں گلبدن کا ایک ایک تھان خرچ ہوتا

ہے - عام طور سے معزّز گھرانوں میں استعمال میں آتے ہیں +

۷ - مختلف مذاہب کے لوگوں کا لباس بھی جداگانہ ہے + ہنود دھوتی اور ساڑھی استعمال کرتے ہیں - مسلمان اُس کے مقابل میں چادر یا تہ بند - ہنود کی مستورات عموماً لہنگا پہنتی ہیں - مسلمانوں کی پائجامہ + عموماً مردوں کے لباس میں اب روز بروز فرق کم ہوتا جاتا ہے - البتہ خاص خاص فرقوں میں اپنا قدیم لباس ابھی تک قائم ہے +

۸ - انگریزی تعلیم اور انگریزوں کے میل جول نے لباس پر بڑا اثر ڈالا ہے - کالر اور نیکٹائی - پتلون اور کوٹ انگریزی قمیص اور ویسٹ کوٹ - گرگابی اور بوٹ کا روز بروز زیادہ رواج ہوتا جاتا ہے + اکثر تعلیم یافتہ لوگ انگریزی اور دیسی لباس ملا جُلا کر پہنتے ہیں - بعض صورتوں میں تو یہ بہت ہی بد نما معلوم ہوتا ہے - مثلاً کالر اور نیکٹائی کے ساتھ ٹاٹ بافی جوتی کیسی بد زیب نظر آتی ہے - اُربی پائجامے پر فل بوٹ کیسا بھدّا معلوم ہوتا ہے +

۹ - انگریزی لباس میں چست پتلون - قمیص - ویسٹ کوٹ - چھوٹا کوٹ - کالر - نیکٹائی اور انگریزی ٹوپی داخل ہیں + اس لباس میں کوئی چیز فالتو اور بیکار نہیں - ہر ایک چیز کا مقصد جداگانہ ہے + سرد ممالک کے لئے یہ لباس بہت موزون ہے - دوڑنے - بھاگنے

اور سپہ گری کے کاموں کے لئے بھی بہت مناسب ہے۔ مگر ایسے گرم ممالک کے لئے جیسا ہمارا ملک ہے۔ یہ لباس بہت تکلیف دہ ہے + قیمتی بھی زیادہ ہے۔ دیسی لباس سے چوگنی پچگنی قیمت خرچ ہوتی ہے۔ اور بجائے آرام کے تکلیف ہوتی ہے + البتہ تھوڑے سے تغیر اور تبدل کے ساتھ یہ لباس ہماری ضرورتوں کے موافق اور طرزِ معاشرت کے لحاظ سے موزون ہو جاتا ہے۔ مثلاً پتلون کی جگہ پتلون نما پائجامہ۔ چھوٹے کوٹ کی بجائے ذرا لمبا کوٹ۔ اور علےٰ ہذا القیاس +

۱۰۔ شروع شروع میں جو شخص انگریزی لباس پہنتا تھا۔ اُسے لوگ کرسٹان اور عیسائی کہا کرتے تھے + مگر جوں جوں زمانہ ترقی کرتا جاتا ہے۔ اس قسم کے خیالات رفع ہوتے جاتے ہیں + لباس کی وضع ہر شخص کی طرزِ معاشرت اور مقدور پر منحصر ہے۔ اگر کوئی شخص صاحب مقدور ہے۔ اور اس کی طرزِ معاشرت اس امر کی مقتضی ہے۔ کہ وہ انگریزی لباس پہنے تو مضائقہ نہیں + مؤلف

۴۔ قسطنطنیہ

۱۔ قسطنطنیہ سا خوشنما اور خوبصورت شہر ساری خدائی میں نہیں + یہ شہر ساحل بحرِ مارمورا پر واقع ہے اور کہسارِ رفیع اُس کے سامنے اور بھی لطفِ

مزید دکھاتے ہیں ÷ تین حصّے مکانات شہر کے سمندر سے صاف نظر آتے ہیں - اور عجب کیفیت دکھاتے ہیں ÷ مغرب کی سمت ایک بڑی عمیق کھائی ہے - اور شہر پناہ نہایت محکم اور مرتفع چار میل تک گئی ہے ÷ یہ دیوار کوہ رفعت شاہ تھیوڈوسیس نے بنوائی تھی - جا بجا مینار اور اُن کے چمکتے دمکتے سر طوق اور آبنوس کے عظیم الشّان پھاٹک ہیں ÷ شہر خود پہاڑی پر واقع ہے - دُور سے عموماً اور ساحل بحر سے خصوصاً نیلگوں پتھروں کی اونچی اونچی مسجدیں اور اُن کے متعدد مینار اور انواع و اقسام کے مکانات قابلِ دید ہیں - بلکہ دید ہیں نہ شنید ہیں ÷

۴ - باغ اس شہر میں اس کثرت سے ہیں - کہ کوئی محلہ ایسا نہیں جس میں دس بارہ باغ نہ ہوں ÷ چمن طرازی اور خیاباں پردازی اس شہر کے کامل فن باغبانوں پر ختم ہے - ایسی چمن بندی کبھی کاہے کو دیکھنے میں آئی تھی ÷ اکثر اشجارِ پُر بہار اس قدر بلند ہیں - کہ گویا آسمان سے باتیں کرتے ہیں ÷ ساحلِ بحر پر کھڑے ہو کر ادھر سمندر اُدھر شہر کی کیفیت ایسی بھلی معلوم ہوتی ہے - کہ بیان سے باہر ÷ اکثر درخت سدا بہار ہیں - خزاں پتّا توڑ بھاگتی ہے - عروسانِ چمن نے بہار کو اپنے بس میں کر لیا ہے ÷ ساحلِ بحر پر ہر قسم کے جہاز - ہر ملک کے آدمی - ہر سلطنت کے نشان دیکھ لیجئے ÷ بڑے بڑے جہاں دیدہ سیّاحوں

کا قولِ فیصل ہے کہ ساری خدائی میں منظر کی یہ خوبی نہیں جو جہاں آفریں نے اس شہر اور اُس کے ساحل بحر کو عطا فرمائی ہے ٭ سروِ آزاد خاتونِ بہار کے چوبدار ہیں ۔ تمام یورپ میں ایسے سرو نہیں ہیں ۔ جیسے اس شہر کے باغوں میں کثرت سے موجود ہیں ۔ کیلے بھی باغوں کی آخری روشوں میں لطف دکھاتے ہیں ٭ انجیر ۔شہتوت ۔ کھجور اور انار اس دار السلطنت کے گرداگرد مختلف مقامات پر بوئے گئے ہیں ٭ جنوب کی سمت پہاڑوں کی قطار ہے ۔ جن کی چوٹی ہمیشہ برف سے ڈھکی رہتی ہے ٭ گو قدرت نے اس خطۂ خوش سواد کو رشکِ گلزارِ ارم بنایا ہے ۔ لیکن ہنر نے اُس کو کما حقہٗ ترقی نہیں دی ۔ ورنہ اس ملک کا ایک ایک گاؤں بہشتِ بریں پر خندہ زن ہوتا ۔ اور اس شہرِ مینو چہر کو اور شہروں کے مقابل میں ملکہ کہتے ٭

۴ ۔ بازار عموماً تنگ ہیں ۔ مگر صاف ٭ قبرستان کی اس قدر افراط ہے ۔ کہ ہر مقام پر دو چار تکئے موجود ہیں ٭ بازاروں میں گاڑیوں اور گھوڑوں کی آمد و رفت کم ہے ٭ جیسے بڑے شہروں کا قاعدہ ہے ۔ کہ خاص خاص بازاروں اور نخاس اور چوک میں شور غل مچا کرتا ہے ۔ ویسا یہاں نہیں اور بعض بعض مقامات پر ع

بازار مثلِ شہرِ خموشاں خموش ہیں

فٹن ۔ پالکی گاڑی اور ادھے کی یہاں صورت بھی دیکھنے میں نہیں آتی ٭ ایک قسم کی رنگی ہوئی گاڑی ہوتی ہے ۔

جس کو ارابہ کہتے ہیں ۔ اُس میں بھینسے جوتے جاتے ہیں۔ ان گاڑیوں میں اکثر خاتونیں اور معزز عورتیں ہوا کھانے نکلتی ہیں ÷ جس طرح ہندوستان میں بیل گاڑی قدم قدم چلتی ہے ۔ اسی طرح ارابہ بھی جاتا ہے ÷ یہاں کے کتے سُرخی مائل رنگ کے ہوتے ہیں ۔ مگر بد قطع ۔ چھوٹے چھوٹے کان ۔ بازاروں میں پڑے رہتے ہیں ۔ اور جب تک چھڑی سے کوئی اُٹھاتا نہیں تب تک نہیں اُٹھتے ÷ شب کو دس بجے کے بعد شہر میں سناٹا ہو جاتا ہے ÷

۴ ۔ آتش زدگی کے وقت پہرے والے غل مچاتے ہیں (مان جنوار) یعنی آگ لگی ۔ آگ لگی ÷ حکم سلطانی ہے ۔ کہ اگر عرصۂ دراز تک گل نہ ہو تو وزرا خود جائیں اور بندوبست کریں ÷ پادشاہ نے حکم دے رکھا ہے ۔ کہ اگر ہم غافل سو رہے ہوں تو بھی آتش زدگی کے وقت ہم کو جگا دو ۔ اگر ہم نہ جاگیں تو پلنگ اُلٹ دو ÷ کئی بار خود حضرت سلطان المعظم بنفس نفیس آگ فرد کرنے کے لئے تشریف لائے ÷ اس شہر میں تخمیناً دس لاکھ آدمیوں کی آبادی ہوگی ۔ مگر مردم شماری کا قاعدہ اچھی طرح جاری نہیں ہے ÷ پندرہ ہزار کلت گیہوں روز صرف میں آتا ہے ۔ یہ وزن قریب چار لاکھ بیس ہزار سیر کے ہوا ÷ ترکوں کے علاوہ یونانی ۔ یہودی ۔ ارمن اور فرنگ آباد ہیں ۔ ان سب کی وضع اور قطع ۔ لباس اور پوشاک بالکل مختلف ہے اور مختلف حصوں میں بود و باش رکھتے ہیں ÷

۵ - بارگاہِ سلطانی کی عظمت حیطۂ تحریر سے خارج ہے - ایسے ایسے عالیشان ایوان - رفیع اور گراں بہا عمارات دیکھنے میں آتی ہیں - کہ آدمی ہندوستان کے مکانوں کو بھول جاتا ہے - ہاں تاج محل کے ٹکر کی ایک عمارت نہیں + بارگاہِ سلطانی کیا ہے - شہر کے اندر ایک اور شہر ہے - بارہ پھاٹک ہیں - کوئی آٹھ ہزار آدمی اُس میں رہتے ہیں - دو سمت سمندر لہریں مارتا ہے - اور ایک طرف شہر ہے +

۶ - قسطنطنیہ کی آب و ہوا نہایت خوش گوار ہے + اپریل سے ستمبر تک ہوا پُروائی چلتی ہے اور موسمِ زمستان میں جنوبی ہوا + اردگرد پہاڑوں کی چوٹیاں برف سے ڈھکی ہوئی کمال لطف دکھاتی ہیں + لیموں اور نارنج کے درخت میدانوں میں بوئے جائیں - تو مُرجھا کر کانٹا ہو جائیں - وجہ یہ کہ آب و ہوا اس درجے معتدل ہے - کہ یہ درخت سرسبز نہیں ہونے پاتے - گرمی چاہتے ہیں - لہذا کسی قدر سائے میں بوئے جاتے ہیں + بارش کم ہوتی ہے - ادھر گھٹا چھائی - مینہ برسا - اُدھر کُھل گیا + یہاں تخمینہ کیا گیا ہے - کہ قسطنطنیہ میں ۶۴ دن تو پانی برستا ہے - پانچ روز برف پڑتی ہے - پندرہ روز آندھی آتی ہے - بیس روز بادل رہتا ہے اور چھتیس دن ہوا بدلتی رہتی - اور ۲۲۰ دن مطلع بالکل صاف رہتا ہے +

۷ - اس شہر کا نام پہلے بانئ زینشیم تھا + بیانزہ کے نام سے ۳۲۸ء میں ایک شہنشاہ نے اُس کو

(بنو روم) کا خطاب دیا + ترک اس کو استنبول کہتے ہیں + اس کا بانی شاہ کانسٹن ٹائن تھا - اسی کے نام سے یہ شہر کانسٹن ٹینوپل مشہور ہوا - اور عرب اور فارس میں اسے قسطنطنیہ کہنے لگے + یورپ اور ایشیا اور افریقہ سب کے وسط میں ہے + ایسا کوئی اور شہر نہیں جس کو اس قدر فائدہ حاصل ہو - یہ دو سمندروں کے درمیان واقع ہے +

فسانۂ آزاد (پنڈت رتن ناتھ)

۵ - ادب

ا - ادب کیا چیز ہے - یہاں ادب کے معنی یہ ہیں - کہ لڑکا اپنے بزرگوں کے ڈر کے مارے سچی بات زبان سے نہ نکال سکے - جُھک جُھک کے بلا ضرورت سلام پر سلام کرے + یہ ایسا ادب ہے جیسا ایک بندر والا بندر کو سکھاتا ہے - کہ ٹانگ اُٹھا کر کھڑا رہے - ہاتھ جوڑ کر گردن نیچی جُھکا کر سامنے آئے - اشارے کے ساتھ ڈگڈگی پر چڑھ بیٹھے +

۲ - ہمارے ملک میں جن بزرگوں کے ہاں سے لڑکے گھٹنے جوڑ کر بیٹھتے ہیں اور نہایت جُھک کر سلام کرنے اور اشاروں پر کام دیتے ہیں اُن کی نسبت کہا جاتا ہے - کہ بہت ادب سکھایا ہے - مگر ہیں بیچ

کہتا ہوں - کہ یہ ادب نہیں ہے + ایسے ادب دینے والوں کو اس بات کا خیال نہیں آتا - کہ اولاد کو ایسے ادب سکھلانے سے اسکا دلی جوش مر جاتا ہے - ان کی عادت ذلیل بننے کی ہو جاتی ہے - اور جُرأت - دلیری اور شرافت جاتی رہتی ہے + تربیت بُری باتوں سے بچنے کی ہونی چاہیئے - اندرونی قوے کے مارنے کی ضرورت نہیں +

۳ - اگر لڑکے اپنے والدین کے سامنے اپنے دلی جوش کام میں لائینگے - تو آئندہ عمر میں باعثِ فخر ہونگے + ہمارے ہاں بجائے اس کے کہ اُن کو صداقت اور آزادیٔ رائے کی تعلیم ہو جھوٹ بولنے کی عادت پڑ جاتی ہے + زبان کھلنے کے ساتھ ہی جبکہ اُن کی زبانیں لکنت کرتی ہیں - گالیاں سکھائی جاتی ہیں - اُن کی توتلی زبان کی گالیاں پیاری لگتی ہیں - جب بڑے ہو جاتے ہیں - تو دل کی سچائی ظاہر کرنے سے روکے جاتے ہیں +

۴ - کیا کوئی انصاف سے یہ بات کہیگا کہ یہ سچی تعلیم اور سچی تربیت ہے - صداقت اور آزادی سے سچی بات کہنے کی عادت اس سے پیدا ہو سکتی ہے - ہرگز نہیں + اصلی ادب کے ساتھ آزادی کا کام میں لانا باعث فخر ہے - جو خیالات چھوٹی عمر سے دل میں بیٹھتے ہیں اُن کا نکلنا بہت مشکل ہے - بلکہ نہیں نکلتے اور اسی سبب سے ہمارے ہاں کے اکثر لوگ جوان ہو کر بھی بہت سی باتیں اپنے دلی خیالات کے خلاف کہتے ہیں +

۵ - ہمارے اس بیان سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے - کہ ادب کوئی ضروری چیز نہیں - نہیں - ایسا ہرگز نہیں - ہماری مراد صرف اس قدر ہے - کہ ادب وہاں تک مناسب ہے جہاں تک اخلاق اُس کی اجازت دیتا ہے اور وہ ادب جس میں تصنّع اور بناوٹ ہو کسی طرح پسندیدہ نہیں ٭ ماں باپ کی عزّت کرنا - اُن سے ادب و لحاظ سے پیش آنا - اُن کے روبرو کوئی نا زیبا لفظ زبان پر نہ لانا - اُن کے سامنے چیخ کر نہ بولنا اور اسی قسم کی باتیں ہیں جو ادب میں داخل ہیں - اسی طرح اپنے سے بڑے اور حکام وقت کا ادب بھی تم پر واجب ہے - مگر اسی حد تک کہ اُس میں بناوٹ اور فریب نہ ہو ٭

سر سیّد احمد خاں

ہندوستان میں انگریزی حکومت کی برکتیں

ا - گریٹ برٹن کے نام سے جسے اُردو میں برطانیۂ کلاں کہتے ہیں - ہر ایک شخص واقف ہے ٭ یہ ایک جزیرہ ہے جو یورپ کے انتہائے مغرب میں واقع ہے ٭ اس کے قریب ہی ایک اور جزیرہ ہے جسے آئرلینڈ کہتے ہیں - یہ دونو جزیرے گریٹ برٹن اور آئرلینڈ کا ملک کہلاتے ہیں ٭ یہاں کے باشندوں کو انگریز کہتے ہیں جو ہندوستان کے بھی حاکم ہیں ٭

۲ - روئے زمین کے نقشے پر سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے - کہ ان سے بھی بہت بڑے بڑے جزیرے دُنیا میں موجود ہیں - مگر جو قوت اور طاقت خدا تعالٰے نے اس ملک کے باشندوں کو عطا کی ہے وہ کسی کو حاصل نہیں ÷

۳ - ہندوستان پر ان کا قبضہ محض اپنی ذاتی لیاقت - کام کرنے کی قابلیت اور بحری طاقت کی وجہ سے ہوا اور انہیں کے زور پر وہ یہاں آج تک حکمرانی کر رہے ہیں ورنہ اتنے دور دراز فاصلے پر حکومت کا قائم رکھنا سخت دشوار تھا ÷

۴ - جب کبھی کسی ملک کی حکومت تبدیل ہوتی ہے - تو رعایا کو طرح طرح کی مصیبتوں کے اندیشے پیدا ہو جاتے ہیں - لیکن جب سلطنت انگریزی کے اصولوں سے لوگوں کو آگاہی ہوئی تو اُس میں ہزاروں برکتیں نظر آئیں اور نئی حکومت کو لوگ خدا کی رحمت سمجھے ÷

۵ - انگریزی راج کی برکتیں شمار سے باہر ہیں - اس حکومت میں جو چیز رعایا کے لئے سب سے برکت اور نعمت ثابت ہوئی وہ آئینی حکومت ہے - اسی کی بدولت لوٹ مار غارت گری دُور ہو کر ایسا امن قائم ہو گیا - کہ رعایا کو اپنی جان و مال کا کچھ ڈر باقی نہ رہا - قانون ایسے نافذ ہوئے - کہ امیر و غریب - حاکم و محکوم میں کچھ تمیز نہ رہی ÷

۶ - جب سے ہندوستان انگریزوں کے قبضے میں

آیا۔ بیرونی حملوں سے یک لخت نجات حاصل ہوگئی۔ اب کسی فاتح کو اتنی جرأت نہیں۔ کہ وہ ہمارے ملک کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھ سکے۔ ملک کے اندر بھی وہ امن پیدا کر دیا۔ جو آج تک کسی کے خواب و خیال میں نہ تھا یہ سب حسن انتظام کی خوبی ہے۔ فوج گو تھوڑی ہے۔ مگر اعلےٰ درجے کی تربیت یافتہ۔ سامان زمانۂ حال کی ضروریات کے موافق نہایت مکمّل اور عمدہ۔ ایک زمانہ وہ تھا۔ کہ پائے تخت دہلی کے قریب غنیم کی فوج آ جاتی تھی اور بادشاہ سلامت کو خبر تک نہ ہوتی تھی۔ یا ایک زمانہ یہ ہے۔ کہ اگر کہیں پتّا بھی ہلے تو شملہ کے پہاڑوں پر تار گھر گونجنے لگتا ہے۔ ایسی امن پسند اور باخبر گورنمنٹ کو خدا کی رحمت نہ کہیں تو کیا کہیں +

۷ - دیسی ریاستوں میں جو ابتری اور بے انتظامی پھیلی ہوئی تھی اس کی طرف سے بھی گورنمنٹ غافل نہ رہی + بڑے بڑے راجاؤں اور نوابوں کو اپنی حمایت میں لے کر اُنہیں آدابِ سلطنت سکھائے۔ اور رہنمائی کے لئے بڑے بڑے تجربےکار افسرانِ سرکاری متعین کئے + جو حالت ایک صدی پہلے ان ریاستوں کی تھی اگر اس کا زمانۂ حال سے مقابلہ کیا جائے تو زمین آسمان کا فرق نظر آئے +

۸ - گورنمنٹ نے ہماری تعلیم کے لئے ایسی تعلیم گاہیں قائم کر دی ہیں۔ جن میں ہم اگلی علوم و فنون کو نہایت

آسانی سے سیکھ سکتے ہیں۔ جن کی تحقیقات میں اہلِ یورپ و ایشیا نے اپنی عزیز جانیں وقف کر دیں ✤ ملک کے ہر حصّے میں ریلوں کے جاری ہونے سے جو سفر مہینوں میں طے ہوا کرتے تھے وہ دنوں میں طے ہونے لگے ✤ اور جو زحمتیں سفر میں اُٹھانی پڑتی تھیں دور ہوگئیں ✤ تہذیب اور شائستگی اس نے پھیلائی۔ تجارت کو فروغ اسی سے ہوا ✤ اب تار کو لو اس کا جال اس وقت ہندوستان میں پندرہ ہزار میل سے کم نہیں۔ اور روز بروز بڑھ رہا ہے۔ چھ آنے خرچ کرو ابھی پشاور سے کلکتے خبر جاتی ہے ✤ ایک وہ زمانہ تھا۔ کہ قاصد کی راہ تکتے تکتے دل گھبرا جاتا تھا۔ ایک یہ زمانہ ہے۔ کہ نام نہاد خرچ سے سینکڑوں۔ بلکہ ہزاروں میل کے حالات آن کی آن میں معلوم ہو جاتے ہیں ✤

۹۔ سلف ہلپ یعنی اپنی مدد آپ کرنے کا اصول اسی سلطنت نے ہم کو سکھایا اور اب ہر شخص اسی دُھن میں ہے۔ کہ وہ وسائل تلاش کرے جن سے فلاح اور بہبود کی صورت پیدا ہو ✤ یہی سلطنت ہے جس نے اس اعلےٰ مذہبی اصول میں نئی روح پھونک دی کہ ذاتی لیاقت اصلی لیاقت ہے۔ خاندان کا بڑا ہونا اور اس پر ناز کرنا حماقت ہے ✤ ان برکتوں کو دیکھ کر ہمارا فرض ہے۔ کہ اس سلطنت کے بقاے دوام کے لئے ہر وقت دست بدعا رہیں اور اپنے آپ کو گورنمنٹ کی وفادار رعایا ثابت کریں ✤ (محمد منظر الحق زبیری)

۷ - شیر شاہ سُوری

۱- شیر شاہ کا اصلی نام فرید خاں تھا - اس کا دادا ابراہیم خاں سلطان بہلول لودھی کے عہدِ سلطنت میں ہندوستان آیا اور امرائے شاہی کی ملازمت اختیار کرنے سے پرگنۂ نارنول میں کئی گاؤں اور چالیس گھوڑوں کا جاگیردار ہو گیا + اُس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا حسن خاں جانشین ہوا - اور سلطان سکندر لودھی کے عہد حکومت میں اپنی لیاقت و کاروانی سے ترقی پاکر پانچ سو سواروں کا افسر ہو گیا + سہسرام - حاجی پور اور ٹانڈہ جاگیر میں پایا + یہیں شیر شاہ پیدا ہوا - اور عین شباب کے عالم میں اپنے باپ سے ایک بات پر رنجیدہ ہو کر جونپور چلا گیا - اور جمال خاں کی خدمت میں حاضر ہو کر تحصیل علم میں مشغول ہوا + وہاں نہایت ذوق و شوق سے علم حاصل کیا + سعدی کی تصنیفات زبان پر تھیں - سکندر نامہ سارا یاد تھا - کافیہ مع شروح اور اور علمی کتابوں پر اچھا عبور تھا + علم انشاء اور تاریخ سے خوب آگاہی تھی - تاریخ کا شوق مرتے دم تک رہا + باپ نے جب بیٹے کو ہونہار دیکھا تو بُلا بھیجا - مگر یہ نہ گیا - آخر کار خود جونپور آکر نہایت اصرار سے بیٹے کو اپنے ساتھ لے گیا اور اپنی جاگیر کا مختار کر کے سہسرام کو روانہ کیا + شیر شاہ نے نہایت

عقلمندی سے جاگیر کا انتظام کیا اور باپ کے مرنے کے بعد خود اس کا مالک بنا + اسی عرصے میں سلطان بابر نے ابراہیم لودھی سے ہندوستان چھین لیا + لودھی خاندان کا ایک امیر جو بہار کا حاکم تھا - سلطان محمود کے خطاب سے خود مختار ہو بیٹھا + شیر شاہ اُس کی ملازمت میں حاضر ہو کر عمدہ خدمتیں بجا لایا + ایک دن شکار گاہ میں نہایت مردانگی دکھائی - اور تلوار سے شیر کا شکار کر کے شیر خاں کے خطاب سے موصوف ہوا +

۲ - کچھ عرصے بعد شیر خاں سلطان محمود سے کسی بات پر بدگماں ہو کر اس کے پاس سے چل دیا - اور بابری امیر جنید برلاس کی خدمت میں حاضر ہو کر خاص تقرب حاصل کیا - اور اسی کے ساتھ بابر کے دربار میں آیا + یہاں مغلوں کا رنگ ڈھنگ دیکھ کر اس کی اولو العزمی نے جوش مارا اور سلطنت کے خیالات پیدا ہوئے + اکثر اپنے یاروں سے کہا کرتا تھا کہ تمام مغل عیش و عشرت میں ڈوبے ہوئے ہیں اور آج کا کام کل پر موقوف رکھتے ہیں - اگر میری قوم ساتھ دے - تو مغلوں کو ہندوستان سے اس طرح نکال دوں جیسے دود سے مکھی + اس کے دوست ان باتوں پر ہنستے تھے +

۳ - ایک دن شیر خاں جنید برلاس کے ساتھ دعوتِ شاہی میں شریک ہوا + بابر اس کی نشست و

برخاست اور کھانے کے انداز کو دیکھ کر کھٹک گیا اور جنید برلاس سے کہا کہ میں نے بہت سے پٹھان دیکھے ہیں مگر یہ سطوت اور حشمت کسی میں نہیں پائی - میرا دل اس کے قید کرنے کو چاہتا ہے + جنید برلاس نے عرض کی - کہ اگر جہاں پناہ اسے قید فرمائینگے - تو پٹھانوں کی آمد و رفت دربار سے بالکل بند ہو جائیگی + بابر یہ سُن کر چپ ہو رہا + اگرچہ تمام گفتگو ترکی زبان میں ہوئی تھی - مگر شیر خاں طرز کلام سے مطلب سمجھ گیا - اور دربار میں ٹھیرنا مناسب نہ سمجھ کر پھر بہار کے حاکم کے پاس جا پہنچا + وہاں اس نے ایسا اقتدار پیدا کیا - کہ سلطان محمود کے مرنے کے بعد خود بہار کا مالک بن بیٹھا اور قرب و جوار کے علاقوں اور قلعوں کو فتح کر کے ۹۴۵ھ میں تمام بنگالے اور پٹنے پر قابض ہو گیا +

۴ - سلطنت کا شوق تو مُدّت سے اُس کے دل میں جوش مار رہا تھا - بابر کے مرنے کے بعد جب اس نے دیکھا کہ ہمایوں اور اُس کے بھائی آپس میں نفاق رکھتے ہیں اور وہ اور اُن کے تمام امرا آرام طلب اور عیش پسند ہیں - تو اس نے بادشاہی علاقوں پر ہاتھ ڈالنا شروع کیا - اور تمام افغانوں کے دلوں میں اتفاق کے ساتھ قومی ترقی اور ہمّت و حوصلے کی روح پھونک کر انہیں ایسا سپاہی بنا دیا - کہ جدھر کا رُخ کیا کامیابی نے "خوش آمدید" اور "صفا آوردید" کا

گیت گایا ÷ دشمن یا تو لڑ کر ہارا۔ یا اس کے داؤں پیچ میں آ رہا ÷ آخر کئی خونریز معرکوں کے بعد شیر خاں نے ہمایوں کو ہندوستان سے نکال باہر کیا۔ اور ۹۴۷ھ میں محض اپنی قوّتِ بازو سے کل سلطنتِ ہند کا مالک ہو کر شیر شاہ کے لقب سے تخت نشین ہوا ÷ اگرچہ مرگِ بے ہنگام نے اسے پانچ سال سے زیادہ سلطنتِ ہند کا نظم و نسق نہ کرنے دیا۔ مگر اس قلیل زمانے میں اُس نے رفاہِ عام کے ایسے ایسے کام کئے اور انصرامِ سلطنت کے ایسے ایسے نادر اصول باندھے۔ کہ شاذ و نادر کوئی بادشاہ ہوگا۔ جس نے اپنی پنجاہ سالہ حکومت میں بھی اس سے زیادہ یادگاریں چھوڑی ہوں ÷ پندرہ برس امارت اور سلطنت کے حاصل کرنے میں صرف ہوئے۔ صرف پانچ برس سرسبزی کی بہار دیکھی ÷

۵۔ شیر شاہ کی منصف مزاجی زبان زدِ ہر خاص و عام ہے ÷ اس کا قول تھا۔ کہ عدل تمام فضائلِ حسنہ کا زیور ہے ÷ اُس نے جا بجا عدالت کی کچہریاں قائم کیں اور خود عدالت کا ایسا شوقین تھا۔ کہ جب کوئی ستم رسیدہ اس کے دربار میں آتا۔ تو سب کام چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو جاتا۔ اور ظالم کو خواہ وہ اُس کے بیٹوں۔ عزیزوں یا امیروں ہی میں سے کیوں نہ ہوتا سزا دئے بغیر نہ چھوڑتا ÷ وہ ہمیشہ کہا کرتا۔ کہ بادشاہوں کے ظلم و غفلت اور ارکان دولت کی رشوت ستانی نے مجھے بادشاہ بنایا ہے ÷

۶ - شیر شاہ کو زراعت کی افزائش اور حفاظت کا بہت زیادہ خیال تھا - اس کا حکم تھا - کہ میرے ممالکِ محروسہ میں ہر سال پیمایش اُسی پیمایش کے بموجب ہو - جس کے لحاظ سے مالگذاری وصول کی جاتی ہے ✤ اس نے تمام ملک کو پرگنوں میں تقسیم کیا تھا - ہر پرگنے کے واسطے ایک قانون گو مقرر تھا - سات پرگنے کا تمام زراعتی حساب کتاب اس کے ذمّہ تھا - ایک امیر ایک شقدار - ایک خزانچی - ایک کارکن ہندی نویس - ایک فارسی نویس ہر پرگنے میں متعین رہتا تھا - اور ہر سرکار میں ایک صدر شقدار صدر الصدور رہتا تھا ✤ عمال کے مظالم و بیداد سے رعایا کو بچانے کے لئے سال دو سال کے بعد عاملوں کا تبادلہ ہو جاتا تھا ✤ لشکر کے کوچ کی حالت میں بادشاہ بذاتِ خود زراعت کی حفاظت کرتا - اگر کسی سپاہی سے ذرا بھی زراعت کا نقصان ہوتا - تو اُس کو نہایت سخت سزا دیتا تھا - اگر کسی مجبوری سے زراعت پامال ہوتی تو اس کا کافی معاوضہ دیا جاتا تھا - دشمن کے ملک میں بھی زراعت کے پامال کرنے یا رعایا کے گرفتار کرنے کی اجازت نہ تھی ✤ اُس کا مقولہ تھا - کہ رعیت بے گناہ ہوتی ہے - وہ ہمیشہ فریقِ غالب کی اطاعت کرتی ہے - پس اُس کو تباہ کرنا اپنا نقصان کرنا ہے ✤ یہی وجہ تھی - کہ دشمن کے ملک میں بھی اُس کے لشکر کو ہر قسم کی رسد کثرت سے مل جاتی تھی - اور اُس کا

ملک ایسا سرسبز و شاداب تھا۔ کہ قحط کا تو کیا ذکر کبھی غلے کی گرانی بھی نہیں ہوئی +

۷۔ شیر شاہ کو خیرات اور رفاہِ عام کے کاموں کی طرف خاص توجہ تھی + فقرا۔ مساکین۔ محتاجوں کے واسطے لنگر خانے جاری کئے جہاں اُن کو لذیذ کھانے ملتے تھے + اِن لنگر خانوں کا خرچ پانچ سو اشرفی روز کا تھا + اندھے۔ لُولے۔ لنگڑے۔ بُڈّھے۔ بیوہ اور مریض عورتیں سب کے نقد وظیفے مقرر تھے + مشائخین علما اور طلبا کی مدد معاش مقرر تھی + اس کا دسترخوان خدائی دسترخوان تھا۔ کہ جس کا جی چاہے آئے اور کھائے +

۸۔ مسافروں کے آرام کے واسطے اس نے یہ چار سڑکیں بنوائی تھیں + ایک قلعۂ رہتاس (پنجاب) سے سُنار گاؤں (بنگالہ) تک جو چار ماہ کا راستہ تھا + دوسری آگرے سے برہان پور (دکھن) تک + تیسری آگرے سے جودھ پور اور چتوڑ تک + چوتھی لاہور سے ملتان تک + ان سڑکوں پر دو رویہ کھرنی اور آم وغیرہ کے درخت نصب تھے + دو دو کوس کے فاصلے پر سرائیں موجود تھیں۔ جن میں ہندو اور مسلمانوں کے واسطے جُدا جُدا مکان تعمیر تھے + ہر سرائے میں مسلمانوں کے واسطے مسجد۔ امام۔ مؤذن۔ پانی کی سبیل۔ خدمت کے واسطے خدمتگار۔ ہندوؤں کے واسطے برہمن موجود رہتا تھا + ایک ایک نقارہ۔ دو دو ڈاک کے گھوڑے ہر سرائے میں رہتے تھے۔ جب بادشاہ دسترخوان پر

بیٹھتا - فوراً نقارہ بجتا تھا - اس کی آواز سُن کر برابر کی سرائوں میں نقارہ بجتا چلا جاتا تھا - اُسی وقت مسلمانوں کو پکا پکایا کھانا اور ہندوؤں کو دال آٹا گھی وغیرہ تقسیم ہوتا تھا + گھوڑے یا بیلوں کے واسطے دانہ وغیرہ بھی مفت ملتا تھا - کیونکہ ڈاک کے گھوڑوں کے ذریعے سے شاہی خبریں جلد پہنچتی تھیں +

۹ - ۹۵۲ھ میں شیر شاہ نے قلعہ کالنجر کا محاصرہ کیا + اثنائے محاصرے میں ایک دن وہ خود ایک مورچے پر کھڑا تھا - باروت کے گولے قلعے میں پھینکے جا رہے تھے - ایک گولہ دیوار قلعہ پر لگا اور ٹکرا کر مورچے پر آیا + پاس ہی اور گولوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا - دفعۃً سب بھڑک اُٹھے - سینکڑوں سپاہی اور سردار کباب ہو گئے - شیر شاہ بھی جھلس گیا - کبھی ہوش میں آ جاتا - کبھی بیہوش ہو جاتا تھا - مگر جب آنکھ کھولتا فوراً للکار کر حملے کا حکم دیتا + جو کوئی سردار اُسے دیکھنے آتا اُس سے کہتا کہ یہاں کیوں آئے قلعے میں جا پڑو + لوگ صندل اور گلاب چھڑکتے تھے - مگر موت کی تپش تھی - کسی طرح ٹھنڈی نہ ہوئی + شیر شاہ بار بار فتح کی خبر پوچھتا تھا - ادھر کسی نے فتح کی خوشخبری سُنائی - اُس نے الحمد للہ کہا اور فوراً طائرِ روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گیا + شیر شاہ کا مقبرہ سہسرام میں ہے - اُس کا شمار نہایت عمدہ اور خوشنما عمارتوں میں ہوتا ہے اور افغانی عہد کی ہنر مندی کا بہت

قابلِ قدر نمونہ ہے ؀

مولوی سعید احمد مارہروی

۸ - زعفران

۱ - سری نگر دار الخلافۂ کشمیر سے جانبِ جنوب کوئی آٹھ نو میل کے فاصلے پر ایک قصبہ بنام بانپور یا پام پور دریائے جہلم کے کنارے پر آباد ہے ؀ گزشتہ زمانے میں اسے پدم پور کے نام سے موسوم کرتے تھے ؀ روزِ ازل سے کشمیرِ جنت نظیر کے خطۂ پدم پور کی مٹی میں یہ تاثیر ودیعت ہوئی - کہ زعفران جیسی بیش بہا اور نایاب چیز کا وطن مالوف کہلائے ؀ ہونے کو تو زعفران علاقۂ کشتوار اور ایران میں بھی ہوتی ہے - مگر جو شرف یہاں کی پیداوار میں ہے کہیں سننے میں نہیں آیا ؀

۲ - وسطِ جون یا جولائی میں اس کی کاشت شروع ہوتی ہے ؀ زمین میں ہل چلا کر مٹی کو ہموار کیا جاتا ہے اور جا بجا خیابان بنا دئے جاتے ہیں - جس سے قدرتِ الٰہی کا تماشا نظر آتا ہے ؀ چند روز کے عرصے میں خود بخود پود سر نکالنا شروع کر دیتی ہے اور تقریباً تین مہینے میں اس کا نازک اندام پودا پورے قد کا ہو جاتا ہے - جس کی بلندی فٹ ڈیڑھ فٹ سے

زیادہ نہیں ہوتی + وسطِ ماہِ اکتوبر میں اپنے پورے جوبن پر آ جاتا ہے اور اُس کی ننھی ننھی شاخیں اپنی پیاری پیاری کلیوں کی آنکھیں کھولنا شروع کر دیتی ہیں - اسے شگوفۂ زعفران کہتے ہیں + جب خاندانِ گل کا آخری بادشاہ یعنی گلِ زعفران تاجِ شاہی کو زیب سر کر کے مسند آرائے انجمنِ گلشن ہو کر کرسیٔ ناز پر جلوہ فرمائی کرتا ہے - تو اس جشنِ تاج پوشی کے اشتیاقِ دیدار میں زندہ دلوں کے دل پُر اضطراب اور آنکھیں بے تاب ہو جاتی ہیں - اور قرب و جوار کے لوگ جوق جوق ہر طرف سے دیوانہ وار اُس کے خیر مقدم کے لئے میلوں کی مسافت طے کر کے پہنچتے ہیں +

۳ - اس کا پھول عشق پیچاں کے پھول سے قدرے چھوٹا اور بنفشے سے کچھ بڑا - مگر شکل و شباہت اور رنگت کے لحاظ سے گل بنفشہ کے قریں تر ہوتا ہے + ذرا اس بنفشی سُرخی لئے نیلگوں فانوس کو اُٹھا کر دیکھئے اس میں شمعِ مراد پوشیدہ ہے جس کو آپ زرِ گل کہتے ہیں +

۴ - پنکھڑیوں کو پھول سے جُدا کر کے دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں اوپر کا حصہ جو اصل ارغوانی رنگ کا ہوتا ہے - علیحدہ رکھا جاتا ہے اور موگوہ کہلاتا ہے - نیچے کا حصہ جو کچھ سفیدی مائل ہوتا ہے لچھہ نام پاتا ہے + اس نازنین کو

دہقانوں کے سخت ہاتھوں سے تڑوا کر طرح طرح کے عذاب میں گرفتار کیا جاتا ہے + پہلے دھوپ میں سکھاتے ہیں۔ پھر ایک باریک چھڑی کی نرم نرم ضربوں سے کوٹتے ہیں۔ پھر ایک پانی کے مٹکے میں غوطہ دیتے ہیں۔ وزنی زعفران تہ میں بیٹھ جاتی ہے اور افسردہ پنکھڑیاں پانی کی سطح پر تیر آتی ہیں۔ پانی کو گرا دیا جاتا ہے۔ اور کیسر نکال لیتے ہیں۔ یہ زعفران شاہی کا معزز خطاب پاتی ہے۔ بڑی کمیاب ہوتی ہے اور سونے کے مول تولی جاتی ہے + فصل کے دنوں میں کشت زاروں اور کارخانے پر سرکاری پہرا بیٹھ جاتا ہے اور ایک ایک پھول کی حفاظت کانِ طلائی کی طرح عمل میں لائی جاتی ہے +

۵ - زعفران کی ابتدا ہماری لاعلمی کے پردے میں پوشیدہ ہے + بعض تو اسے کشمیری الاصل بتاتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ اس کی جڑ جو پیاز سے بہت مشابہ ہوتی ہے۔ شیو جی نے کسی کو دی جس کا یہ سارا گل کھلایا ہوا ہے۔ اور بعض ایرانی الاصل بتاتے ہیں۔ مگر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس کی کاشتکاری قدیم الایام سے اس سرزمین میں چلی آتی ہے جس کی نسبت عجیب عجیب روایات مشہور ہیں جو نظر انداز کی جاتی ہیں +

۶ - ایام گذشتہ میں زعفران کی کاشت یہاں بہت ترقی پر رہتی تھی - چنانچہ عہدِ مغلیہ میں اور خصوصاً اکبر اعظم سے شاہ جہاں کے زمانے تک دس بارہ ہزار بیگھے تک زمین میں اس کی کاشت ہوتی تھی - اور یہ اپنی معراجِ کمال پر پہنچ گئی تھی - مگر بعد میں بہ سبب متواتر حوادثاتِ ملکی اور قحط سالیوں کے لوگ اس کی جڑوں تک کو زمین سے کھود کر کھا گئے جس سے پیداوار میں نہایت ضعف آ گیا - مگر آجکل پھر رُو بہ ترقی ہے ٭

۷ - کشمیر کا یہ موسم عجب دلکش ہوتا ہے ٭ ہوا اور فضا نہایت صاف و شفاف - آسمان پر کہیں کہنے کو بھی بادل کا کوئی ٹکڑا دکھائی نہیں دیتا - دھوپ میں گرمی کا نام نہیں - نور ہے بے نار جس میں آب ہی آب ہے اور تاب کا نام تک نہیں ٭ شہر سے بانپور تک سڑک باقاعدہ اور مصفّا ہے اور اس کے بائیں جانب فصیلِ کوہ اور دائیں طرف آبِ جہلم ایک خاموشی کے عالم میں اپنے آسمانی رنگ کے پانی کو لئے اپنے راستہ پر سانپ کی طرح لہراتا اور بل کھاتا چلا جاتا ہے ٭

۸ - خزاں کی نیرنگی اور رنگ آمیزی سے سیر کا لطف اور بھی دو چند ہو جاتا ہے ٭ جس طرف دیکھو سرخ و سبز پوش اور جدھر نگاہ اُٹھاؤ گلابی اور زعفرانی قبائیں بر دوش درخت ایک آن بان کے ساتھ کھڑے ہیں - چنار جو اس دیار کی شان و شوکت کا سرتاج ہے اور ہر موسم میں

نیا رنگ لاتا ہے اُس کے مُنہ پر شفق پھولی ہوئی ہے۔ اور اس کے شاندار خیمے ایسے سُرخ دکھائی دیتے ہیں کہ گویا کسی کے خرمنِ عیش میں آگ لگی ہو ÷ سفیدے۔ سبز و بسنتی لباس پہنے ہر طرف پرے باندھے سربلند ہیں ÷ دوسرے جوانانِ چمن بھی ہفت رنگ گلیموں اور قباؤں سے مزین ہیں مگر اپنی دو روزہ بہار پر اُن کو خود بھی مایوسی ہے ÷ ہوا کے چلنے سے رنگ برنگ کے پتّوں کا جھڑنا گل افشانی کا سماں دکھاتا ہے۔جو ایک دوسری بہار سے مشابہ ہے اور جس کو خزاں کا شگوفہ کہتے ہیں ÷ اسی سے پتا چلتا ہے۔کہ خزاں اور بہار میں فرق ہے۔ تو اتنا کہ ایک صبح ہے تو دوسری شام؎

جنوں پسند ہے مجھ کو ہوا ببولوں کی
عجب بہار ہے ان زرد پھولوں کی

۹۔ پام پور کے قریب جا کر ذرا شرق کی طرف نظر اُٹھاؤ۔ تو ایک قطعۂ مرتفع نہایت نامحسوس اُٹھان کے ساتھ بلندی کی طرف راغب ہوتا ہوا نظر آتا ہے اور رفتہ رفتہ منتہاے نظر تک پہنچ کر ایک نہایت دلفریب اور خوش قطع ہلال نما وادی کی صورت میں ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے گرد مدوّر پہاڑی احاطہ کئے ہوئے ہے ÷ ایسے قطعۂ مرتفع کو یہاں گریوہ کہتے ہیں جو عام طور پر پہاڑوں کے دامنوں میں کم و بیش سلامی چبوتروں کی صورت میں لگے رہتے ہیں اور اپنی زر ریزی کے لئے مشہور آفاق ہیں۔ اس گریوے کی گود میں طائل زعفران

کی پرورش ہوتی ہے ؛

۱۰- جب سورج نیلگوں آسمان کا سارا میدان خالی کر کے مغربی کوہستان کی گھاٹیوں میں اپنا منہ چھپانے کو ہوتا ہے تو زعفران زار کی کشت ایک دلچسپ کیفیت رکھتی ہے ؛ منتہائے نظر پہ سبز سبز اور نیلی نیلی پہاڑیوں کی لمبی قطار اور اس کی ناہموار مگر سڈول آسمان سے باتیں کرتی ہوئیں مخروطی چوٹیاں - مغربی افق پر شفق کا پردۂ ارغوانی اور دامنِ کوہ میں ایک دلکشا وادئ شادمانی- جس کی زندگی بخش ہوا اور جاں پرور خوشبو سے دیکھنے والوں کی آنکھیں شاداب - دل شگفتہ اور دماغ معطر ہوتے جاتے ہیں نظر آتی ہے ؛ پس پشت دریائے بہت ایک سکون کے عالم میں اپنی پر تمکنت رفتار کو پورا کرتا اور آسمان کے بدلنے والے رنگوں کی تصویریں اپنے سینۂ صاف کے آئینے میں اتارتا ہوا چلا جاتا ہے ؛ اس سے دلاویز نظارہ شب ماہ کا ہے - کوہستانِ مشرق سے ماہِ کامل کا سر اٹھانا - آن کی آن میں تاریک وادی کو اپنی نورانی شعاعوں سے بھر دینا - پہاڑوں کے آسیب وار سایوں کا سمٹنا اور سمٹ سمٹ کر اُن کے دامنوں سے لپٹ جانا- زعفراں زار پر چاندنی کا چھٹکنا گویا تاروں بھری رات کا زمین پر اتر آنا - اس کی پُرنور کرنوں کا پھولوں کے رنگین فانوسوں میں سمانا اور دریا کے آئینۂ سیال میں جلوس بدر کا فوٹو اتارنا ایسے جنون خیز سامان ہیں کہ جن کو دیکھ کر فرط انبساط سے غشی نہ کرنا اور حواس خمسہ کا سلامت

لے آنا ایک نا ممکن سا امر معلوم ہوتا ہے - مگر تعجب ہے - کہ پھر سب کے سب اچھے خاصے چلے آتے ہیں ۔

(مولوی صادق علی خاں صاحب)

---

۹ - ہندوستان کے موسم

۱ - اگر کسی شخص سے پوچھیں - کہ ہندوستان میں کتنے موسم ہوتے ہیں - تو وہ بلا تکلف یہی جواب دیگا - کہ گرمی - برسات - جاڑا - اور اگر کوئی زیادہ غور کر کے جواب دیگا - تو اس میں خزاں اور بہار کو اور بڑھا دیگا ۔ لیکن درحقیقت ہندوستان میں یہ چھ موسم ہوتے ہیں - اور ان میں سے ہر ایک تقریباً دو مہینے رہتا ہے - اول گرمی دوسرے برسات - تیسرے سرت یعنی شروع خزاں چوتھے ہمانتا یعنی ختم خزاں - پانچویں جاڑا - چھٹے بہار ۔

۲ - زبان سنسکرت کے قدیم شاعروں نے ہر ایک موسم کی خوبیوں کو بڑے دلچسپ پیرایہ میں نظم کیا ہے اور ان کی اصلی کیفیتوں اور علامتوں کی ہو بہو تصویر کھینچ کر دکھائی ہے ۔

۳ - ہر موسم کی خوبیاں اور خصوصیتیں اس کے ساتھ ہوتی ہیں ۔ گرمی کے موسم میں سورج کی تیزی اس بلا کی ہوتی ہے - کہ خدا کی پناہ ۔ بڑے بڑے مکانات تنور کی طرح تپنے لگتے ہیں - ہر ایک مسافر کا حلق خشک ہوا جاتا

ہے اور اس میں سے پسینے کی دھاریں فوارے کی طرح جاری ہو جاتی ہیں ۔ امرا تو خس کی ٹٹیوں اور فرشی پنکھوں سے کچھ آسایش اُٹھا لیتے ہیں ۔ لیکن غریب اور متوسط درجے کے لوگوں کو کسی پہلو قرار نہیں آتا ۔ اور دستی پنکھے جھلتے جھلتے اُن کے ہاتھ شل ہو جاتے ہیں ۔ یہ کیفیت تو گھروں کے اندر ہوتی ہے ۔ باہر نکلیں تو گرم ہوا اور لو تھپیڑے اور تمام جسم کو جھلسے دیتی ہے ۔ انسانوں پر ہی منحصر نہیں بلکہ جانور ۔ درخت اور جھاڑیاں بھی اس کے اثر سے محفوظ نہیں رہتیں ۔ بعض مقاموں میں آندھی اور گرد وغبار اس بلا کا ہوتا ہے ۔ کہ چلنے والوں کو آنکھیں کھول کر دیکھنا دشوار ہو جاتا ہے ۔

۴ ۔ سورج کی کرنوں کی تیزی سے جنگلوں کے وحشی درندے بھی محفوظ نہیں رہتے اور اُن کے اوسان جاتے رہتے ہیں ۔ کسی شاعر نے گرمی کی کیفیت بیان کرتے ہوئے یہاں تک مبالغہ کیا ہے ۔ کہ اس موسم میں گرمی کی طپش سے بچنے کے لئے سانپ مور کی دُم کے سائے میں پناہ لیتے ہیں اور اس بات کا مطلق خوف نہیں کرتے ۔ کہ مور ہمیں کھا جائیگا ۔ مینڈک سانپ کے پھن کی اوٹ میں چھپتا ہے ۔ اور ذرا نہیں ڈرتا ۔ کہ سانپ مجھے نگل جائیگا ۔ ہر ایک جاندار کو گرمی ایسا پریشان کر دیتی ہے ۔ کہ اُسے دوست و دشمن کا بھی امتیاز نہیں رہتا ۔

۵ ۔ ایسی سخت گرمی کے بعد برسات کی رُت آتی

ہے۔ اس کا لطف بالکل جداگانہ ہوتا ہے۔ آسمان پر چاروں طرف بادل دوڑتے پھرتے ہیں۔ کبھی ایک سرے سے دوسرے تک بجلی کی چمک آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر دیتی اور بادلوں کی گرج کمزور دلوں کو ہلا دیتی ہے۔ کبھی موسلا دھار پانی لوگوں کو اُکتا دیتا ہے۔ کبھی ننھی ننھی بوندیں پژمردہ دلوں اور مُرجھائے ہوئے درختوں کو تر و تازہ کر دیتی ہیں ÷

۶ - دریا اور تالاب لبریز ہو جاتے ہیں اور سارا ملک جل تھل نظر آتا ہے۔ جدھر نظر اُٹھا کر دیکھو سبزہ ہی سبزہ لہلہاتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ جس سے آنکھوں میں نور اور دل میں سرور پیدا ہوتا ہے ÷ طرح طرح کی نباتات اُگتی ہے اور عجب بہار دکھائی دیتی ہے ÷ مور کا ناچ اور پپیہے کی آواز دلوں کو بھاتی ہے اور بے اختیار یہی جی چاہتا ہے۔ کہ جو وقت ملے۔ باغوں اور جنگلوں کی سیر میں گزارو۔ مگر دُنیا کا دستور ہے۔ کہ جہاں پھول ہے وہاں کانٹا بھی ہے۔ بعض دریاؤں میں ایسی طغیانی ہوتی ہے۔ کہ وہ اپنے ساتھ موضع کے موضع بہا کر لے جاتے ہیں۔ اور ہزاروں آدمیوں کو بے خانماں کر دیتے ہیں ÷

۷ - برسات کے ختم ہوتے ہی خزاں شروع ہو جاتی ہے ÷ یہ موسم نہایت امن کا ہوتا ہے۔ تمام عناصر کا زور گھٹ جاتا ہے۔ باغوں میں پھولوں کی بہار عجب لطف دکھاتی ہے۔ میووں کے درخت از سرتا پا پھلوں سے

لد جاتے ہیں - فصل خریف اسی موسم میں تیار ہوتی اور کٹتی ہے - غریب کاشتکار کچھ دنوں کے لئے مطمئن ہو جاتے ہیں +

۸ - اب موسم خزاں کا اختتام شروع ہوتا ہے + اس میں سب سے زیادہ نظر فریب آسمان کا نظارہ ہوتا ہے + کسی وقت گرد و غبار کا نام نہیں ہوتا ہر وقت صاف شفاف نیلگوں آسمان نظر آتا ہے + کبھی کبھی سفید بادلوں کے ٹکڑے بھی نظر آ جاتے ہیں - بعض اوقات بادلوں کی گرج بھی سنائی دیتی ہے - مگر عموماً موسم کی حالت بہت اچھی ہوتی ہے - اور لوگوں میں چہل پہل رہتی ہے +

۹ - خزاں کے ختم ہوتے ہی جاڑے کا موسم آ جاتا ہے + ہندوستان میں اتنی سخت سردی تو ہوتی نہیں جتنی سرد ملکوں میں ہوتی ہے - لیکن زیادہ وسیع ملک ہونے کی وجہ سے کہیں کم کہیں زیادہ ہوتی ہے + ہندوستان میں یہ موسم نہایت آرام سے گذرتا ہے - صبح کو اتنی کہر پڑتی ہے - کہ سورج کی شکل بھی نظر نہیں آتی البتہ جب دن چڑھتا ہے اور دھوپ میں کسی قدر تیزی آ جاتی ہے - اس وقت کہر دور ہو جاتی ہے اور روشنی پھیل جاتی ہے + یہ موسم اُن کھیلوں کے لئے جو کھلے میدانوں میں کھیلے جاتے ہیں نہایت موزوں ہوتا ہے - انہیں دنوں میں مدارس کی ٹیمیں باہر دورہ کرتی اور کھیلتی ہیں + ہر چند کہ چند دن کے لئے سردی اس قدر بڑھ جاتی ہے - کہ لوگ اس سے تکلیف محسوس

کرنے لگتے ہیں ۔ لیکن بالعموم یہ موسم نہایت خوشگوار ہوتا ہے +

۱۰۔ سردی کے اختتام پر موسم بہار کا آغاز ہوتا ہے ۔ جنوبی ہوا چلتی ہے ۔ پرندوں کو تمام دن چہچہاتے گذر جاتا ہے ۔ درختوں کا تمام لباس بدل جاتا ہے ۔ اور اُن کی رونق دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے ۔ ہر ایک جاندار کی روح میں ایک قسم کی تروتازگی پیدا ہو جاتی ہے ۔ اور چہروں سے بشاشت ٹپکنے لگتی ہے ۔ طرح طرح کے خوشبودار پھول اسی موسم میں کھلتے ہیں ۔ اور باغوں جنگلوں اور میدانوں کی ہوا کو اپنی خوشبو سے مہکا دیتے ہیں +

محمد مظہر الحسن زبیری

۱۰۔ اندرونی بیماریاں

۱۔ ایک ماں بچے کو نصیحت کر رہی ہے ۔ یہ جو ظاہری بیماریاں ہیں ۔ اِن میں تو جان کا ڈر ہے ۔ اور دل کی بیماریوں میں ایمان کا خوف ہے + بچہ پوچھتا ہے اچھی اماں جان ! وہ کیا بیماریاں ہیں ؟ کہا بیٹا وہ یہ بیماریاں ہیں کہ انسان اپنے تئیں سب سے اچھا جانے اور اپنے سامنے کسی کو کچھ نہ سمجھے ۔ کسی کو اچھے حال میں دیکھے تو جل جائے ۔ دل میں کپٹ رکھے اور ظاہر میں دوست بنا رہے ۔ لوگوں کو پیٹھ پیچھے بُرا

کہے ۔ اور سامنے خوشامد کرے ۔ جس سے جیسے اپنی غرض کے لیئے چلے ۔ اپنے فائدے کے لئے دوسرے کے نقصان کا روادار ہو ۔

۲ ۔ نیک کام لوگوں کے دکھانے کو کرے ۔ کسی پر ذرا احسان کرے تو ایک جگہ سے کہتا پھرے ۔ اور دل میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر عیب نکالے ۔ اور اپنے عیبوں سے آنکھیں بند کر لے ۔ کسی میں ایک عیب دیکھے تو اس کی ساری خوبیوں پر پانی پھیر دے ۔ اسی طرح لالچ ۔ دھوکہ ۔ لنتراپن ۔ جھوٹ ۔ کبر ۔ دغا یہ سب بیماریاں ہیں ۔ خدا دشمن سے دشمن کو یہ آزار نہ لگائے ۔

۳ ۔ چوری ۔ جوا ۔ بدکاری یہ عیب بلا سے ایسے تو ہیں کہ ان کا کرنے والا ان کو عیب تو جانتا ہے اور یہ عیب جو ہم نے بتائے ان کا تو حال ہی نہیں کھلتا ۔ غرور کرنے والا کبھی اپنے آپ کو مغرور نہیں جانتا ۔ غیبت کرنے والا کبھی کسی کی برائی کرنے سے شرمندہ نہیں ہوتا ۔ فریبی ہمیشہ فریب دینے کو ہنر جانتا ہے ۔

۴ ۔ بچے نے کہا اماں جان پھر یہ عیب آدمی سے کیونکر چھوٹیں ؟ کہا بیٹا ! ان کا علاج اسی سے ہو سکتا ہے جو علم رکھتا ہے اور ہر وقت اخلاق کی کتابیں دیکھتا رہتا ہے اور ہر ایک عیب کو اس طرح جانتا ہے ۔ جیسے طبیب ہر ایک بیماری کی جڑ کو پہچانتا ہے ۔ ۱

۵۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری قیصرۂ مرحومہ ملکہ وکٹوریہ ایسی رحمدل اور خلق والی تھیں۔کہ ایسا ہونا مشکل ہے۔غرور اور گھمنڈ کبھی اُن کے پاس سے ہو کر نہ گذرا تھا +

۶۔سُنا ہے۔کہ ایک دن کہیں گاڑی میں بیٹھی ہوئی سڑک پر چلی جاتی تھیں۔ اور آبادی وہاں سے بہت دور تھی + ایک بوڑھا آدمی گھاس کا گٹھا سر پہ رکھے چلا جاتا تھا۔ ملکہ نے اُس کا گٹھا گاڑی میں رکھوا لیا۔ اور اس کو گاڑی کے پیچھے بٹھا لیا + جب وہ جگہ آ گئی جہاں اُس کو پہنچنا تھا۔ ملکہ نے فرمایا جاؤ تمہاری جگہ آ گئی۔ وہ اُتر کر آداب بجا لایا اور عرض کیا۔کہ آج میری ماں جیتی ہوتی۔تو وہ بھی میرے ساتھ اس سے زیادہ نہ کرتی جو حضور نے کیا +

۷۔اسی طرح ایک دن رستے میں کچھ ہجوم سا تھا۔ ملکہ کی گاڑی جو اُدھر آئی تو نوکر چاکر لوگوں کو ہٹانے لگے + ملکہ نے دیکھا کہ انبوہ بہت ہے فوراً گاڑی سے اُتر لیں اور جب تک اس ہجوم سے نہ نکل لیں سوار نہ ہوئیں +

۸۔ اسی طرح ایک دن شہزادہ کھیلتا کھیلتا دریا کی طرف جا نکلا + وہاں کسی غریب کا لڑکا مچھلیاں پکڑ رہا تھا + شہزادے نے اس سے مچھلیاں مانگیں + اس نے ایک مچھلی تو دے دی۔ پھر جو مانگی نہ دی + شہزادے نے کچھ سختی کی۔ وہ ان سے عمر میں بڑا تھا۔ اس نے انہیں خوب مارا + کسی طرح یہ خبر ملکہ کے حضور میں بھی

پہنچ گئی۔ ملکہ نے اس لڑکے کو بُلا کر بہت آفرین کی اور کہا شاباش! تم بڑے غیرت دار اور بہادر ہو کہ بادشاہ کی اولاد سے نہ ڈرے ✣ پھر اس کو شہزادوں کے ساتھ تعلیم و تربیت کرایا۔ اور تجارت کے لئے روپیہ دیا۔ اُسی ملک میں ایک جزیرہ ہے وہاں اُس کے برابر کوئی سوداگر نہیں ✣

۹۔ دیکھو علم والوں کا ایسا خلق ہوتا ہے۔ آج ایک ادنےٰ ماما کا ایک روپے سے دو روپے مہینہ ہو جاتا ہے۔ تو سیدھے مُنہ بات نہیں کرتی۔ اور جو دو ولایتوں کی مالک تھی اس کا یہ حال ہے ✣

حالی

۱۱۔ سیرِ گلُ فروشان پر ایک سرسری نظر

۱۔ دھوآں دھار بادل اُٹھے۔ اودی اودی گھٹائیں گھریں۔ نیلا آسمان کاک ریزی ہوا۔ بجلی کوندی۔ رعد گرجا۔ ٹھنڈی ہوائیں آئیں۔ ہلکی ہلکی بھوار پڑنی شروع ہوئی اور آناً فاناً میں پیش نظر منظر کچھ سے کچھ ہو گیا ✣ **برکھا رُت** یہ بھی کیا روح افزا رُت ہے۔ جسے بھاکا والے **برکھا** اُردو داں برسات انگریز رینی سیزن اور اہل فارس برشگال کہتے ہیں ✣

۲۔ اس میں شک نہیں۔ جتنا اثر اس موسم کا

ہندوستان پر پڑتا ہے - اور جو کیفیت یہاں والے اس موسم کی اُٹھاتے ہیں وہ اور ملکوں میں نصیب نہیں + یہاں سبزے لہک جاتے ہیں - ہریالی متوالی بیلیں دوڑتی ہیں - پھول برستے ہیں - ڈالیاں جھومتی ہیں - میدان - پہاڑ - جنگل اور چمنستان - ندی نالے بھرے پُرے - دریا جوبن پر آجاتے ہیں اور قریب قریب ہر نظر روپ سے خالی نہیں پھرتی +

۳ - انسان تو انسان اس رُت کی ہواؤں میں یہ خاصہ ہے - کہ حیوانوں میں بھی ایک قسم کی مستی پیدا ہو جاتی ہے + مور جھنگارتے ہیں - کوئل کوکتی ہے - پپیہا الاپتا ہے - بھونرے گونجتے ہیں - رنگ رنگ کی تیتریاں پھول سونگھتی ہیں - مکھیاں بھن بھن کرتی ہیں - اور جہاں تک دیکھا ہے - ہر چرند و پرند ان دلاویزیوں سے سرشار ہو کر جھومنے اور کلیلیں کرنے لگتے ہیں + گائے بھینس جو سبزہ زار میں چرتی ہیں - اُن کے بھرے بھرے جسم - تیار بدن - نظر پھسل پھسل جانے والے اعضا - موتی جیسا پانی پڑتے ہی چمکنے لگتے ہیں - وہ نرم نرم ہری ہری گھاس کھاتی ہیں - گردنیں اُٹھا اُٹھا کر فضائے آسمان کو دیکھتی جاتی ہیں - قدم قدم اِدھر اُدھر بڑھتی ہیں - اور گویا زبانِ حال سے اُن تازگیوں کا شکر ادا کرتی جاتی ہیں - جو قدرت نے اُن کے لئے مہیا کر دی ہیں +

۴ - برف جیسا سفید دود جھاگ جھاگ اُن کے تھنوں میں افراط کے ساتھ پیدا ہوتا ہے - مکھن اور گھی کی

نہریں اُبلتی ہیں اور بہتی ہیں اور وہیں کے جمے ہوئے چشمے اپنے مالکوں کے لئے وقف کر دیتی ہیں ۔

۵ - ایسے میں دلی سے سات آٹھ کوس نکل کر جب کبھی قطب صاحب چلے گئے ہیں - بس زندگی ہو گئی ہے ۔ زندگی کا سہانا وقت ۔ صاف ستھرے میدان ۔ ٹہلئے دوڑیئے وحشت ۔ دھلی دھلائی سڑکیں اور میلوں کا ہرا بھرا نظارہ آنکھوں کو منوّر ۔ دل کو سرور ۔ اور طبیعتوں کو چونچال کر دیتا ہے ۔ تالاب اور جوہڑ گدلے پانی سے لبریز ہوتے ہیں ۔ لمبی لمبی گھاس اُن کے گرد ہوتی ہے ۔ لال سبز کائی اپنا جماؤ دکھاتی ہے ۔ کالی کالی گھٹائیں ان پر سایہ کرتی ہیں اور سفید سفید عمارتوں کا جگہ جگہ درختوں میں جھلکنا ۔ بس کچھ انہیں نگاہوں سے پوچھئے جنھوں نے دیکھا ہے ۔

۶ - اے لیجئے وہ بگلوں کی قطار کالے کالے بادلوں میں روئی کے گالوں کی طرح اُڑتی ہوئی منصور کے مقبرے سے چلی ۔ بیوی نور پہنچی ۔ جوگ مایا میں براجی اور قطب صاحب کے جھرنوں پر پر مارنے لگی ۔

۷ - آہاہا! آج ہی تو پنکھا بھی ہے اور وہ بھی جمعرات کا! شام کے لگ بھگ لاٹھ سے لے کر جھرنے تک بلکہ اُس سے بھی پرے ہندو ۔ مسلمان ۔ غریب امیر وضیع و شریف ۔ بڈھے ۔ جوان ۔ لڑکے بالے سبھی اہلے گہلے پھر رہے ہیں ۔ لمبا لپکارا بازار ۔ رنگیلے چھبیلے شوقین مزاج تماشائیوں سے اٹاٹٹ بھرا ہوا ہے ۔ دو رویہ دکانیں

سجی ہوئی ہیں - شیشہ آلات جھمک رہے ہیں - مٹھائیاں چُنی ہوئی ہیں - کھانے پک رہے ہیں - اُن کی بو باس بلند ہو ہو کر دماغوں کو تازہ کر رہی ہے * کہیں میوجات قرینے سے لگے ہوئے ہیں - کہیں سادہ کار زر و زیور - چاندی - سونے کا دریا بہا رہے ہیں - کہیں سلمے ستارے کی جوت آنکھوں میں روشنی دیتی ہے * طرح طرح کے سامان وضع وضع کے تکلفات نظر آ رہے ہیں - رام رنگی کے متوالے جھومتے جھامتے چلے آتے ہیں - صوفی صافی پھریریاں لے لے کر مسکرا رہے ہیں - کٹورہ بج رہا ہے - سودے والوں کی پُکار تمام نظارے کو گرم کئے دیتی ہے - اور شوقین شہر کے زندہ دل باشندے اپنے بُوتے اور حوصلے سے زیادہ بنے سنورے - پوشاکیں پہنے - عطروں میں بسے - گلوریاں مُنہ میں دبائے اُدھر سے اِدھر اِدھر سے اُدھر گشت لگا رہے ہیں *

۸ - دفعتہً البیلے سُروں میں شہنائی کی آوازیں آنے لگیں - تسلسل بڑھا - پھول والوں کا پنکھا لدا پھندا ہوا کو مہکاتا جوبن میں تُلتا سامنے سے آیا - غول کا غول بڑھا - تماشائیوں نے مُڑ مُڑ کے دیکھنا شروع کیا - بالاخانوں پر لوگ متوجہ ہو گئے - جگہ جگہ نظریں پڑنے لگیں - رنگین آنچل ہوا میں لہرائے - نگاہیں جُھکیں اور نفیری کے دلکش زمزموں نے گردنیں ہلا دیں * یہ میلہ شاہی میلہ ہے - وہ زمانہ اور اس کا شباب تو ہمیں نصیب کہاں ہوا - لیکن ہاں آجکل بھی جیسا ہوتا ہے -

وہ دُور دُور نہیں ہوتا۔ بلکہ ہمارا تو یہ خیال ہے کہ دُنیا کے پردے پر ایسا اُجلا میلا شاید ہی کہیں ہوتا ہو + انسانوں کے مذاق مختلف ہیں۔ اس کا تو کوئی ذکر ہی نہیں۔ لیکن ایسا موسم۔ ایسا سما۔ ایسے سامان ایسی زمین پر جمع ہو جانے نہایت ہی مشکل ہیں + او ہو ہو! وہ پنکھا آگے بڑھا۔ وہ خلقت ٹوٹی۔ وہ تماشائیوں کا ہجوم اُسے اپنے حلقے میں لئے چلا۔ وہ پھوار پڑی۔ وہ بجلی چمکی۔ نم آلود ہوائیں چلیں اور وہ نفیری کے میٹھے سُر اس ٹھنڈک میں دلوں کی کلیاں کھلا گئے + اب جگہ جگہ یہ پنکھا ٹھیرتا جاتا ہے۔ بالا خانوں پر۔ دُکانوں پر لوگ اس عالم کو خوش ہو ہو کر دیکھتے جاتے ہیں۔ اور ہنستے جاتے ہیں + نفیری والوں کو گوٹہ لگے رنگ برنگ کے دوپٹے روپے اور ریزگاری انعام میں پھینک رہے ہیں اور کان پڑی آواز سُنائی نہیں دیتی + ہنس مکھ چہرے۔ شاد شاد صورتیں۔ خوشی بھری آوازیں ہر طرف سے زندہ دلی کا پورا ثبوت دے رہی ہیں۔ اور اک عجیب و غریب عالم ہے۔ جو اس وقت اس مقام پر برس رہا ہے۔ ہاں خوب یاد آیا۔ اس سے ذرا پہلے جہاں جھرنا جھرتا ہے وہیں موجیں اک وسیع ظرف (تالاب) میں بے چین ہوتی ہیں + پیراک پیرتے ہیں۔ اُدھر اوپر سے کُدائیاں ہوتی ہیں۔ جوان بچے بلکہ بُڈھے بُڈھے جانگیا پہنے لُنگ باندھے۔ وضع وضع کی تیرائیاں تیرتے ہیں۔ غوطے لگاتے ہیں۔ کُشتیاں ہوتی ہیں۔ چھینٹے

لڑتے ہیں - چہلیں ہوتی ہیں + گھنے اور تناور درختوں میں جھولے پڑتے ہیں - پینگیں بڑھائی جاتی ہیں - لال سبز پٹریاں جگمگاتی ہیں - ترانے اڑتے ہیں اور ملار الاپتے ہیں +

آغا شاعر قزلباش دہلوی

۱۲ - جزیرۂ سسلی

۱ - یہ جزیرہ اٹلی کے جنوب میں واقع ہے - اور اسی ملک کے زیر حکم ہے + عربی میں اس کو صقلیہ کہتے ہیں + بنی عباس کے عہدِ حکومت میں ایک مدت تک مسلمانوں کے قبضے میں رہا - طول و عرض کے لحاظ سے بحیرۂ روم کے جزیروں میں سب سے بڑا ہے + یہاں کی زمین سرسبز و شاداب ہے - قسم قسم کے پھول - ترکاریاں اور میوہجات بکثرت پیدا ہوتے ہیں + مرجان - مچھلی - شراب - مکھن اور پنیر یہاں کی سوغات ہے اور ممالک غیر کو جاتی ہے +

۲ - جزیرے کے تمام بڑے بڑے شہروں کے درمیان ریل کا سلسلہ قائم ہے - لیکن ساحل کے شہروں میں جہازوں کے ذریعے زیادہ آمد و رفت رہتی ہے - کیونکہ ریل کا کرایہ جہاز کی نسبت گراں ہے + یہ سب خوبیاں تو ضرور ہیں - مگر ان کے ساتھ ایک تکلیف دہ چیز بھی ہے اور وہ یہاں کا آتش فشاں پہاڑ

اٹھتا ہے - اس کی وجہ سے یہاں کبھی کبھی زلزلہ آتا رہتا ہے اور صدہا جانیں ہلاک ہو جاتی ہیں +

۳ - اس جزیرے کے اکثر بڑے بڑے شہر سمندر کے کنارے آباد ہیں - اور بندرگاہوں کا کام دیتے ہیں + پلرمو یہاں کا دار الحکومت ہے - یہ شہر سسلی کے اور بندرگاہوں سے زیادہ ترقی پر ہے - اور اٹلی کے مشہور بندرگاہوں میں شمار کیا جاتا ہے + اس کا گھاٹ پختہ اور بندرگاہ وسیع ہے - یہاں سے نیپلز اور مسینا کو روزانہ ایک جہاز جاتا ایک آتا ہے + جنوا اور ٹونس کے جہازوں کی بھی اوقات مقررہ پر آمد و رفت رہتی ہے - جہاز رانی کے فن میں یہاں کے باشندے خوب ماہر ہیں +

۴ - پلرمو ہموار زمین پر آباد ہے + بازار وسیع - عمارتیں پختہ و نفیس بنی ہوئی ہیں - سڑک پر درختوں کی دو رویہ قطار نے شہر کی خوبصورتی اور بھی بڑھا دی ہے - اس کے عین وسط میں ٹریموے چلتی ہے اور دونو جانب گاڑیاں - لوگوں کی آمد و رفت کے لئے دونو طرف پٹڑیاں بنی ہوئی ہیں + بعض چوکوں میں گیس کی روشنی ہوتی ہے + جرمنی اور امریکہ کے سیاح موسم بہار میں سیر کی غرض سے یہاں آتے ہیں +

۵ - مسینا کا بندرگاہ سسلی کے مشرقی ساحل پر واقع ہے + یہاں سے اٹلی کا جنوبی حصہ اور مشرقی سسلی کے پہاڑ دکھائی دیتے ہیں + اٹلی کا یہ حصہ

مسینا کے بندرگاہ سے اس قدر قریب ہے۔کہ سمندر کا عرض اس موقع پر تین چار میل سے زیادہ نہ ہوگا ۔ سمندر کا حصّہ جو آبنائے مسینا کے نام سے مشہور ہے۔ اٹلی اور سسلی کو ایک دوسرے سے جُدا کرتا ہے ۔

۶ - مسینا کا گھاٹ پختہ اور قریباً ہلال کی شکل کا بنا ہوا ہے - اس کی قوس پر تین طرف پہاڑ سایہ افگن ہے - مگر بندرگاہ زیادہ وسیع نہیں۔ اور نہ جہازوں کی آمد و رفت وہاں کثرت سے ہے - صرف ایک جہاز روزانہ نیپلز کو اور ایک پلرمو کو جاتا ہے ۔ جنوا اور مارسیلز کے جہاز نیپلز سے آتے جاتے یہاں لنگر ڈالتے ہیں ۔

۷ - مسینا کا شہر دامن کوہ میں آباد ہے - یہاں کے بازار زمین کاٹ کاٹ کر ایک دوسرے کے اوپر تلے اس طرح بنے ہوئے ہیں - کہ تقریباً متوازی ہیں - اور نوبت بہ نوبت بلند ہوتے گئے ہیں ۔ یہاں کی عمارتیں بہت نفیس ہیں - فرش کی عمدگی و صفائی اور دُکانوں کی آراستگی نہایت دل کش ہے - جوں جوں اوپر کے بازاروں میں جائیں - عمارتیں معمولی - بازاروں اور کوچوں کی سڑکیں ٹیڑھی - ناہموار اور غلیظ پائی جاتی ہیں ۔ کار و بار کی کمی کے باعث ٹریموے کی ضرورت اب تک محسوس نہیں ہوئی ۔ روشنی کا انتظام گیس کے ذریعے سے ہے ۔

۸ - شہر کتانیا اس جزیرے میں تیسرے درجے پر ہے - اس کا گھاٹ بھی پختہ ہے اور سمندر کو

پاٹ کر بنایا گیا ہے۔ تجارتی اغراض کے واسطے نہایت مفید ہے ۔ ریلوے لائن گھاٹ کے عین کنارے تک آتی ہے ۔ یہاں کا بندرگاہ بہت وسیع ہے۔ اور جہازوں کے لنگر انداز ہونے کے لئے نہایت موزوں ہے ۔

۹۔ شہر کی آبادی ہموار زمین پر ہے ۔ بازار کشادہ اور مصفا۔ عمارتیں بلند اور خوبصورت ہیں۔ بعض موقعوں پر وسیع چوک اور شاندار فوارے بنے ہوئے ہیں۔ ایک چوک تو اس قدر وسیع ہے۔ کہ چھ بازاروں کی سڑکوں کا مرکز ہے ۔ ٹریموے تمام بازاروں میں جاری ہے۔ سارے شہر میں گیس کی روشنی کا بہت اچھا انتظام ہے ۔ اس جگہ ایک باغ ہے جس کی ایک جانب تو بازار سے پیوستہ ہے۔ مگر اندر کی طرف روشیں اور آمد و رفت کی سڑکیں سطح مائل کے طور پر بتدریج اس طرح بلند ہوتی گئی ہیں۔ کہ باغ کی دوسری جانب بازار کے فرش سے آٹھ دس گز بلند ہو گئی ہیں ۔ اس موقع پر ایک مضبوط پشتہ باغ کی اس مصنوعی بلندی کی حفاظت کے واسطے بنا ہوا ہے ۔ شہر کی یہ آبادی جدید معلوم ہوتی ہے۔ قدیمی قصبہ دامن کوہ میں ایک میل کے فاصلے پر ہے۔ اس کی عمارتیں دُور سے دکھائی دیتی ہیں ۔

۱۰۔ آبادی کی کثرت اور حرفت کی کمی سے اس جزیرے کے لوگ غیر ممالک خصوصاً امریکہ کو تلاش

روزگار کی غرض سے برابر جاتے رہتے ہیں + جو لوگ حبّ وطن یا کسی اور وجہ سے یہاں موجود ہیں۔ اُن پر افلاس کے آثار نیپلز کی نسبت زیادہ نمایاں ہیں + بار برداری کی گاڑیاں جنہیں یورپ کے اور شہروں میں بیش قیمت گھوڑے کھینچتے ہیں۔ یہاں اُن میں معمولی بیل جوتے جاتے ہیں۔ عام لوگ باربرداری کے لئے گدھوں کو کام میں لاتے ہیں + دود بیچنے والے یہاں بھی بکریاں لئے ہوئے بازاروں میں پھرتے ہیں + اور پیسے پیسے کا دود دُوہ کر بیچتے ہیں + علانیہ بھیک مانگنے والے بھی بازاروں میں گشت لگاتے ہوئے مِل جاتے ہیں مگر ایشیائی گداگروں کی مانند سایئے کی طرح پیچھے نہیں ہو لیتے +

۱۱۔ یہاں کے باشندے بیشتر عیسائی اور کچھ یہودی ہیں اور سب کے سب اٹیلین زبان میں بات چیت کرتے ہیں۔ بندرگاہ پر کام کرنے والے مثل ملاح۔ قلی اور کوچ مین کے ٹوٹی پھوٹی انگریزی بھی بول لیتے ہیں +

حافظ عبد الرحمٰن امرتسری

۱۳۔ تمباکو

۱۔ ۱۴۹۲ء میں جب کولمبس ہندوستان کا بحری راستہ دریافت کرنے کے لئے روانہ ہوا تو راستے میں

اُس کا رُخ جزیرۂ کیوبا کی جانب ہو گیا ٭ وہاں پہنچا تو اُس کے ہمراہیوں نے چند لوگوں کو تمباکو پیتے ہوئے دیکھ کر کولمبس کو خبر دی - کہ یہاں کے لوگ کسی خشک بوٹی میں آگ لگا کر اُس کا دھواں مُنہ سے نکالتے ہیں ٭ اس کے بعد جُوں جُوں آمد و رفت بڑھی اور وہاں کے لوگوں سے میل جول پیدا ہوا - تو معلوم ہوا - کہ تمباکو پینے اور ناس لینے کی عادت ان لوگوں میں زمانۂ قدیم سے چلی آتی ہے ٭ سولھویں صدی کے وسط میں تمباکو کے درخت یورپ میں آئے اور اُن کی کاشت باقاعدہ طور پر شروع ہوئی ٭ سترھویں صدی میں اس کی کاشت ہندوستان میں شروع ہو گئی اور رفتہ رفتہ تمام ملک میں ایک سرے سے دوسرے تک لوگ اُسے استعمال کرنے لگے ٭

۲ - تمباکو عموماً تین طریقوں سے استعمال میں آتا ہے ٭ اوّل لوگ اُسے پیتے ہیں - دوسرے کھاتے ہیں - تیسرے ناس بنا کر سونگھتے ہیں ٭ پینے کے بھی بہت سے طریقے ہیں - حقّے میں بھر کر پیتے ہیں - سگار - چرٹ - سگرٹ - بیڑیاں بنا کر استعمال کرتے ہیں ٭ کھانے کے لئے بھی طرح طرح کی نفاستیں پیدا کر لی ہیں - کوئی خالی پتّے مل کر کھاتا ہے - کسی نے تکلف کیا - تو خوشبو دار چیزیں اس میں ملا لیں - بعض لوگ اس کا ست نکال کر اُس میں مشک و زعفران ملاتے ہیں - اور گولیاں بنا کر کھاتے ہیں ٭ غرض جب کہ اس قدر مختلف طریقوں سے استعمال کرتے ہیں - کہ

اُس کا مشرح حال اس مختصر مضمون میں لکھنا ناممکن ہے ٭

۳ - بڑے بڑے ڈاکٹروں کی راے یہ ہے - کہ تمباکو کے استعمال سے تقریباً ۸۰ امراض پیدا ہوتے ہیں ٭ قوّت ہاضمے کو یہ خراب کرتا ہے - پھیپھڑے اس سے کمزور ہو جاتے ہیں - امراض حلق اور سینہ اس سے پیدا ہوتے ہیں - بصارت میں اس سے فرق آ جاتا ہے - اعصاب اور دماغ کو یہ ضعیف کر دیتا ہے ٭ اکثر دیکھنے میں آیا ہے - کہ بعض لوگوں کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ جہاں اُنہوں نے حقّے کا ایک دم لگایا - اور کھانسی شروع ہوئی - یہ لوگ کھانسی کی تکلیف کو خوشی سے گوارا کرتے ہیں اور دم لگاتے چلے جاتے ہیں - تب کھانستے کھانستے عاجز ہو جاتے ہیں - تب کہیں حقہ مُنہ سے چھوٹتا ہے ٭ خالی معدے پر حقہ پینا اور بھی مُضر ہے ٭ رمضان کے مہینے میں بعض آدمی روزہ کھولتے ہی اس زور سے حقّے کا دم لگاتے ہیں - کہ بیدم ہو جاتے ہیں - پھر ذرا سنبھلتے ہیں - تو اور دم لگاتے ہیں - دماغ چکر کھانے لگتا ہے - اعصاب میں تشنج پیدا ہو جاتا ہے - مگر حقہ ہاتھ سے نہیں چھوٹتا ٭

۴ - یہ مضرّتیں جو ہم نے بیان کیں صرف جسمانی مضرتیں ہیں - لیکن ان کے علاوہ مالی نقصان جو تمباکو کے استعمال سے ملک اور قوم کو برداشت کرنے پڑتے ہیں - اُن کا اندازہ بہت مشکل ہے ٭ دو کروڑ روپے

کے چرٹ - سگار - سگرٹ - پائپ میں بھرنے کا تمباکو تو صرف ممالک غیر سے ہندوستان میں آتا ہے - دیسی تمباکو جو روزمرہ پینے میں آتا ہے - اس کا کچھ ٹھکانا ہی نہیں - مختصر یہ کہ جس قدر روپیہ اس وقت ہندوستان کے مختلف آرٹس کالجوں کے چلانے میں صرف ہوتا ہے - تقریباً اسی قدر روپیہ تمباکو پر سالانہ خرچ ہوتا ہے ؎

۵ - یوں تو تمباکو ہر عمر کے لوگوں کے واسطے مضر ہے - مگر اکیس سال سے کم عمر کے آدمیوں کے لئے اس کا استعمال نہایت ہی زبون ہے ؎ کم سنی میں تمباکو کا استعمال نشو و نما کو روک دیتا ہے - قوت ہاضمہ خراب ہو جاتی ہے - اعصاب سست اور ڈھیلے پڑ جاتے ہیں - اخلاق خراب ہو جاتے ہیں - اور محنت و مشقت کے کام بھی نہیں ہو سکتے ہیں ؎ جن طالب علموں کو بچپن میں تمباکو پینے کی عادت ہو جاتی ہے - اُن کا حافظہ خراب ہو جاتا ہے - مشکل مضامین جلد اور آسانی سے سمجھ میں نہیں آتے - لگاتار محنت نہیں ہو سکتی - اور پڑھنے سے دل اچاٹ ہو جاتا ہے ؎ ایسے بچے جب جوان ہوتے ہیں - اور شادی بیاہ ہو جاتا ہے - تو اُن کی اولاد نہایت کمزور - نحیف الجثہ - اور پست قامت پیدا ہوتی ہے ؎

۶ - تمباکو پینے کے جس قدر طریقے اب رائج ہیں - اُن میں سگرٹ نوشی سب سے زیادہ مُضرِ صحت ہے ؎ سگرٹ کا اثر لب - لعاب دہن اور گلے کی گلٹیوں پر بہت ہی خراب ہوتا ہے - کاغذ کا دھواں جو تمباکو کے

دھوئیں کے ساتھ اندر جاتا ہے۔ بہت نقصان پہنچاتا ہے۔ سگرٹ کا دھواں دل و دماغ اور پھیپھڑوں پر بہت ہی بُرا اثر پیدا کرتا ہے۔ اور جو لڑکے کثرت سے سگرٹ استعمال کرتے ہیں۔ وہ تعلیم کے قابل نہیں رہتے ہے۔ ہر نقصان دہ چیز میں خدا تعالےٰ نے کچھ نہ کچھ فائدے بھی رکھے ہیں۔ تمباکو بھی فائدے سے مستثنےٰ نہیں ۔ جسمانی ریاضت کے بعد تمباکو کا استعمال تکان کو کم کر دیتا ہے۔ اور تھکے ہوئے اعصاب کو تھوڑا سا سکون حاصل ہو جاتا ہے ۔ کچلے کے اثر کو بھی تمباکو زائل کر دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص دھوکے یا غلطی سے زیادہ مقدار میں کچلا کھائے۔ تو اس کا جلدی اور آسان علاج اس سے بہتر کوئی نہیں۔ کہ اُسے زیادہ مقدار میں تمباکو کھلایا جاے۔ تمباکو کا زہر کچلے کے زہر کو کھو دیگا۔ اور مسموم شخص تھوڑے عرصے میں اچھا ہو جائیگا ۔ لیکن یہ علاج اس موقع پر کرنا چاہئیے۔ جب کسی ڈاکٹر یا حکیم کا بہم پہنچنا دشوار ہو ۔ یہ فائدے جو اوپر بیان ہوئے اس قسم کے نہیں کہ اُن نقصانوں کی تلافی کر سکیں۔ جن کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔ پس مناسب یہی ہے کہ ایسی مضر صحت چیز کے استعمال سے پرہیز کیا جائے ۔ اکیس سال سے کم عمر کے لوگوں کے لئے تو اس کا استعمال کسی طرح جائز ہی نہیں ۔

مؤلف

۱۴- سقراط

۱- زمانۂ سابق میں سقراط ایک بڑا نامور حکیم ہوا ہے - حضرت عیسےٰؑ کی پیدایش سے ۴۶۹ برس پیشتر شہر ایتھنز دار الخلافہ یونان میں پیدا ہوا اور اوائل عمر میں بڑی کوشش و سرگرمی سے اپنے باپ کے پیشۂ بُت تراشی کو حاصل کیا ÷ پھر اس پیشے کو چھوڑ کر بڑے بڑے عالموں اور فاضلوں کی صحبت میں بیٹھنے لگا - اور علم فلسفے کی تحصیل میں مشغول ہو گیا ÷ تھوڑے ہی عرصے میں ذہن کی صفائی اور عقل خدا داد کی رسائی سے وہ استعداد اور ملکہ حاصل کیا - کہ تمام یونان میں اس کا شہرہ ہو گیا ÷

۲- مرتے وقت اس کا باپ چار ہزار لور جو ایک قسم کا سکّہ ہے - اُسے دے مرا - اس عالی ہمّت نے اپنے ایک دوست کو ضرورت کے وقت یہ سب روپیہ دے دیا ÷ اور پھر اس سے تقاضا تک نہ کیا ÷ گو آرکلاس مقدونیہ کے بادشاہ کو یہ تمنّا رہی کہ یہ حکیم مجھ سے کچھ مانگے - اور میں اُسے دوں - لیکن اُس نے اس ننگ کو گوارا نہ کیا ÷

۳- علم و فضیلت کے سوا اس میں ایک بڑی خوبی یہ بھی تھی - کہ حد درجے کا مستقل مزاج تھا ÷ کوئی حادثہ ہو یا نقصان کسی قسم کا رنج ہو یا تکلیف اس کے استقلال

میں فرق نہ آتا ۔ اس کی بیوی بڑی بد مزاج تھی اور نہایت سختی سے پیش آیا کرتی ۔ مگر اس کی بد زبانی سے اس کو ذرا ملال نہ ہوتا ۔ ایک دن کا ذکر ہے ۔ کہ یہ کسی کتاب کے مطالعے میں مشغول تھا ۔ اور اس کی بیوی کوٹھے پر بیٹھی برتن دھو رہی تھی ۔ کسی بات پر ناراض ہو کر بُرا بھلا کہنے لگی ۔ مگر سقراط چپکا بیٹھا کتاب دیکھا کیا ۔ اور کچھ جواب نہ دیا ۔ اس بات پر اُس کا غصہ اور بھڑکا ۔ اور اُس نے دھوون کا پانی اُس کے اوپر پھینک دیا ۔ سقراط ہنسا اور بولا جو گرجتے ہیں برستے بھی ہیں ؟ اس حکیم کی ہمیشہ دل سے یہی توجہ رہی ۔ کہ کسی طرح میرے ہموطنوں کے دلوں پر حسن اخلاق کا پرتو پڑے ۔ اور وہ توہمات اور گمراہی کی تاریکی سے نکل کر راستی کے اُجالے میں آ جائیں ۔ اُس نے وعظ اور نصیحت کے لئے کوئی خاص مقام یا مکان مقرر نہیں کیا ۔ جہاں لوگوں کا مجمع دیکھتا وہیں جا ڈٹتا ۔ اُس میں خواہ حکام وقت کا مجمع عام ہو یا خلقت کا اژدحام ۔ آتے ہی ذہین ملقین کا دفتر کھول دینے سے کام تھا ۔ جس جانفشانی اور تندہی سے اُس نے صلاح و رفاہ عام کے کام کئے اب تک کسی سے نہ ہوئے تھے ۔ افلاطون سا بے نظیر حکیم اُسی کا ایک رشید شاگرد تھا ۔

۴ ۔ کچھ دنوں کے بعد حاسدوں کے دلوں میں حسد کی آگ بھڑکی ۔ پہلے تو انہوں نے تماشا گاہوں میں اس کی نقلیں اُتارنی شروع کیں اور سوانگ بھرے ۔

جب یہ کارروائی نہ چلی۔ تو ۶۹ برس کی عمر میں اس بے گناہ پر یہ الزام لگایا۔ کہ سقراط ایتھنز کے جوانوں کے اخلاق اور خیالات کو بگاڑتا ہے ٭ ملٹس نامی ایک شخص اس بات کا دعویدار ہوا۔ اور اس نے یہ تہمت لگائی سقراط یونان کے دیوتاؤں کو نہیں مانتا۔ لوگوں کو بہکاتا اور مخلوق کے رسم و رواج میں خلل انداز ہوتا ہے۔ پس اس جرم میں سزائے موت کا مستوجب ہے۔ چنانچہ یہ فتوےٰ ہو گیا ٭ جس وقت سقراط کے برخلاف یہ سازش ہوئی۔ تو اس کے دوست اُسے بچانے پر مستعد ہوئے۔ خاص کر ایک دوست نے جو اپنے زمانے کا بڑا فصیح تھا۔ اُس کے حق میں بہت کچھ لکھا۔ مگر کوئی تدبیر پیش نہ گئی۔ آخر کار جواب دہی کے لئے کچہری میں بلایا گیا ٭ جس وقت سقراط حکام عدالت کے روبرو پیش ہوا۔ اُس وقت نہایت استقلال بڑی دلیری اور فصاحت سے جواب سوال کئے اور سچ بات کی حقیقت بے کم و کاست بیان کر دی ٭ اُس زمانے میں دستور تھا۔ کہ مجرم عموماً ترحم کی اُمید پر اہل و عیال کو ججوں کے سامنے کچہری میں لے آتے تھے۔ مگر اس جوانمرد نے ذرا اس بات کی پروا نہ کی ٭

۵ ۔ جس وقت سقراط نے اظہار دئے اس وقت پانچ ججوں کا اجلاس تھا۔ انہوں نے اول تو بالاتفاق اُس پر قید کا فتوےٰ لگایا۔ مگر جب سقراط نے بدیں خیال کہ اگر میں قید ہو گیا تو لوگ درحقیقت مجھے مجرم

خیال کرینگے اُسے قبول نہ کیا تو اس انکار سے وہ اور بر افروختہ ہو گئے۔ اور انہوں نے یہ حکم لگا دیا۔ کہ اسے زہر سے ہلاک کیا جاے ✤

۶۔ اس پر سقراط بولا۔ کہ بہت بہتر میں جاتا ہوں اور آپ کے اس حکم کی تعمیل بجا لاتا ہوں اور کیوں نہ بجا لاؤں کہ روز ازل سے میرے مقدر میں یہی لکھا تھا ✤ مجھ سے یہ اُمید کبھی نہ رکھنا۔ کہ میں محض جان کی خاطر تمہاری خوشامد کرونگا۔ کیونکہ گنہگار کو آزمایش کے وقت اور بہادر کو لڑائی کے وقت بے جا حیلوں سے اپنی جان بچانی سزاوار نہیں ✤ اُس کے ایک شاگرد کو اس بات سے بڑا رنج گزرا۔ مگر سقراط نے اُسے سمجھایا۔ کہ اے عزیز! صبر کر۔ میں گنہگار نہیں مرتا۔ جو تو میرا ماتم کرتا ہے۔ دشمن میرے مال۔ میری تندرستی اور زندگی پر ہاتھ ڈال سکتے ہیں۔ لیکن میری نیکی۔ بیگناہی۔ اولوالعزمی اور دل کی عظمت کے خزانے پر کسی کا ہاتھ نہیں پڑ سکتا ✤ اس کا عوض مجھے خدا دیگا ✤ سقراط اس حکم کے ایک مہینے بعد تک قید رہا۔ مگر اُس کے دل پر ذرا ہراس۔ ملال یا موت کا خوف نہ تھا ✤ ان مصیبت کے دنوں میں بھی اپنے دوستوں اور شاگردوں کو ہمیشہ تلقین و نصیحت کرتا رہا۔ اور ستایش ایزدی کے گیت ہر وقت گاتا رہا ✤

۷۔ کریٹو سقراط کے شاگرد رشید کا بیان ہے۔ کہ صبح تو سقراط کو زہر پلانے کی تاریخ ہے۔ مگر وہ رات کو

حسب معمول نہایت بیفکری - دلجمعی اور اطمینان خاطر سے میٹھی نیند سو رہا ہے ٭ جب صبح کے وقت اس کے تمام دوست اور شاگرد ملنے کے لئے قید خانے میں آئے۔ تو کیا دیکھتے ہیں - کہ بیڑیاں کٹ چکی ہیں - اور اس کی بیوی اپنے بچوں کو گود میں لئے اُس کے پاس بیٹھی ہے ٭ اس نظارے سے بے اختیار اُن کا دل بھر آیا۔ اُس کی بیوی چلائی اور رو کر اپنے خاوند سے کہنے لگی - "میرے پیارے - میری جان - سقراط! تیرے دوست اس اخیر وقت پر تیرا آخری دیدار دیکھنے اور تیری قدمبوسی حاصل کرنے آئے ہیں" ٭ سقراط کی حالت میں اس وقت بھی کچھ تغیر نہ تھا - نہایت استقلال اور اطمینان کے ساتھ دوستوں سے ہمکلام ہوا اور انہیں اس وقت بھی نصیحتیں کیں اور روح کے غیر فانی ہونے کی ایسی معقول دلیلیں زبان پر لایا - کہ زمانۂ حال و زمانۂ سلف کے بڑے بڑے فاضل اُن کی تعریف میں رطب اللسان ہیں ٭ اُس نے ثابت کر دیا - کہ انسان کی روح مرنے کے بعد فنا ہوتی ہے نہ ہوگی ٭ اور احکم الحاکمین ضرور بدوں کو سزا اور نیکوں کو جزا دیگا ٭ اگر انسان کی روح فنا ہو تو بدوں کو بدی کی سزا اور نیکوں کو نیکی کی جزا کس طرح ملے - خدا تعالےٰ کے نافرمان اور فرماں بردار بندوں میں کیا تمیز رہے ٭ بیشک جنہوں نے زندگی بھر نفس کو مارا دنیا کی لذتوں کو چھوڑا - خدا کی بندگی بجا لائے اُن کی محنتوں کا اجر ملیگا - اگر انسان کی روح کو فنا

ہو۔ تو پھر نیکی سے کیا فائدہ؟ تم قطعاً یقین کر لو۔ کہ انسان کی روح کو فنا نہیں۔ بد آدمی اپنی بدی کی سزا پائینگے۔ اور جو گنہگار بخشے جانے کے قابل ہیں بخشے جائینگے۔ اور جو نیک و خدا پرست ہیں۔ اُن کو اُن کی محنتوں کا اجر ضرور ملیگا ٭ پس تمہیں واجب ہے۔ کہ نیکی کرو اور ثواب کے امیدوار رہو۔ دیکھو نیکوں کو کیسی خوشی اور اُن کو کیا کیا اُمیدیں ہیں۔ ہر وقت اُن کا دل مطمئن رہتا ہے۔ اور دنیا کی تکلیفیں۔ زمانے کے حادثے اُن کے عزم و استقلال میں ذرا خلل انداز نہیں ہو سکتے ٭

۸۔ اتنے میں جلادوں نے آ کر کہا۔ کہ زہر پینے کا وقت آ پہنچا ٭ فرمایا پھر کیا دیر ہے۔ زہر کا پیالہ لے آؤ ٭ وہ لے آئے ٭ سقراط اُسے خوشی سے غٹ غٹ پی گیا ٭ یہ حال دیکھ کر جیلخانہ کا داروغہ رو پڑا۔ اور جب وہ سارا پیالہ پی چکا۔ تو اُس کے تمام دوست اور رشتہ دار جو بڑی دیر سے اپنے رنج کو ضبط کئے بیٹھے تھے بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے ٭ سقراط نے اُن کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ عزیزو! تمہیں کیا ہو گیا تمہاری ثابت قدمی کہاں چلی گئی؟ میں نے عورتوں کو اسی واسطے یہاں سے رخصت کر دیا کہ وہ ایسے وقت میں صبر نہیں کر سکتیں۔ خدا کے لئے تم ذرا صبر کرو۔ اور اپنے دل میں ضبط کو جگہ دو ٭ اس بات سے وہ چپ ہوئے ٭ سقراط اِدھر اُدھر ٹہلتا رہا۔ اخیر کو جب زہر کا اثر بڑھا۔ اور اس کی ٹانگیں

لڑکھڑانے لگیں۔ تو وہ بچھونے پر لیٹ گیا۔ اور زہر کا اثر لحظہ بلحظہ بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ وہ بیہوش ہو گیا۔ اور اُس کے طائر روح نے قفس عنصری سے پرواز کی ‌‌‌٭ جب دم نکل گیا۔ تو کربٹو نے اس کا منہ اور آنکھیں جو کھلی رہ گئی تھیں۔ بند کر دیں ٭ اس طرح اس خدا پرست حکیم نے ستّر برس کی عمر میں اس جہانِ فانی سے رحلت کی ٭ (مؤلف)



۱۵۔ عزّت

۱۔ اکثر لوگ دولت کو عزّت کا ذریعہ سمجھتے ہیں مگر ایسا سمجھنا بڑی غلطی ہے ٭ دولت بلا شبہ اس بات کا ذریعہ ہے۔ کہ چند خوشامدی اور کمینہ خصلت خوشامد کے لئے اور جھوٹی تعریف کرنے اور جھوٹی عزّت دینے اور جھوٹی دوستی جتانے کو موجود ہو جاتے ہیں۔ اور جب تک وہ ہے یہ بھی حاضر ہیں اور جب وہ نہیں تو پھر یہ بھی حاضر نہیں ٭

۲۔ عزّت خود ایک صفت ہے جو مثل اور صفتوں کے خود انسان کی ذات میں ہوتی ہے ٭ سب سے پہلے خود انسان اپنے آپ کو معزز سمجھتا ہے ٭ اس عزّت کی بدولت اس کا دل نہایت قوی اور نہایت خوش رہتا ہے ٭ وہ مطلق اس بات کی خواہش نہیں رکھتا

کہ کوئی دوسرا اُس کی عزّت کرے - بلکہ اس کی خوشی اسی میں ہوتی ہے کہ وہ خود ایسا ہو کہ آپ اپنی عزّت پر یقین کرے ٭ جب انسان ایسا ہو جاتا ہے تو تمام دنیا از خود اُس کی عزّت کرتی ہے - وہ نہیں چاہتا کہ لوگ میری عزّت کریں مگر بے اختیار دوست دشمن اُس کے آگے جھکتے ہیں ٭

۳ - افسوس ہے کہ اس زمانے کے لوگ قبل اس کے کہ وہ خود اپنی عزّت پر آپ یقین کریں - دوسروں سے اور خصوصاً اس معزّز تربیت یافتہ قوم سے جس کو خدا نے اپنی بڑی حکمت سے ہمارے ساتھ ہندوستان میں بسایا ہے - اپنی عزّت کے خواہاں ہوتے ہیں - اور چونکہ غلطی پر ہوتے ہیں - اس لئے اپنے مقصد کو نہیں پہنچتے ٭

۴ - اس کے ساتھ ایک بڑا افسوس یہ ہے - کہ ہمارے زمانے کے لوگوں نے عزّت کے معنی سمجھنے میں بھی بڑی غلطی کی ہے ٭ اُنہوں نے عزّت کے مفہوم کو چند ظاہری باتوں پر منحصر سمجھ رکھا ہے ٭ خانگی امور میں تو اپنی عزّت انہوں نے اس میں سمجھ رکھی ہے - کہ دو چار خدمتگار دست بستہ ان کے سامنے کھڑے ہیں حضور و جناب عالی کہ کر اور ہاتھ جوڑ کر کچھ بات عرض کرتے ہیں - سواری کے جلو میں دو چار عصا بردار دوڑتے ہیں - دو تین خواص پان کا ڈبہ اور ایک پیک تھوکنے کا پیک دان لئے حاضر ہیں ٭

۵ - برادری میں اور اپنی قوم میں اپنی عزّت اس میں سمجھ رکھی ہے - کہ بیٹے کی بسم اللہ اور ختنے کی شادی میں وہ کچھ کیا کہ آج تک کسی نے ویسا نہیں کیا تھا - کوئی دوست نہیں رہا - جو نہ بُلایا ہو - کوئی رقاصہ نہیں رہی جو مجرے کو نہ آئی ہو - بھانڈوں نے ایسا سماں باندھا کہ کسی کے یہاں نہ بندھا ہو ❊ حاکموں کے دربار کی عزّت اس پر منحصر ہے - کہ صاحب ہم سے آج ہنس کر بولے ❊

۶ - یہ عزّت حقیقی عزّت نہیں ہے - بلکہ نیک افعال اور پسندیدہ اطوار سے لوگوں کے دلوں میں خود بخود جو وقعت اور عظمت بیٹھتی ہے وہی حقیقی عزّت ہے ❊ جھوٹی عزّت چونکہ دل سے نہیں کی جاتی اس لئے اس کو قیام نہیں ہوتا - جن اسباب سے ایسی عزّت حاصل ہوتی ہے اُن کے زائل ہوتے ہی وہ بھی جاتی رہتی ہے ❊ حقیقی عزّت کی جگہ دل میں ہوتی ہے اور چونکہ اس کے اسباب قوی ہوتے ہیں - اس لئے اس کا قیام زندگی بھر کیا دوام کے لئے ہوتا ہے - نیک اور اچھے لوگ مر بھی جاتے ہیں تو خاص و عام اُن کے نام کی عزّت کرتے ہیں ❊

سر سید احمد خاں

۱۶ - ریشم

۱ - ریشم ایک کیڑے سے حاصل ہوتا ہے۔ جس کا اصلی وطن ملک چین ہے ٭ وہاں کے لوگ اسے اپنی زبان میں سی کہتے ہیں ٭ پہلے پہل لوگ اس کیڑے کو چین سے ہندوستان میں لائے - اور پھر یہاں سے اور ملکوں میں لے گئے ٭ زیادہ سردی اور زیادہ گرمی دونو اس کے لئے مضر ہیں ٭ معتدل آب و ہوا میں اس کی پرورش اچھی ہوتی ہے ٭

۲ - ریشم کے کیڑے کے نچلے لب کے نیچے دو ننھے ننھے سوراخ ہوتے ہیں - ان سوراخوں میں سے ریشم کے دو باریک تار نکلتے ہیں - جنہیں کیڑا منہ کے لیس دار لعاب سے اس طرح ملا دیتا ہے کہ دونو ایک تار بن جاتے ہیں - اسی کا نام ریشم ہے ٭

۳ - ریشم کا کیڑا ایک ایک مرتبہ میں چھ چھ سات سات سو انڈے دیتا ہے ٭ ان انڈوں کو تمازتِ آفتاب سینتی ہے ٭ ہر انڈے سے باریک دھاگے جیسی ایک تیتلی نکلتی ہے جو چوتھائی انچ لمبی ہوتی ہے ٭

۴ - ریشم کے کیڑے کی من بھاتی خوراک شہتوت کے پتے ہیں ٭ اس خوراک کی تلاش میں یہ کیڑا اپنے

قدرتی غلاف کو توڑ پھوڑ کر باہر نکل کھڑا ہوتا ہے۔ اور پتے پتے پر پھدکتا پھرتا ہے۔ اتنا کھاتا ہے کہ جوع البقر کے مرض میں مبتلا نظر آتا ہے + اس کے دانت آری کے دانتوں سے مشابہ ہوتے ہیں۔ انہیں سے پتوں کو کُتر کُتر کر کھاتا بھی جاتا ہے اور پھینکتا بھی جاتا ہے۔ دو ایک مہینے یوں کھاتے کھاتے اس کی لمبائی دو تین انچ ہو جاتی ہے اور اب یہ کھانا پینا ترک کر دیتا ہے +

۵۔ اس عمر کو پہنچ کر کیڑا ریشم کا کویا تننا شروع کرتا ہے + کوئے کی شکل بیضوی ہوتی ہے اور اسی کے غلاف میں کیڑا اپنے آپ کو ہر طرف سے چھپا لیتا ہے پانچ چھ دن میں کویا تیار ہو جاتا ہے اور کیڑا اس کے اندر بند ہوکر پڑا رہتا ہے + اکثر کیڑے تو کوئے کے اندر ہی مر جاتے ہیں۔ کچھ لوگ مار دیتے ہیں + اور بعض پتنگے اور پروانے بن کر اور کوئے کو چیر کر باہر نکل آتے اور ہوا میں اڑنے لگتے ہیں +

۶۔ بنگالی ایک گیت گاتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ریشم کا کیڑا اپنے بدن پر ریشم کا کویا تن کر اپنی قبر اپنے ہاتھ سے بناتا ہے + پھر چاہے تو اُسی میں مر کھپ کر رہ جائے اور چاہے باہر نکل جائے + لیکن ہے بہت بے وقوف۔ اسی میں مر کھپ کر رہ جاتا ہے۔ اور باہر نکل کر دُنیا کے مزے لوٹنا اس کی قسمت میں نہیں + یہی حال ہمارے ملک کے لوگوں کا ہے۔ کہ اپنے گھر کی

چار دیواری سے باہر نکلنا پسند نہیں کرتے اور جو فائدے سفر اور سیر و سیاحت سے حاصل ہوتے ہیں اُن سے بہرہ یاب نہیں ہوتے ⁂

۷ - جیسا اوپر بیان ہوا شروع شروع میں صرف چین اور ہندوستان ہی ایسے ملک تھے جہاں ان کیڑوں کی پرورش اور ریشم کے تیار کرنے کا انتظام تھا - لیکن جب انگریز ہندوستان میں آئے اور ریشم کی تجارت کی طرف انہوں نے توجہ کی تو اس کی پیداوار کو بہت فروغ حاصل ہوا ⁂ اُس زمانے میں تقریباً ساٹھ ہزار من کچا ریشم ہندوستان سے یورپ کو سالانہ جایا کرتا تھا - اور یورپ کی جو اقوام ریشم کی تجارت کرتی تھیں وہ مالا مال ہوگئیں ⁂ بنگال میں اُن اضلاع کے باشندے جہاں ریشم پیدا ہوتا تھا لکھ پتی اور کروڑ پتی بن گئے - لیکن یہ روز افزوں ترقی کچھ زیادہ عرصے تک قائم نہ رہ سکی - اور اٹلی فرانس - ٹرکی اور سپین میں اس کی پیداوار کثرت سے ہونے لگی ⁂ اس کی وجہ یہ ہے - کہ ان ممالک کی اُن زمینوں میں جو بحیرۂ روم کے ساحل کے قریب واقع ہیں - شہتوت کے درخت خوب پھولتے پھلتے ہیں - اور یہ ریشم کے کیڑے کی من بھاتی خوراک ہیں - اب ان مقامات سے باہر کے ملکوں میں اور خود ہندوستان میں اس کثرت سے ریشم آتا ہے - کہ یہاں کی تجارت بالکل ماند پڑ گئی ⁂ صوبہ بنگال میں جہاں کسی زمانے میں ریشم کے سینکڑوں کارخانے تھے - وہاں خال خال

کوئی کارخانہ فروغ پر نظر آتا ہے +

(مؤلف)



۱۷- ریاضتِ جسمانی

۱- ریاضتِ جسمانی ہر طبقے اور ہر عمر کے لوگوں کے لئے نہایت ضروری چیز ہے - اس کے بغیر صحت کا قائم رکھنا مشکل بلکہ ناممکن ہے + بچوں کے لئے تو یہ خصوصاً مفید ہے - کیونکہ ان کے تمام اعضا نشو و نما کی حالت میں ہوتے ہیں - اور بغیر ورزش کے اُن کی بالیدگی ٹھیک نہیں ہوتی +

۲- اعضا کے نشو و نما کے لئے یہ امر لابد ہے - کہ اُنہیں پورے طور پر حرکت میں لائیں + جس قدر جوڑ - عضلات اور اعصاب ہمارے جسم میں خدا تعالے نے پیدا کئے ہیں اگر وہ ٹھیک طور پر استعمال میں نہ آئیں - تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ڈھیلے اور کمزور پڑ جائینگے +

۳- اعضا کو مناسب طور پر استعمال میں لانے سے اُن کی قوت بڑھتی ہے + دیکھو لُہار کے ہاتھ اور بازو کیسے مضبوط اور قوی ہوتے ہیں اور کاتبوں کے نرم اور کمزور + وجہ اس کی ظاہر ہے - یعنی لُہار تو بھاری اور وزنی اوزار اُٹھا اُٹھا کر لوہے کو کوٹتا ہے - اور کاتب ڈیڑھ ماشے کا قلم دن بھر کاغذ پر چلاتا رہتا ہے +

۴ - ورزش کے لئے ایک ضروری امر یہ بھی ہے - کہ جہاں تم ورزش کرو وہ جگہ گھٹی ہوئی نہ ہو + تازہ ہوا اور کھلے میدان میں پھرنے اور ورزش کرنے سے پھیپھڑے خوب پھیلتے ہیں - جسم کی حرکت قلب کی حرکت کو تیز کرتی ہے - اور بار بار لمبے لمبے سانس لینے سے خون صاف ہوتا ہے + جب ہم سیر کر کے واپس آتے ہیں تو دل و دماغ تازہ ہو جاتا ہے - اور جسم کی سب کثافتیں دور ہو جاتی ہیں +

۵ - ریاضتِ جسمانی سے بدن کے تمام مسامات کھل جاتے ہیں - اور جس قدر کثافتیں جسم کے اندرونی حصے میں ہوتی ہیں - وہ بخارات کی شکل میں اپنی صورت بدل کر مسامات سے خارج ہوتی رہتی ہیں + ورزش سے یہ عمل جلد جلد ہوتا ہے اور تھوڑی سی دیر میں بدن تمام کدورتوں سے پاک اور صاف ہو جاتا ہے +

۶ - کرکٹ اور فٹ بال یا اسی قسم کے اور کھیل عضلات اور اعصاب کو مضبوط کرتے ہیں پھیپھڑوں کو اچھی طرح پھیلاتے ہیں اور جسم کی کثافتوں کو دُور کرتے ہیں +

۷ - ورزش کے فائدے اس حکایت سے جو ہم تمہیں سُناتے ہیں بخوبی ظاہر ہونگے :-

کہتے ہیں - کہ ایران کے بادشاہ کی صحت خراب ہو گئی اور اُس نے اپنے علاج کے لئے اُس زمانے کے ایک حاذق طبیب کو بُلایا - طبیب نے دیکھا - کہ

بادشاہ سلامت اس قدر موٹے تازے ہیں کہ نشست و برخاست سے عاری ہیں - دس بیس قدم چلنا تو درکنار لبِ فرش جانے میں بھی تکلف ہے - معاً اُس کے ذہن میں یہ بات آئی - کہ کمیٔ ریاضت اُن کی بیماری کا باعث ہے ✣

۸ - دریافت کرنے سے یہ بھی معلوم ہوا - کہ دن بھر نرم نرم گدیلوں اور ملائم قالینوں پر لوٹ لگایا کرتے ہیں - اگر چار قدم پر بھی جانا ہوتا ہے - تو تختِ رواں اور پالکی حاضر کی جاتی ہے - کھانے کا انتظام یہ ہے کہ دُنیا کی کوئی لذیذ چیز ایسی نہیں جو دسترخوان پر اُن کے روبرو پیش نہ کی جاتی ہو ✣

۹ - خوراک کی یہ کیفیت اور ریاضت کی یہ حالت - صحت قائم رہے تو کس طرح ✣ طبیب پاسِ ادب سے یہ تو کہہ نہ سکا کہ کھائیے پیجئے کم اور چلئے پھرئے زیادہ - لیکن اُس نے علاج کی تدبیر اپنے دل میں سوچ لی اور بادشاہ سے یہ کہہ کر رخصت ہوا - کہ اگلے روز دوا تیار کر کے حاضر خدمت ہونگا ✣

۱۰ - گھر پہنچ کر اس نے لوہے کے دو گولے تیار کئے - اور اُن پر سفید کاغذ منڈھا - اِس کاغذ پر چند حروف لکھے - جنہیں اُس کے سوا اور کوئی نہ سمجھ سکتا تھا ✣

۱۱ - دوسرے دن بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا - اور عرض کی کہ یہ گولے حضور کے لئے تیار کر کے لایا ہوں - ان کے اندر کچھ دوائیں بھری ہیں اور اُن پر ایک نہایت

مجرب عمل لکھا ہے - اگر انہیں آپ میری ہدایت کے موافق
استعمال کرینگے تو یقین کامل ہے - کہ چند ہی روز میں شفائے
کلی حاصل ہو جائیگی ❖ استعمال کا طریق یہ بتایا - کہ دونو
ہاتھوں میں ایک ایک گولہ لے کر اپنے باغ کے گرد پہلے روز
تین چکر لگائیے دوسرے روز چار - اور پھر اسی طرح ایک
ایک چکر روز بڑھاتے جائیے - جس دن پورے اکیس چکر
ہو جائینگے - اُسی دن آپ کی بیماری زائل ہو جائیگی ❖

۱۲ - طبیب نے یہ بھی بتایا کہ چکر لگاتے وقت گولوں
کو سر سے اوپر اس قدر بلند کرنا چاہیئے - کہ ہاتھ بالکل سیدھے
ہو جائیں اور پھر انہیں آہستہ آہستہ نیچے لانا چاہیئے -
یہاں تک کہ دونو ہاتھ زمین کی طرف لٹکنے لگیں - یہ عمل
بار بار کرنے سے سحر کا اثر جلد ہوگا ❖

۱۳ - بادشاہ نے طبیب کے کہنے پر عمل کیا اور چکر
لگانے شروع کیئے ❖ پہلے دن تین چکر لگائے پھر ایک
ایک بڑھاتا گیا - جس دن اکیس چکر پورے ہو گئے بادشاہ
نے طبیب کو اپنے محل میں بُلا کر کہا - کہ اب میری
بیماری بالکل زائل ہو گئی ہے - بھوک بھی خوب لگتی ہے -
کھانا بھی خوب ہضم ہوتا ہے چل پھر بھی خوب سکتا ہوں -
جسم ہر چند پہلے سے آدھا رہ گیا ہے - مگر قوت دو چند
ہو گئی ہے - اس کے بعد بہت کچھ انعام و اکرام دیکر
اُسے رخصت کیا ❖

(مُؤلف)

۱۸ - مینا بازار

۱ - ترکستان میں دستور ہے - کہ ہفتے میں دو دفعہ یا ایک دفعہ ہر شہر میں اور اکثر دیہات میں بازار لگتے ہیں - اُس آبادی کے اور اکثر پانچ پانچ چھ چھ کوس سے آس پاس کے لوگ پچھلی رات سے گھروں سے نکلتے ہیں - دن نکلے مقام پر آ کر جمع ہوتے ہیں ÷ عورتیں برقع سروں پر نقابیں منہ پر - ابریشم - سوت - ٹوپیاں - رومال - پھلکاری - اپنی دستکاری یا ضرورت کی ماری جو کچھ ہو بیچنے کو لاتی ہیں ÷ مرد ہر قسم کے پیشہ ور اپنی اپنی جنس سے بازار کو گرم کرتے ہیں - مرغی اور انڈے سے لے کر گراں بہا گھوڑوں تک اور گزی گاڑھے سے لے کر قیمتی قالین تک - میوہ جات سے لے کر اقسام غلہ - بھُس اور گھانس تک - نیل - گھی - مسگری - نجاری - لہاری کے کام یہاں تک کہ مٹی کے باسن تک سب موجود ہوتے اور دو پہر میں سب بک جاتے ہیں ÷ اکثر لین دین مبادلے میں ہوتے ہیں ÷ بادشاہ نیک آئین نے اُسے اصلاح و تہذیب کے ساتھ رونق دی ÷ آئین اکبری میں لکھا ہے کہ ہر مہینے معمولی بازار کے تیسرے دن قلعہ میں زنانہ بازار لگتا تھا ÷

۲ - جب جشن کے آداب و آئین شان و شکوہ میں اپنے خزانے خالی کر لیتے اور آرائش اور زیبائش کی بھی

ساری دستکاری خرچ ہو چکتی - تو اُن ایوانوں میں جو
در حقیقت ایجاد اور عقل و شعور کے بازار تھے - زنانہ
ہو جاتا ✦ وہاں محل کی بیگمات آتی تھیں کہ ذرا اُن کی
آنکھیں کھلیں اور سلیقے کی آنکھوں میں سگھڑاپے کا
سرمہ لگائیں ✦ امرا و شرفا کی بیبیوں کو بھی اجازت تھی
جو چاہے آئے - اور تماشا دیکھے ✦ دکانوں پر تمام عورتیں
بیٹھ جاتی تھیں - سوداگری اور سودا زیادہ تر زنانہ رکھا جاتا
تھا ✦ خواجہ سرا قلماقنیاں - اُردہ بیگنیاں اسلحہ جنگ سجے -
انتظام کے گھوڑے دوڑاتی پھرتی تھیں ✦ عورتیں ہی
پہروں پر ہوتی تھیں - مالیوں کی جگہ مالنیں چمن آرائی
کرتی تھیں - اس کا نام خوش روز تھا ✦

۳ - نیک نیت بادشاہ آپ بھی آتا تھا - اور اپنی
رعیت کی بہو بیٹیوں کو دیکھ کر ایسا خوش ہوتا تھا - کہ
ماں باپ بھی اتنا ہی خوش ہوتے ہونگے ✦ جہاں مناسب
جگہ دیکھتے تھے - بیٹھ جاتے تھے ✦ بادشاہ بیگم - بہنیں -
بیٹیاں پاس بیٹھتی تھیں - امرا کی بیبیاں آکر سلام
کرتیں - نذریں دیتیں - بچّوں کو سامنے حاضر کرتیں ✦
اُن کی نسبتیں حضور میں قرار پاتی تھیں اور حقیقت
میں یہ بھی آئین سلطنت کا ایک جزو تھا - کیونکہ یہی
لوگ اجزائے سلطنت تھے - شطرنج کے مہروں کی طرح
باہم تعلق رکھتے تھے - اور آپس میں ایک ایک کا زور
ایک ایک کو پہنچ رہا تھا ✦ ان کی باہمی محبت و عداوت -
اتفاق و اختلاف اور ذاتی نفع و نقصان کے اثر بادشاہ

کے کار و بار پر پہنچتے تھے ٭ ان کی نسبتوں کے
معاملے خواہ اس جشن پر خواہ کسی اور موقع پر ایک
مبارک تماشا دکھاتے تھے ٭ کبھی دو امیروں میں ایسا
بگاڑ ہوتا تھا۔ کہ دونو یا ایک ان میں سے راضی نہ
ہوتا تھا۔ اور بادشاہ چاہتے تھے۔ کہ ان میں بگاڑ نہ
رہے۔ بلکہ اتحاد ہو جائے ٭ اس کا یہی علاج تھا۔
کہ دونو ایک ہو جائیں۔ جب وہ کسی طرح نہ مانتے۔ تو
بادشاہ کہتے تھے کہ اچھا یہ لڑکا یا لڑکی ہماری۔ تمہیں
اس سے کچھ کام نہیں ٭ وہ یا اُس کی بی بی ناز خانہ زادی
سے کہتی حضور! لونڈی بھی اس بچے سے دست بردار۔
آخر حضور ہی کے لئے پالا تھا۔ محنت بھر پائی ٭ باپ کہتا
کرامات! بہت مبارک مگر خانہ زاد کو اب اس سے کچھ
واسطہ نہیں۔ غلام حق سے ادا ہوا ٭ بادشاہ کہتے
بہت خوب ہم نے وصول پایا ٭ کبھی بیگم بیاہ کا ذمہ
لیتیں۔ کبھی بادشاہ لے لیتے اور شادی کا سرانجام اس
طرح ہوتا۔ کہ ماں باپ سے بھی نہ ہو سکتا ٭

شمس العلما مولوی محمد حسین آزاد



۱۹۔ جشنِ تاجپوشی کے موقع پر وائسرائے کی سواری کا جلوس

۱۔ اُنتیس ماہ دسمبر ۱۹۰۲ء کو جن لوگوں نے لارڈ کرزن کی سواری دیکھی ہے وہ اُس شاندار نظارے کو دیر تک نہ بھولینگے ۔ ساڑھے گیارہ بجے ریلوے اسٹیشن سے لارڈ اور لیڈی کرزن مع شاہزادۂ عالی تبار ڈیوک آف کناٹ اور اُن کی بیگم صاحبہ ڈچس آف کناٹ ہاتھیوں پر سوار ہوئے ۔ تمام ہندوستان کے سرکردہ والیانِ ریاست جلوس کے ہمراہ تھے ۔ جلوس کا سارا راستہ جو میلوں تک چلا گیا تھا۔ دو رویہ فوجوں کے پروں سے آراستہ تھا ۔

۲۔ فوج کی قطاروں کے پیچھے وفادار اور جاں نثار رعایا کے ہر طبقے کے لوگوں کا ہجوم تھا۔ اِن میں سے کچھ تو بہ صرفِ زرِ کثیر ٹکٹ لے کر کرسیوں اور بنچوں پر بیٹھے تھے اور بعض جو اتنی استطاعت نہ رکھتے تھے مگر اس نظارے کے دیکھنے کی اُمنگ سے خالی نہ تھے وہ ویسے ہی آن کھڑے ہوئے تھے ۔ کچھ لوگ دکانوں کے چبوتروں پر تھے کچھ اُن کے بالاخانوں پر ۔

۳۔ غرض جس طرف اور جہاں تک نظر جا سکتی

تھی - لوگ صف در صف نظر آتے تھے اور قوس قزح کے سارے رنگ اس خوبی سے اُن پگڑیوں - ٹوپیوں اور دیگر اقسام لباس کے اجتماع سے پیدا ہوئے تھے - کہ جدھر نظر پڑتی تھی اُٹھنے کا نام نہیں لیتی تھی + انتظار کی یہ کیفیت تھی کہ گو سواری بارہ بجے نکلنے کو تھی مگر تماشائی زن و مرد پیر و جوان صبح سے ہی اپنی اپنی جگہ پر آ جمے تھے اور نو دس بجے کے بعد تو کوئی جگہ سے ہلا ہی نہیں + جلوس کا سب سے زیادہ خوشنما نظارہ جامع مسجد کی سیڑھیوں سے دکھائی دیا - مگر چاندنی چوک کی رونق بھی اُس سے کچھ کم نہ تھی +

۴ - جلوس میں سب سے آگے صوبۂ پنجاب کی پولیس کے افسر اعلےٰ گھوڑے پہ سوار تھے اور جلوس کی رفتار گویا اُن کے ہاتھ میں تھی + اس آہستگی اور وقار سے اُن کا گھوڑا قدم اُٹھاتا تھا - کہ دیکھنے والوں کے مُنہ سے بے ساختہ آفرین نکلتی تھی + ان کے پیچھے کچھ دستے انگریزی فوج کے تھے + جوں جوں یہ لوگ قریب آتے جاتے تھے آنکھیں وائسرائے بہادر کی دید کے لئے بیتاب ہوئی جاتی تھیں - کیونکہ وہ اُس دن ایک عظیم الشان قیصر کے قائم مقام ہونے کی حیثیت میں دلچسپی کا مرکز تھے +

۵ - وائسرائے کے ہاتھی کا نظر آنا تھا کہ ایک شورِ طرب اُٹھا - اور اس زور شور سے تالیاں بجنے لگیں - کہ کان بہرے ہوئے جاتے تھے + ہر صف یہ چاہتی تھی - کہ حضور وائسرائے ان تالیوں کا اعتراف ہاتھ

کے اشارے یا سر کی جنبش سے کریں ۔ لیڈی کرزن کی شان جو وائسرائے کے ساتھ عماری میں بیٹھی تھیں ۔ ایک نئی آن رکھتی تھی ۔ لباس میں اس خوبصورتی سے مغربی اور مشرقی مذاق کی خوبیوں کو جمع کیا تھا ۔ کہ صاحب نظروں کے دل داد دیتے تھے ۔

۶ ۔ لیڈی صاحبہ نے جب امریکہ کے امیر سوداگرِ غلے کے گھر میں جنم لیا ہوگا ۔ تو والدین کے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہ آئی ہوگی کہ زمانہ اس خوش قسمت لڑکی کو پایۂ تخت مغلیہ میں لے جا کر نور جہاں کے مسند میں بٹھائیگا اور وہ حُسن جو معمولی حالات میں امریکہ کے کسی خانہ نشین کروڑ پتی کے گھر کی زینت ہوتا ۔ لارڈ کرزن جیسے با اقبال مدبرِ انگلستان و نائب السلطنتِ برطانیہ کی بدولت ہندوستان کے در و دیوار پر اپنی روشنی ڈالیگا ۔ لارڈ اور لیڈی صاحبہ خوش نصیب رعیت کی بشاشت اور جوش عقیدت دیکھ کر کھلے جاتے تھے اور لوگ انہیں خوش و خُرّم دیکھ کر پھولے نہیں سماتے تھے اور بار بار خوشی کے نعرے بلند کرتے تھے ۔

۷ ۔ ان کے بعد ملکہ معظمہ مرحومہ کی یادگار شاہزادہ ڈیوک آف کناٹ اپنی عالی جاہ ڈچس کے ساتھ ایک دوسرے ہاتھی پر سوار نظر آئے جس کی سج دھج پہلے ہاتھی سے کسی طرح کم نہ تھی ۔ لوگوں کے جوش ارادت کا دریا ایک دفعہ پھر اُمڈا اور وہ نعرے بلند ہوئے کہ چرخ پیر گونج اُٹھا ۔ ملکہ مرحومہ سے جو تعلق

ہندوستان کو پیدا ہو گیا تھا وہ دلی تعلق تھا اور لوگ نہایت خوش تھے۔ کہ اس ملکہ کا ایسا سپوت۔ اِس جشن میں شریک ہے ٭

۸ - اس کے بعد راجوں اور نوابوں کی سواریاں آئیں ٭ نظام دکن اور ایک اور رئیس پہلو بہ پہلو دو سجے ہوئے ہاتھیوں پر سب سے آگے تھے۔ حضور نظام کی سادگی نے وہ شان دکھائی کہ اس پر ہزار زینتیں قربان تھیں ٭ جلال شاہی چہرے پر نور برسا رہا تھا۔ دکن کا بسنتی رنگ نمایاں تھا۔ ہاتھی کی جھول بسنتی۔ ہودے پر بسنتی رنگ۔ فیلبان کی وردی بسنتی ٭ اس کے بعد درجہ بدرجہ اور تاج داروں کی سواریاں تھیں۔ جن کے ہاتھیوں کی جھولیں سونے چاندی کی چادریں معلوم ہوتی تھیں ٭

۹ - ان چیدہ چیدہ ممتاز والیانِ ملک کے پیچھے گورنرانِ صوبجات تھے جن میں پنجاب کے لاٹ صاحب کو باعتبار اس کے کہ جلوس ان کے علاقہ میں تھا۔ نمایاں جگہ ملی تھی ٭ سپہ سالار افواج ہند یعنی لارڈ کچنر بھی مع اپنے خاص دستہ فوج کے جلوس کی رونق کو بڑھا رہے تھے ٭ ان کے بعد سپہر سلطنت کے چھوٹے چھوٹے ستارے آ رہے تھے۔ جن میں مختلف نسلوں۔ مختلف رنگوں۔ مختلف مذہبوں اور مختلف لباسوں کے لوگ تھے ٭ چشم نظارہ پسند اس جلوس کے جلوے کو دیکھتی تھی۔ اور سیر نہ ہوتی تھی اور ختم ہونے پر

ہر شخص یہ کہتا تھا۔ کہ کاش ایک دفعہ پھر سواری اُن کے سامنے سے گذرتی۔ یا کاش اور لمبی ہوتی ÷

۱۰- اگر کوئی ایشیائی حاکم ہوتا تو اس میں شک نہیں کہ اور فوجیں جلوس میں شامل کر کے اور تمام راجاؤں اور نوابوں کے خدام کو ان کی اپنی سواری کے ہمراہ ہونے کی اجازت دیکر جلوس کو اتنا طول دیتا کہ بارہ بجے سے شروع ہو کر شام تک ختم نہ ہوتا۔ مگر لارڈ کرزن کو جہاں ایشیائی مذاق کو نباہنا تھا۔ وہیں مغربی ضروریات اور خیالات بھی مدِ نظر تھے۔ دو ڈھائی بجے جلوس سے فارغ ہو کر کیمپ میں سہ پہر کا ناشتہ کھانا بھی سب یورپین اصحاب کے لئے ضروری تھا۔ اس لئے یہ مبارک رسم وقت مقررہ پر ختم ہو گئی ÷

شیخ عبد القادر بی۔ اے

۲۰- لنڈن

۱- کیسا غدار شہر ہے اور کس غضب کی مصروفیت ہے۔ جس کو دیکھو دوڑا جا رہا ہے ÷ دوپہر کے قریب کاروبار کا زور ہوتا ہے۔ اس وقت کسی بازار میں ایک آدمی بھی مشکل سے ایسا نظر آتا ہے۔ جو آہستہ چل رہا ہو۔ کیونکہ سب تیز چلتے ہیں۔ اور جو آہستہ چلنا چاہے۔ اُس کے لئے یہاں بڑی مصیبت ہے۔ ضرور

دھکے کھائیگا۔ یہاں کا دستور یہی ہے۔ کہ راستہ لیتا چلے
اور راستہ دیتا جائے۔ آہستہ چلنے والے کا یہاں گذر نہیں۔
تیز روی کی رو اُس کو یوں بہا لے جائیگی۔ جیسے خس و
خاشاک سیلاب کے آگے آگے ہو لیتے ہیں۔ روز محشر کی
نفسا نفسی تو مدتوں سے سُنتے تھے۔ یہاں ہر روز قیامت
کی گرم بازاری ہے۔ ع
رہا جو پس کارواں رہ گیا

۴۔ دن کے وقت یہاں ہر ایک شخص اپنے کام
میں مصروف رہتا ہے + بازاروں میں نہ صرف کار و باری
لوگوں کا ہجوم ہوتا ہے۔ بلکہ اُمرا اور شرفا اور اُن کی
بیبیاں اور بچّے سب اپنا سامان خریدنے کے لئے نکلتے
ہیں + ہر شخص دوسرے شخص کے ساتھ اخلاق سے
گفتگو کرتا ہے۔ خواہ اجنبی ہی کیوں نہ ہو + لوگ مسافر
کو بہت توجہ سے راستہ بتاتے ہیں + دُنیا کے ہر حصّے
کے لوگ فرانسیسی۔ ارمنی۔ جرمنی۔ یہودی۔ ہندی۔ چینی۔
جاپانی۔ ترک۔ عرب۔ مصری غرض ہر ملک و ہر قوم کے
لوگ زمانۂ حال کے بابل کے گلی کوچوں کی رونق کو بڑھاتے
ہیں + شہر کے باغات اور پارک دن کے وقت (سوائے
تعطیل کے اوقات کے) کس مپرسی کی حالت میں ہوتے
ہیں۔ البتہ شام ہوتے ہی اُدھر رجوع خلائق ہوتا ہے۔
اور ہر باغ میں ہزارہا لوگوں کا مجمع ہو جاتا ہے + کوئی
وعظ سُنتا ہے۔ کوئی مذہبی گیت گاتا ہے۔ کوئی گھاس
پر لیٹتا ہے۔ کوئی باجا سُنتا ہے۔ کوئی بنچوں پر بیٹھا

دن کی کوفت مٹاتا ہے - کوئی سیر تفریح کے لئے چکر لگاتا ہے - مگر شام کے بعد کا نقشہ ہی اور ہے +

۳ - لندن رات کے وقت - رات کو وہ دن کا کالا کلوٹا لندن نہیں رہتا + سیاہی کو تو ظلمتِ شب ڈھانپ لیتی ہے اور روشنی تاریکئے شب سے فائدہ اُٹھاکر دُگنی آب و تاب دکھاتی ہے + ہر ہوٹل - ہر تھیٹر - ہر میخانہ ایک بقعۂ نور نظر آتا ہے + ان مقامات کو روز ایسی ایسی ترکیبوں سے روشن کیا جاتا ہے - جیسے ہم کبھی کبھی دیوالی یا شب برات کی تقریبوں یا جشن شاہی کے موقع پر چراغان کرتے ہیں + بعض جگہ ایسے انداز سے روشنی کی جاتی ہے کہ دُوکان کا نام اور پتہ آتشیں حروف میں دُور سے نظر آئے + بعض اور بھی ستم کرتے ہیں - ایسی کل رکھ دیتے ہیں - کہ حروف دم بدم بدلتے رہیں - اور اس طرح ہر وقت اُن کے کارخانے کا اشتہار ہوتا رہے +

۴ - لندن کے ذرائع سفر - لندن میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لئے اکثر میلوں کا سفر طے کرنا پڑتا ہے + اب دیکھنا یہ ہے - کہ وہ ذرائع کون کون سے ہیں - جن سے لوگ اِدھر اُدھر سفر کرتے رہتے ہیں + کوئی کار و بار والا آدمی ایسا نہیں جو دن میں تیس چالیس میل کا سفر شہر کے اندر اندر ہی نہ کرتا ہو + اس کے لئے کیا بندوبست ہے - ایک ذریعہ تو آمنی بس ہے - یہ گاڑیاں چار ہزار کے قریب ہیں -

جن کے لئے تیس ہزار گھوڑے کمپنیوں کو رکھنے پڑتے ہیں - اور اُن کی آمد اڑھائی سو روپے فی ہفتہ فی گاڑی ہے + ان کے سوا اور بھی گاڑیاں ہیں - جن کی تعداد پچھلے سال کے شمار کے مطابق بارہ ہزار کے قریب تھی - آٹھ ہزار دو پہیہ اور چار ہزار چو پہیہ + ان پر تیرہ چودہ ہزار کوچوان مقرّر ہیں - جن کی اوسط آمدنی روزانہ پندرہ روپے فی کس ہے + ان کے علاوہ ریلیں ہیں - جن میں بعض زمین کے اوپر چلتی ہیں اور بعض نیچے - ہر دس دس پندرہ پندرہ منٹ کے بعد گاڑی چھوٹتی ہے - اور اس پر بھی بعض اوقات جگہ پانی مشکل ہوتی ہے + بعض گاڑیاں بجلی کے زور سے چلتی ہیں - یہ سارے شہر میں تو نہیں - لیکن شہر کے زیادہ آباد حصّوں میں کثرت سے ہیں - اور ہر دو تین منٹ کے بعد ان کی بھری ہوئی ٹرینیں چھوٹتی رہتی ہیں + کئی دفعہ ایسا ہوا ہے - کہ ہم زینے سے نیچے اُتر رہے ہیں - کہ گاڑی آئی اور نکل گئی مگر تین چار منٹ سے کبھی زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا - کہ دوسری گاڑی آ گئی + اب موٹر گاڑیاں بھی کرائے پر ملنے لگی ہیں - اور کئی حصّوں میں ٹریم بھی زور شور سے چلتی ہے + بجلی سے چلنے والی ٹریم بھی ہے اور وہ بھی ہے جسے گھوڑے کھینچتے ہیں - اور ابھی شکایت ہے - کہ سواری کا سامان کم ہے - ٹریم کی اور بجلی والی نہ زمینی ریل کی توسیع ہونی چاہئے + یہ سارا اہتمام تو عوام کے لئے ہے - خاص لوگوں کی

دو اسپہ اور چار اسپہ بگیوں اور بانکی موٹر گاڑیوں کا تو کچھ شمار ہی نہیں +

۵ - لندن کا طریق دکانداری - نقل و حرکت کا یہ زور و شور جس کا ذکر اوپر ہوا - سب تجارت کے باعث ہے - اور تجارت ہی میں انگلستان کی عظمت کا راز پنہاں ہے + تجارت کے اُن شعبوں کا ذکر جن سے یہاں کے بڑے کارخانے اور جہازوں کی قیام گاہیں آباد ہیں - علیحدہ مضمون چاہتا ہے + سردست اس کے ایک چھوٹے سے صیغے کو لیتے ہیں - یعنی دکانداری + جوں جوں یہاں کے کاروبار کے اس حصے کو دیکھتے ہیں - دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ کوئی ایسا ذریعہ ہو - کہ اپنے ملک کے دکانداروں کی ایک جماعت کو یہاں لاکر یہ نمونہ دکھائیں کہ اس طرح کام کرنا چاہئے + پہلی چیز جو دیکھنے اور اخذ کرنے کے قابل ہے وہ دکان سجانے کا طریق ہے - ہر دکان کے باہر ایک بڑا دروازہ شیشے کا لگا ہوا ہے - جس میں اُن تمام چیزوں کے نمونے جو دکان کے اندر مل سکتی ہیں - قرینے سے سجے ہیں - اور ہر جنس پر قیمت لکھی ہوئی ہے + ہر شخص جو گذرتا ہے - دیکھنے کو ٹھیر جاتا ہے - گویا ہر دکان بجائے خود ایک اشتہار مجسم ہے - گو وہ اس اشتہار پر قناعت نہیں کرتے - اشتہار کے اور وسائل بھی بکثرت استعمال کرتے ہیں + اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جو شخص یونہی سجاوٹ کی کشش سے دیکھنے کو کھڑا ہوتا ہے اُس کی نظر میں کوئی

چیز کھب جاتی ہے یا اس کی قیمت جنچ جاتی ہے اور وہ اندر جاکر اسے خرید لیتا ہے ۔ اس صفائی کے شوق سے بازار کی خوبصورتی میں ترقی ہوتی ہے ۔ چیزیں خراب نہیں ہوتیں اور دُکان کی رونق بڑھتی ہے ۔ اگر ہمارے ہاں بڑے شہروں کے بڑے بازاروں میں ہر شخص جو نئی دُکان بنائے اس میں اس خوبی کا التزام کرے جیسا کہ وہاں بھی بعض انگریزی دُکانوں کی ساخت میں کیا جاتا ہے تو کرائے دار کو بھی فائدہ ہو ۔ اور مالکِ دُکان کو بھی ۔ مگر یہاں کی دکانداری میں جو بات اس سے بھی بڑھ کر ہے ۔ وہ ان دُکانداروں کی تربیت ہے ۔ ان کو یہ سکھایا گیا ہے ۔ کہ گاہک کا دل خلق اور تواضع سے موم کر لو ۔ گاہک دکان میں گھسے تو فوراً دُکاندار اس کی طرف دوڑ کر آئیگا اور سر کے لفظ کا جس کے معنی جناب یا حضور ہیں ۔ ایک تار باندھ دیگا ۔ چاہے گاہک پھٹے کپڑے ہی پہنے کیوں نہ ہو ۔

۶ ۔ لندن کی پولیس ۔ یہ تمام رونق ۔ یہ تمام گرم بازاری یہ تمام دلچسپی کے سامان جن کا اوپر ذکر ہوا ہیچ ہوتے ۔ اور مسافروں کو لندن میں رہنا اور چلنا پھرنا محال ہوتا ۔ اگر لندن کو خوش قسمتی سے ایسے عمدہ ملازمان پولیس میسر نہ ہوتے ۔ اکثر کہا جاتا ہے اور ہے بھی یونہی کہ لندن کی پولیس دُنیا بھر کی پولیس سے بہتر ہے ۔ پولیس کا سپاہی لندن میں ایک نعمت ہے ۔ اپنے فرائض کا نہایت پابند ۔ حلم اور نرمی کا پتلا ۔ اور

انتظام کی جان ہے + اُس کے فرائض یہاں نہایت مشکل ہیں + ایک بڑا کام تو اس کے سپرد یہ ہے۔کہ وہ یہاں کی بیشمار آمد و رفت کو با ترتیب رکھے چنانچہ اسے وہ نہایت خوبی سے انجام دیتا ہے + ہر موڑ پر اور ہر چوک میں دن میں بیسیوں دفعہ یہ ہوتا ہے۔کہ ایک طرف سے بس۔ایک طرف سے ٹریم۔کسی طرف سے گھوڑے گاڑیاں۔کسی طرف سے اسباب کے چھکڑے اور سب طرف سے آدمی آرہے ہیں اور خطرہ ہے۔کہ گاڑیاں ایک دوسری سے ٹکرا جائیں یا آدمی کسی گاڑی کے نیچے آکر کچل جائیں۔مگر پولیس والا ان تمام خطروں کو روکتا رہتا ہے + جو اختیار اُسے حاصل ہیں وہ بھی قابلِ غور ہیں اور جس خوبی سے وہ انہیں برتتا ہے اور لوگ مانتے ہیں وہ بھی قابلِ داد ہے + پولیس والے کی ایک اُنگلی کا کسی جانب اُٹھ جانا اس بات کی علامت ہے۔کہ اُس طرف کے آدمی گاڑیاں وغیرہ سب یکبارگی رُک جائیں۔اور وہ رُک جاتے ہیں تب وہ دوسری طرف کی گاڑیوں کو اشارہ کرتا ہے کہ جلدی سے گزر جاؤ پھر وہ آدمیوں کو اشارہ کرتا ہے۔کہ دوڑ کر نکل جائیں۔پھر رُکی ہوئی گاڑیوں کو چلتا کر دیتا ہے + دن بھر سڑک کے مرکز یا موڑ یا چوک میں وردی پہنے سیدھا بُت بنا کھڑا رہتا ہے + دھوپ ہو تو سوائے ٹوپی کے کوئی حفاظت نہیں۔اُسے اپنی جگہ سے ہٹنا نہیں۔اور بارش ہو۔تو باران کوٹ اور بارانی ٹوپی ہر وقت ساتھ ہے۔پہن لی اور بارش میں کھڑا ہے + اس کے

علاوہ اُس کے معلومات راستوں اور سڑکوں کی نسبت بہت وسیع ہیں۔ اور ہر مسافر کو لازم ہے۔ کہ جہاں ذرا بھی شبہ ہو اُس سے پوچھ لے۔ وہ نہایت کشادہ پیشانی سے سب کچھ بتا دیتا ہے ✤

شیخ عبد القادر بی اے

۲۱- مردم شماری کے فائدے

۱- ایک خاص عرصے کے بعد کسی ملک کی آبادی کا شمار کرنا مردم شماری کہلاتا ہے ✤ دُنیا کے تمام مہذب اور مقتدر ملکوں میں ایک معین عرصے کے بعد مردم شماری ہوتی رہتی ہے۔ اور لکھوکھا روپے اس کام میں خرچ ہو جاتے ہیں ✤ اوّل ہی اوّل ۱۸۸۱ء میں ہندوستان کی مردم شماری کی گئی اور اس پر گورنمنٹ کے پچیس لاکھ روپے صرف ہوئے جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ سلطنت یہ مبلغ خطیر و زر کثیر کسی فضول بات پر ضائع کرنے والی نہ تھی ✤ اس کے بعد دوسری ۱۸۹۱ء اور تیسری ۱۹۰۱ء میں ہوئی۔ اور اب ہر دس برس کے بعد ہمیشہ کے لئے یہ سلسلہ قائم ہو گیا ہے۔ چنانچہ ۱۹۱۱ء میں چوتھی مردم شماری ہونے والی ہے ✤

۲- مردم شماری کے فائدے کچھ خاص سرکار ہی تک محدود نہیں۔ بلکہ اس سے رعایا کو بھی بے شمار فائدے

حاصل ہوتے ہیں + ہر حادثہ و واقعۂ ارضی و سماوی کے لئے مردم شماری کو تدابیر حفظِ ماتقدم کا ایک ذخیرہ بلکہ عہد حکومت کے ایک معتدبہ زمانے کی صحیح تاریخ اور سچا فوٹو سمجھنا چاہیئے + اور چونکہ ہمیشہ ایک عرصۂ معین کے بعد مردم شماری ہوتی رہتی ہے ۔ اس لئے سرکار پر اس طرح جملہ رعایا کا حال آئینہ ہوتا رہتا ہے ۔کہ اُس کی سلطنت میں کس کس قسم کے لوگ آباد ہیں ۔ اُن سے کیا کیا کام نکل سکتے ہیں ۔کس قسم اور کس درجے کی تعلیم اُن میں مؤثر ہے + اس فرقے کے لوگ کیوں زیادہ دولتمند ہیں ۔ اُس گروہ کے اشخاص کیوں افلاس میں گرفتار ہیں ۔ ان میں تعلیم کی کمی کا کیا سبب ہے ۔ اُن میں ترقی تہذیب وتعلیم کا کیا باعث ہے + کن لوگوں کو گورنمنٹ کی امداد کی احتیاج زیادہ ہے + کیونکر ملک کی ثروت و دولت میں ترقی ہو سکتی ہے + کن تدبیروں سے رعایا کا افلاس دُور ہو سکتا ہے + کون لوگ سلیم المزاج ۔ اطاعت پسند اور صلح جو ہیں ۔کس فرقے کے لوگ آتش مزاج ۔ فتنہ پرداز اور تند خو ہیں ۔ اُن کے قابو رکھنے کی اور راہ پر لانے کی کیا سبیلیں ہیں + یہ لوگ کیوں پست ہمت اور ضعیف الاعتقاد ہیں + اس جُرم خاص کی فلاں قوم یا فرقے میں کیوں کثرت ہے ۔ اور اس کی کثرت کہاں تک مضر انتظام ہے + کیونکر اور کس اندازہ سے یہ اجزاے مختلفۂ سلطنت باہم ترکیب پائیں ۔کہ ملک کے

مزاج کو معجونِ معتدل کا فائدہ بخشیں * انتظام سلطنت
میں کون لوگ قوانینِ مروّجۂ حال سے زیادہ فائدہ اُٹھاتے
ہیں اور اُس کے صلے میں سرکار کو وہ اپنی یافت اور
آمد کا کونسا حصّہ دیتے ہیں * قوانین مروّجہ میں کس
امر کی اصلاح و ترمیم کی - اب یا آئیندہ کس قدر ضرورت
ہے - یا ہوگی * اس قوم یا فرقے کے لوگ کن رسومات
خارج از مذہب کے پابند ہیں - اور وہ اُن کے حالات
میں کہاں تک تغیّر و تبدّل پیدا کرتی ہیں ؟ گورمنٹ
کہاں تک ان میں دخل دینے کی مجاز ہے یا ہوسکتی
ہے * رعایا میں آزادی اور پابندی کا کیا معیار رکھا
جاسے - کہ انتظام اور انصاف کے پائے سے نہ گر
جاسے * کون اپنے کسب و حرفت میں ترقی پر ہیں -
اور کون تنزل پر - اور یہ کسب و حرفت ملک کی
خوشحالی سے کس قدر علاقہ رکھتی ہے * سابق و حال
کی مردم شماری ملک کی ترقی یا تنزل کی کیا حالت
دکھاتی ہے - اور کیا کیا اصلاح و ترمیم کی تدبیر سمجھاتی
ہے *

۳ - کیا ان امور کی تنقیح و تدقیق اُس قوّت پر
واجب نہیں - جس کے قبضۂ اقتدار میں کروڑوں بندگانِ خدا
کی رفاہ و بہبود تفویض ہے - اُن کی موت و حیات تک
اُس کے ہاتھ میں ہے اور خود اُس کی اپنی عظمت و
اقبال - شوکت و اجلال کا ان پر انحصار ہے * ظاہر
ہے کہ سلطنت کا مدار رعایا پر ہے - اور رعایا کی بہبود

کا انحصار بادشاہ اور حکام وقت کی خوبئ انتظام پر۔ پس اگر بادشاہ کو اپنی رعایا کے حالات سے آگاہی نہیں تو اس کی رفاہ اور بہبود میں کیا کوشش کریگا۔ اور کیا اپنی عظمت و اقبال کو بڑھائیگا * کیا صاحب خانہ کو اپنے گھر کے انتظام اور اپنی راحت و آرام قائم رکھنے کے لئے گھر کے تمام متعلقین کے حالات سے آگاہی ضرور نہیں * کیا یہ بات عقل کے نزدیک مذموم نہیں۔ کہ اُس کے متعلقین جن کی وجہ سے وہ گھر باری اور سرگروہ قبیلہ بنا ہوا ہے۔ احتیاج اور ضرورت میں مبتلا ہو کر محض اُس کی لاعلمی اور بے خبری سے تلف ہو جائیں۔ اور اُسے اُن کی خبر تک نہ ہو۔ اس غفلت کا نتیجہ خانہ بربادی نہیں۔ تو اور کیا ہے *

۴۔ حکام وقت کو انتظام سلطنت درست حالت میں رکھنے کے لئے رعایا کے مختلف فرقوں اور گروہوں سے واقفیت حاصل کرنا نہایت ضروری امر ہے * طبیب جب تک مریض کے مرض اور مزاج کی تشخیص نہ کرلے۔ کسی علاج سے کامیابی کی اُمید نہیں کر سکتا * رعایا کی مزاج دانی اور اُس کے مختلف امراض کی تشخیص اور علاج کے صدہا وسائل ہیں۔ مردم شماری اُن سب سے بہتر اور افضل وسیلہ ہے۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ مردم شماری کے رجسٹر کو ملک کے جسم کی اناٹمی یا تشریح کی کتاب کہیں۔ تو نہایت مناسب ہے * اس بیان سے ثابت ہوا۔ کہ رعایا اور حکام ہیں گھر کے مربی اور اُس کے

متعلقین یا طبیب اور مریض کا سا علاقہ ہے + پس گھر کا مدبر و عقیل مربّی انتظام خانہ داری ہیں. جو بات کریگا. وہ ضرور گھر کی بہبود اور آرام پر مبنی ہوگی + طبیب حاذق مریض کے حق میں جو تجویز کریگا۔ ضرور اُس کی بُنیاد صحت اور مریض کی خیرخواہی پر ہوگی - لہذا مردم شماری اپنے فوائد کے لحاظ سے ہر مہذّب اور شایستہ سلطنت کے لئے ضروری تدبیر ہے +

مولوی سید احمد کبیر

۲۲ - صحّت اَور مرض

ا - ایک صحت ہزار نعمت ہے - تندرستی سے بڑھ کر دُنیا میں کوئی چیز عزیز نہیں ہے - پس تندرست رہنا بس غنیمت ہے + بیماری ایک طرح کا عذاب ہے جو تکلیف کے علاوہ آدمی کے سب کام بند کر دیتی ہے + اگر کسی کو بیماری کا رنج ہو - تو دُنیا کے تمام عیش و آرام اُس کی نظروں میں ہیچ ہو جاتے ہیں - نہ کسی سے بات کرنے کو جی چاہتا ہے - نہ کھانا مزے کا معلوم ہوتا ہے نہ کسی شغل میں جی بہلتا ہے + بیماری موت کا پیغام ہے - اور موت بے بیماری بہت کم آتی ہے + جب بیماری سخت اور طویل ہو جاتی ہے - تو اکثر انجام کو موت ہے - پس بیماری سے زیادہ انسان کا کوئی

دشمن نہیں - جہاں تک ہو سکے اس دشمن سے بچنا چاہیئے +

۲ - لوگ پیٹ کی خبر گیری اچھی طرح نہیں کرتے اِس وجہ سے بیمار ہوتے ہیں + اگر نقصان کرنے والی کوئی چیز کھا لو تو اُس کا نقصان فوراً معلوم نہیں ہوگا - اس دھوکے میں لوگ پڑے ہیں - لیکن زندگی کی اصل پیٹ ہے + کھانا پانی اوّل پیٹ میں جاتا اور وہاں ہضم ہوتا یعنی پکتا اور گلتا ہے - اور اس کا عمدہ عرق جگر میں جاکر خون بنتا ہے اور پھوگ انتڑیوں کی راہ نکل جاتا ہے + خون جگر میں بنتا ہے اور اُس کے ساتھ بلغم - سودا - صفرا پیدا ہوتا ہے + بلغم ادھ کچرا خون ہوتا ہے - سودا تلچھٹ جو جگر کے نیچے بیٹھ جاتا ہے - اور صفرا اُبال جو جوش کھا کر اوپر آ جاتا ہے + یہ چار چیزیں - خون - بلغم - صفرا - سودا - چار خلط بولی جاتی ہیں +

۳ - جب ان میں سے کسی کو حد سے بڑھ کر زیادتی ہوئی - تو فساد اور بیماری پیدا ہو گئی + خون کی زیادتی اور فساد سے پھوڑا پھنسی - نکسیر - کھجلی ہوتی ہے + بلغم سے کھانسی زکام وغیرہ + صفرا سے تپ وغیرہ - اور تپ سے درد سر + سودا سے خفقان - مراق وغیرہ +

۴ - پانی بھی پیٹ میں جاتا ہے - لیکن اُس کا فضلہ جگر میں ہو کر گردوں کی راہ سے مثانے میں

پیشاب بن کر نکلتا ہے ÷ پس غذا میں احتیاط کرنا حفظ صحت کے لئے ضرور ہے ÷ بھوک سے زیادہ کھانا اور کھانے کا وقت بدلنا نہ چاہیئے - بلکہ جب تک بھوک خوب نہ معلوم ہو کھانے کا قصد نہ کیا جائے ÷ ذرا سی گرانی معدے میں ہو تو کھانا نہ کھایا جائے - بے وقت اناپ شناپ پیٹ میں کھانا ٹھوسنا بیماری ہے ÷ جو کھانا اچھی طرح ہضم نہ ہو اُس سے ناقص خون اور ناقص درجے کا بلغم پیدا ہوتا ہے - اور طرح طرح کی بیماریاں آ کر گھیرتی ہیں ÷

۵ - لڑکے اسی واسطے جلد جلد بیمار ہوا کرتے ہیں - کہ کھانے میں احتیاط نہیں کرتے - دن بھر بکری کی طرح اُن کا منہ چلتا ہے ÷ دسترخوان پر بیٹھتے ہیں - تو جانتے ہیں ÷ کہ نوشک پر بیٹھے ہیں - اسی پر سوئینگے - اُٹھنے کا نام نہیں لیتے - ابھی پیٹ بھر کر اُٹھے ہیں اور پھر آ موجود ہوئے ÷ ردنی - سنگھاڑے - ککڑی - جھڑ بیری کے بیر - پھلیاں - چنے - بلا بد تر - جو ملا سب چٹ - پھر بیمار نہ ہوں تو تعجب ÷ اور جب بیمار پڑتے ہیں تو مصیبت یہ کہ نہ دوا پیتے ہیں نہ لگاتے ہیں - رونا ہے اور ہائے ہائے کرنا ÷ خوب سمجھنا چاہیئے - کہ جب بیماری آ چکی تو بے دوا کئے نہیں ٹلیگی ÷

۶ - ہر ایک آدمی کو تھوڑی سی ریاضت اور محنت بھی ضرور ہے - تا کہ کھانا خوب ہضم ہو ÷ کھانے کے

بعد تھوڑی دیر آہستہ آہستہ ٹہلنا بھی ضرور ہے - تاکہ کھانا خوب پیٹ میں اُتر جائے ٭ گرمی کے دنوں میں دھوپ کے وقت باہر پھرنا گویا زبردستی بخار کو گھر میں بلانا ہے ٭ جب دھوپ تیز ہونی شروع ہو اور سموم جس کو لو بولتے ہیں چلنے لگے - تو مکان کے اندر محفوظ جگہ میں بیٹھنا چاہیئے ٭ بدبو اور دھوآں اور گرد اور نمی اور بند ہوا - یہ پانچ چیزیں تندرستی کے لئے زہر ہیں ٭ پس بدبو کے پاس صرف بقدر ضرورت رہنے کا مضائقہ نہیں - باقی اس سے الگ رہنا چاہیئے ٭ اسی طرح دُھوآں بھی ضرر کرتا ہے اور گرد و غبار بھی موجب نقصان ہے ٭ نمی بہت بُری چیز ہے - بھیگا ہوا کپڑا اوڑھے رہنا یا بھیگے اور سیلے ہوئے مکان میں بیٹھنا ضرور بیماری کا باعث ہے ٭ شبنم یعنی اوس اس لئے مُضر ہے کہ اس سے کپڑے سیلتے ہیں ٭ چھڑکاؤ کا کھلی ہوئی جگہ میں مضائقہ نہیں - جیسے صحن یا کھلی ہوئی چھت پر - لیکن بند کوٹھری میں چھڑکاؤ نہ کیا جائے ٭ چھڑکاؤ کے بعد ایک بھبک اُٹھتی ہے - اگر مکان کھلا ہوتا ہے - تو بخارات نکل جاتے ہیں - لیکن بند مکان میں گھٹ کر رہ جاتے ہیں - پس ان بخارات کے ملنے سے ہوا خراب اور زہریلی ہو جاتی ہے ٭

۷ - برسات کے دنوں میں نمی کا بچاؤ مشکل ہوتا ہے ٭ جو مکان ٹپکتا ہو اور جس کی زمین تر ہو -

اُس میں رہنا اچھا نہیں ۔ جب دھوپ نکلے بلا ضرورت بھی سب کپڑے خشک کرانے چاہئیں ۔ کیونکہ برسات کی ہوا مرطوب ہوتی ہے ۔ اندر کے رکھے ہوئے کپڑے بھی سیل جاتے ہیں ۔ نہانے کے بعد فوراً تمام بدن کو کپڑے سے خشک کرنا چاہیئے اور اس کپڑے کا الگ رکھنا بہتر ہے ۔ بالا خانے پر رہنا اور اگر بالا خانہ مکان میں نہ ہو ۔ تو کھلے ہوئے دالان میں رہنا اچھا ہے ۔ کوٹھڑی جس میں اسباب بھرا ہے اور ہوا بند ہے اُس میں جانا نہ چاہیئے ۔ اُس کے اندر کی ہوا اچھی نہیں ہوتی ۔ برتنوں کا دھوون کبھی مکان میں نہ ڈالا جائے علیحدہ دور پھینک دیا جائے ۔ اس سے بیماری پیدا ہوتی ہے ۔ ترکاری کے پتے مکان میں نہ پڑے رہیں ۔ ان میں بھی ایک طرح کا زہر ہوتا ہے ۔ اور گھر میں کوڑا جمع رہنا بھی بہت بُرا ہے ۔

۸ ۔ ایک عادت نہایت بُری ہے وہ یہ ہے ۔ کہ گرمی کے دنوں میں رات کو تو اوس میں سوئے اور آخر شب جب ہوا خنک ہوتی ہے تو سردی کے بچاؤ کے لئے اندر مکان میں جا پڑے ۔ رات کی اوس اور صبح کی بند ہوا دونو زہر ۔ شام کا وقت بڑے شہروں میں ہمیشہ نہایت درجے کا خراب ہوتا ہے ۔ لوگ اپنی ضرورتوں کے واسطے بکثرت بازاروں کو آتے ہیں ۔ اُن کی آمد و شد سے غبار بلند ہوتا ہے اور دھوآں تو غث کے غث خدا کی پناہ ۔ ایسا کہ سانس بھی لینا مشکل

ہوتا ہے ✤ ایسے وقت شہر کے باہر ہوا سرد ہوتی ہے - اور میدان صاف - نہ دھوآں ہوتا ہے نہ گرد - انگریز لوگ ہوا خوری کو شہر سے دُور گھوڑے اور بگیوں پر سوار یا پیادہ نکل جاتے ہیں ✤

۹ - صبح کو ہوا ہر موسم میں نہایت صحت بخش اور روح افزا ہوتی ہے - خصوصاً گرمی کے دنوں میں ✤ لیکن ہندوستانی گھر گھُسنے صبح شام دونو وقت اس نعمتِ خدا داد سے محروم رہتے ہیں - اسی واسطے جس کو دیکھو پیٹ پکڑے پھرتا ہے ✤ ماش کی دال کے دو دانے کھاتے ہیں - تو نفخ ہو جاتا ہے - بیسن کی پکوڑی جو چکھ لیتے ہیں تو پیچش ہو جاتی ہے - تیل کی کوئی چیز زبان پر رکھتے ہیں تو چھاتی جلتی ہے - کوئی ثقیل چیز کھا جاتے ہیں تو درد ہوتا ہے ✤ اگر چلنے پھرنے کی عادت ہو اور صبح و شام ایک ایک گھنٹہ جنگل کی ہوا کھائیں تو سو دوا کی ایک دوا ہے ✤

۱۰ - انگریز کیسے توانا اور قوی ہوتے ہیں ✤ ان کے بچے بھی بڑے موٹے تازے ہوتے ہیں ✤ یہ سب ہوا خوری اور محنت کی بدولت ہے ✤ چلنے پھرنے سے پسینا آتا ہے - اور جتنی رطوبت ناقص ہوتی ہے سب پسینے کی راہ نکل جاتی ہے - کھل کر بھوک لگتی ہے ✤ ہندوستانی لوگ جنھوں نے محنت کا فائدہ سمجھا - اور ہوا خوری کو انگریزی رسم قرار دیا انھوں نے اور تدبیر نکالی - کوئی ڈنڈ پیلتا ہے - کوئی مگدر یا لیزم ہلاتا ہے -

کوئی کشتی لڑتا ہے۔ کوئی بیٹھکیں لگاتا ہے + یہ بات بھی نفع سے خالی نہیں۔ ڈنڈ پیل آدمی کیسے موٹے تازے ہوتے ہیں۔ لیکن اس طرح کی ریاضت کو اکثر رذیلوں نے پیشہ کر لیا ہے۔ اکھاڑے بنا رکھے ہیں۔ اُن میں تمام دُنیا کے بد وضع لڑکے جمع ہوتے ہیں +

۱۱ - ریاضت کرنا ضرور چاہیئے۔ اور صبح شام پیادہ ہوا خوری سے بہتر اور کوئی ریاضت نہیں + تندرستی کا ایک اور آسان نسخہ یہ ہے۔ کہ ہر وقت تھوڑی بھوک لگی رہے۔ خدا نے چاہا تو کبھی بیماری پاس نہ پھٹکیگی + (مولوی نذیر احمد شمس العلماء)

۲۳ - افلاطُون

۱ - حکمائے متقدّمین میں یہ بڑا مشہور حکیم گزرا ہے + اس کا باپ شہر ایتھنز کا رہنے والا تھا۔ مگر افلاطون حضرت عیسےٰ کی پیدائش سے ۴۳۰ برس پہلے کسی اور جزیرے میں پیدا ہوا تھا + یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ افلاطون ایتھنز کے اخیر بادشاہ کورس کی اولاد سے تھا +

۲ - شروع میں اُس نے امیر زادوں کے طور پر تربیت پائی + ورزش کا بہت شوق رکھتا تھا + اوّل اس نے شاعری اور مصوّری کی طرف توجہ کی۔ اور ان

فنون کو تھوڑے ہی عرصے میں سیکھ لیا + جب اس کی عمر تیس برس کی ہوئی - تو سب استادوں کو چھوڑ کر صرف سقراط سے علم حکمت کی تحصیل شروع کی + اُس کی نصیحتوں کو غور کیسے سُنتا - اور اُن پر عمل کرتا + سقراط کو افلاطون سے کمال درجے کی محبّت تھی - اور یہ بھی اس کا فدائی تھا + جب حاسدوں نے بغض اور حسد کی راہ سے سقراط پر الزام لگا کر اس کے قتل کی تجویز کی - اُس وقت افلاطون نے حاکمانِ عدالت کے روبرو کچھ گفتگو کرنی چاہی - لیکن حکام نے اُسے اجازت نہ دی +

۳ - افلاطون نے علم فلسفے کے سیکھنے کے لئے دُور دُور کے سفر کئے - مختلف ممالک میں گیا اور وہاں کے حکما سے طرح طرح کے علوم سیکھے + چنانچہ مصر اور اطالیہ میں جا کر حکیم فیثا غورث کے شاگردوں سے ملا - اور اُن سے اس مشہور حکیم کے مسائل معلوم کئے + اُس زمانے میں ملک مصر میں علم ہندسہ اور علم ہیئت کا بہت چرچا تھا - اور ان دونو علوم کی اُس نے اس جگہ پورے طور پر تکمیل کی + پھر ملک فارس یعنی ایران پہنچا - اور وہاں آفتاب پرستوں اور آتش پرستوں کے مذہب کی تحقیق کی + یہ بھی اس کا ارادہ تھا - کہ ہندوستان میں آ کر برہمنوں کے دین کا حال معلوم کرے - لیکن اُن دنوں میں ممالک مشرقی میں لڑائی بھڑائی بہت پھیل رہی تھی - اس لئے اس ارادے کو پورا نہ کرسکا +

آخر وطن کی طرف مڑا - اور شہر ایتھنز میں ایک مدرسہ بنایا - یہاں اپنے مسائل اور علم فلسفے کی تعلیم شروع کی * اس حکیم کو علم ہندسہ کا یہاں تک شوق تھا - کہ اپنے مدرسے کے دروازے پر یہ لکھ کر لگا دیا تھا - کہ جو کوئی علم ہندسہ نہ جانتا ہو - وہ اس گھر میں قدم نہ رکھے * افلاطون کے مدرسے میں اکثر امیروں اور بڑے بڑے آدمیوں کے لڑکے تعلیم پاتے تھے - اور اور ملکوں میں اس کا اس قدر شہرہ ہوگیا تھا - کہ دُور دُور سے لوگ اُس کا نام سُن کر تحصیل علوم کے لئے چلے آتے تھے * اس حکیم کے بہت شاگرد بڑے بڑے فاضل ہو گزرے ہیں - لیکن ارسطو اِن میں ایسا ہوا ہے کہ اپنے اُستاد پر بھی فوق لے گیا * افسوس! آدمی کیسا ہی نیک اور کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو - حاسد بے حسد کئے نہیں رہتے - چنانچہ افلاطون سے بھی اکثر حکیم حسد کرتے تھے - لیکن وہ کچھ خیال نہ کرتا تھا اور اگر وہ لوگ اس سے کوئی بات پوچھتے تھے - تو اُن کو معقول جواب دیتا تھا *

۴ - افلاطون کا عقیدہ یہ تھا - کہ خدا تعالےٰ نے عالم کو اُس مادّے سے بنایا تھا - جو پہلے بے قاعدہ اور بے ترتیب موجود تھا - اور مادّے کی اس نے یہ تعریف کی ہے - کہ یہ وہ شے ہے - جس میں کوئی صفت یا شکل بالفعل موجود نہیں - لیکن کسی شکل یا صفت کے حاصل کرنے کی قابلیت اس میں پائی

جاتی ہے * گویا اس حکیم کی رائے کے موافق عالم ایک عظیم الشان عمارت ہے - مادہ اس عمارت کا مصالح ہے - اور خدا معمار * افلاطون خدا کی ذات کی یوں تعریف کرتا ہے - کہ وہ عقل عظیم غیر مادّی ہے - نہ اُس کا آغاز ہے - نہ انجام - تغیر و تبدّل کو اُس میں راہ نہیں - اُس کا تصور صرف عقل ہی کر سکتی ہے *

۵ - اس حکیم نے دُنیا میں ایسی شہرت پائی - کہ جس طرح ہندوستان کے گلی کوچوں میں بچّہ بچّہ اُس کا نام جانتا ہے - اسی طرح لندن اور بخارا میں بھی ہر ادنےٰ و اعلےٰ اُس سے واقف ہے * اس حکیم نے حضرت عیسےٰ کی پیدائش سے ۳۴۵ برس پہلے اس جہانِ فانی سے رحلت کی * چونکہ اُس کو ورزش کا شوق تھا - اس سبب سے بڑھاپے تک اُس کے اعضا اور قوےٰ میں کسی طرح کا فرق نہ آیا *

(مؤلف)

---

۲۴ - روضۂ ممتاز محل

۱ - شاہجہاں بادشاہ کی عمارتوں میں یہ عمارت ایسی پاکیزہ اور نفیس ہے - کہ روے زمین کی کوئی دوسری عمارت نہیں * شاہجہاں نے یہ عمارت اپنی چاہیتی بیوی ارجمند بانو عرف ممتاز محل کی یادگار میں تیار

کرائی + آگرے سے کوئی دو میل دریائے جمنا کے بائیں کنارے ہے + ۱۷ برس کے عرصے میں بنی + اس کے سفید گنبد کی بہار تو شہر میں سب ہی جگہ سے نظر آتی ہے - مگر عمارت کی صنعت اور اُس کی خوبی پاس جا کر دیکھنے سے کھُلتی ہے + جب قریب پہنچتے ہیں - تو ۱۸۶۰ فٹ لمبا اور ۱۰۰۰ فٹ چوڑا ایک احاطہ دکھائی دیتا ہے + اس کی چار دیواری میں طاق بنے ہوئے ہیں - اور چاروں طرف سنگ سرخ کا ایک ایک دروازہ ہے - تین چھوٹے اور ایک بڑا +

۲ - بڑے دروازے پر جس سے روضے میں داخل ہوتے ہیں قرآن شریف کی آیتیں کندہ ہیں - اور بیل بوٹے بنے ہوتے ہیں + اس دروازے سے چند سیڑھیاں اُتر کر باغ میں داخل ہوتے ہیں - یہ باغ بھی ایسا پُر فضا - آراستہ اور پیراستہ ہے - کہ اُسے دیکھ کر بے ساختہ زبان پر یہ شعر آتا ہے ؎

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمین است و ہمین است و ہمین است

پھولوں کی خوشبو - پودوں کی بہار - میوہ دار درختوں کی قطار اور روشوں کی تراش کا لطف بیان سے باہر ہے + روشوں پر سنگ سُرخ کا فرش اور بیچ میں سنگ مرمر کا ایک پاکیزہ حوض ہے + حوض کے اندر فوارے لگے ہیں - اور گرد سرو کے درخت کھڑے ہیں + یہ فوارے ہر وقت جاری نہیں رہتے - ان کے چھوٹے

کا تماشا کبھی کبھی کسی خاص موقع پر دیکھنے میں آتا ہے + حوض سے آگے بڑھ کر کئی سیڑھیاں چڑھ کر ایک شطرنج نما چبوترے پر پہنچتے ہیں + اس کے اوپر ۳۱۳ فٹ مربع سنگ مرمر کا ایک اور چبوترہ ہے - اور اس چبوترے کی دیوار میں ایک طرف سنگ مرمر کا زینہ ہے اور چاروں گوشوں پر چار مینار سرکشیدہ کھڑے ہیں + ان میں ہر ایک ۳۱۳ فٹ بلند ہے + اسی چبوترے کے عین وسط میں ۱۸۶ فٹ مربع میں خاص روضے کی عمارت ہے + روضے کی سقف پر سنگ مرمر کا گنبد ۸۰ فٹ اونچا چلا گیا ہے - اور اس کی چوٹی پر ایک طلائی کلس بشکل ہلال چمکتا ہے + بڑے گنبد کے گرد چار چھوٹے برج اور ہیں ان سے اس کی زیبایش اور بھی زیادہ ہو گئی ہے + اس روضے کی مغربی اور مشرقی سمت نیچے کے چبوترے پر دو خوش قطع اور ہم شکل عمارتیں بنی ہوئی ہیں - ان میں سے ایک مسجد ہے - اور دوسری اس کا جواب +

۳ - یہ تو باہر کا نقشہ تھا - اب اندر کی کیفیت سنئے + گنبد کے اندر جا کر در و دیوار پہ گلزار بلکہ نگار خانے کی بہار نظر آتی ہے + جا بجا عقیق و یشب و لاجورد وغیرہ قیمتی پتھروں کے پھول اور بیل بوٹے اس خوبصورتی سے بنائے ہیں - کہ اس زمانے کے بڑے بڑے صناع اور انجنیئر انہیں دیکھ کر حیران ہو جاتے ہیں +

ہ - پھولوں کی پنکھڑیوں میں بیسیوں رنگ کے پتھر لگائے ہیں - اور پتھر کے جوڑ اس خوبی سے ملائے ہیں - کہ اگر ناخن بھی پھیریں تو کہیں نہیں رُکتا + ان پھولوں کے سوا وروں - محرابوں اور دیواروں پر جگہ جگہ سنگِ اسود کے حروف میں قرآن کی آیتیں کندہ کی ہوئی ہیں + کہتے ہیں - کہ اس مقبرے میں اسی طرح پورا قرآن شریف تحریر ہے + گنبد کے وسط میں سنگ مرمر کا ایک جالی دار کٹہرا لگا ہوا ہے - اور اس میں جہاں جہاں جالی نہیں ہے - وہاں وہی بیش بہا پتھروں کی عجیب گلکاری ہے - ہر گل ایک مرقع اور کاریگر کی استادی کا نمونہ ہے + اس کٹہرے کے در کے اوپر کواڑ کی چولوں کے دو سوراخ ہیں - اور اُن سے صاف معلوم ہوتا ہے - کہ کبھی اُن میں کواڑ لگے ہوئے ہونگے + کہتے ہیں کہ یہ کواڑ نری چاندی کے بنے ہوئے تھے - اور الماس اور پکھراج سے مرصع تھے - اور ایک ایک کواڑ لاکھ لاکھ روپے کی تیاری کا تھا - خبر نہیں اُن کو کس نے اُتارا؟ اور کہاں لے گیا؟ کواڑوں کے علاوہ کئی جگہ سے پھول بھی اُکھاڑے گئے ہیں + اسی کٹہرے کے اندر ممتاز محل اور شاہجہاں دونو کی قبروں کے تعویذ ہیں - اور اصل قبریں اُن کے نیچے سنگ مرمر کے تہ خانے میں ہیں - بادشاہ کا تعویذ بیگم کے تعویذ سے کچھ اونچا ہے - اور ان تعویذوں پر کتبے کندہ ہیں + گنبد میں آدمیوں کی آواز خوب ہی گونجتی ہے - اور جیسا لطف آنکھوں کو اس

نگار خانے کی سیر سے حاصل ہوتا ہے۔ ویسی ہی کیفیت کانوں کو گنبد کی صدا سے حاصل ہوتی ہے + جن تہ خانے میں اصلی قبریں ہیں۔ وہاں سنگ مرمر کی سیڑھیوں کے ذریعے پہنچتے ہیں۔ اِن کے اندر بھی قبروں کے تعویذوں پر پتھروں کے پھول بنے ہوئے ہیں اور کتبے لکھے ہوئے ہیں + (مؤلف)

۲۵۔ میلے

۱۔ اور ملکوں کی طرح ہندوستان میں بھی میلوں کا رواج مدّت سے چلا آتا ہے۔ چنانچہ مہاراجہ اشوک کے زمانے کے کتبوں سے اس امر کی تائید ہوتی ہے + یہ بات قابل غور ہے کہ میلوں کا آغاز تو کسی ضرورت کی بنا پر ہوا کرتا تھا۔ لیکن اُس کے مفقود ہو جانے کے بعد بھی ان کا سلسلہ برابر جاری رہتا تھا + تحقیقات سے جہاں تک پتہ چلا ہے۔ میلوں کا آغاز اُس زمانے سے ہوا۔ جب سڑکوں کا نام و نشان نہ تھا۔ اور آمد و رفت اور باہمی میل جول کے ذریعے ناقص اور محدود تھے +

۲۔ میلوں کے آغاز سے پہلے لوگوں کی طرز معاشرت نہایت ہی ابتدائی حالت میں تھی + ہر شخص اپنی ضروریات خود بہم پہنچاتا تھا۔ اور دوسروں سے اعانت کا طلبگار

نہ ہوتا تھا۔ کھیتی باڑی بھی خود ہی کرتا تھا۔ جانوروں کا شکار کر کے اُن کی کھال کے کپڑے خود ہی سی لیتا تھا۔ بڑھئی اور لُہار کا کام بھی آپ ہی کرتا تھا + ظاہر ہے۔ کہ اس طرز معاشرت سے انتہا درجے کی محنت اور دقت اُٹھانی پڑتی ہوگی + آخر وہ زمانہ آیا۔ کہ لوگوں نے تقسیم کام کا بندوبست کیا۔ اب بعض لوگوں نے صرف موچی کا کام اختیار کیا۔ بعض نے درزی کا۔ بعض نے کھیتی باڑی کا + جب زمانے کی حالت اس طرح بدلی تو اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی۔ کہ موچی کپڑے سلوانے کے لئے درزی کے پاس جائے۔ اور درزی کو اناج کی ضرورت ہو۔ تو کسان کے دروازے پر جائے + اب لوگوں نے ایک اور سہولت نکالی اور وہ یہ کہ اُنہوں نے خاص خاص دنوں میں مقررہ اوقات پر جمع ہو کر اپنی اپنی اشیائے تجارت کو فروخت کرنا شروع کیا۔ یہ میلوں کی پہلی بنیاد تھی + ہندوستان میں یہ ابتدائی رسم ابھی تک چلی آتی ہے۔ اور کوئی گاؤں یا قصبہ ایسا نہیں جہاں اس مطلب کے لئے میلا نہ لگتا ہو۔ اسی کا نام پینٹھ ہے +

۳۔ اس کے علاوہ وہ میلے ہیں۔ جو مقدس مقامات پر وقتاً فوقتاً منعقد ہوتے ہیں۔ اور لوگ ان میں شامل ہونا باعث ثواب خیال کرتے ہیں۔ اجمیر میں ہر سال خواجہ معین الدین چشتی صاحب کے عرس کے موقع پر لاکھوں مسلمان ہندوستان کے ہر گوشے سے جمع ہوتے

ہیں + ہردوار میں بیشمار ہندو نہان کے موقع پر جاتے ہیں + ایسے میلوں میں بھی تجارت کا بازار خوب گرم ہوتا ہے۔ اور دُور دُور کے دُکاندار اپنا اسباب فروخت کے لئے وہاں لے جاتے ہیں۔ مگر ان میلوں میں شمولیت کا اصلی مقصد حصول ثواب ہی ہے۔ نہ تجارت +

۴۔ بعض میلے محض تفریح طبع کی خاطر لگائے جاتے ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہے۔ کہ لگاتار دُنیاوی کار و بار میں مصروف رہنے کی وجہ سے جو کلفتیں دل و دماغ میں پیدا ہو گئی ہیں۔ وہ دُور ہو جائیں۔ آپس کے میل جول۔ گفتگو۔ بات۔ چیت۔ سیر و تماشے سے طبیعت کو فرحت حاصل ہو + اس طرح کے میلے بھی ہندوستان میں کثرت سے ہوتے ہیں۔ اور طبیعت کی پژمردگی کو رفع کرنے کا عمدہ علاج ہیں۔ لاہور کے میلۂ شالامار اور دلّی کی پھُول والوں کی سیر سے کون واقف نہیں +

۵۔ میلوں کی چوتھی قسم میں وہ تجارتی میلے ہیں۔ جو گورنمنٹ اپنی سرپرستی سے اکثر مقامات میں منعقد کیا کرتی ہے + مختلف قسم کی نمائشیں جو ہندوستان کے بعض بعض شہروں میں وقتاً فوقتاً ہوتی رہی ہیں۔ ان میں داخل ہیں + ان میلوں میں اکثر مال مویشی اور گھوڑے دُور دُور سے لوگ فروخت کے لئے لاتے ہیں۔ گورنمنٹ کی طرف سے ان لوگوں کو انعام ملتے ہیں۔ تا کہ انہیں اچھا مال بہم پہنچانے کی طرف ترغیب و تحریص

ہو ۔ اس کے علاوہ اور بھی انواع و اقسام کی نمائشیں اکثر موقعوں پر گورنمنٹ کی سرپرستی میں منعقد ہوتی رہی ہیں ۔ اور اُن سے تجارت کو بہت فائدہ پہنچا ہے ۔

۶ ۔ میلوں میں شامل ہونے سے طرح طرح کے فائدے حاصل ہوتے ہیں ۔ ملک ملک کے لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہے ۔ جگہ جگہ کی نئی نئی چیزیں دیکھنے میں آتی ہیں ۔ دل و دماغ کو تفریح حاصل ہوتی ہے ۔ اور تجربہ وسیع ہوتا ہے ۔ (مؤلف)

۲۶ ۔ اَہرامِ مصر

۱ ۔ مصر کے پایۂ تخت قاہرہ سے سات آٹھ میل کے فاصلے پر ایک لق و دق میدان میں تین مخروطی مینار بنے ہوئے ہیں ۔ ان میں سب سے بڑا مینار دُنیا کے سات* عجائبات میں شمار کیا جاتا ہے ۔ اہلِ عرب ان میناروں کو اہرام کہتے ہیں ۔ اہرام جمع ہے ہرم کی اور ہرم کے معنی عربی زبان میں بڑھاپے کے ہیں ۔ چونکہ یہ مینار اس قدر پُرانے ہیں ۔ کہ ان

* سات عجائبات کی تفصیل یہ ہے (۱) آہرامِ مصر (۲) مقبرۂ شاہ ماسولیس (۳) معبد دیانا (۴) بابل کی دیواریں اور آویزاں باغ (۵) بت روڈس (۶) بت جوپیٹر اولمپیس (۷) برج سکندریہ ۔ اب ان عجائبات میں سے صرف اہرام مصر ہی باقی ہیں ۔

کی تعمیر کا زمانہ عربوں کو معلوم نہ تھا - اس لئے انہوں نے ان کا نام اہرام رکھ دیا +

۲ - سب سے بڑا مینار فراعنۂ مصر کے چوفو بادشاہ کی یادگار ہے + اس کی شکل مثلث نما ہے - اور ایک مربع چبوترے پر بنا ہوا ہے - جس کا ہر ضلع ۷۶۳ فٹ لمبا ہے + اس کے اوپر ڈیڑھ فٹ چھوڑ کر دوسرا چبوترہ بنا ہے - اور پھر اسی طرح دو سو تین چبوترے ایک دوسرے کے تلے اوپر بنے ہوئے ہیں - جن میں سے آخری چبوترے کے ہر ضلع کا طول صرف تیس فٹ ہے - اور زمین سے چار سو پچاس فٹ بلند ہے + مینار پر جس قدر پتھر لگے ہیں - اُن میں سے کسی کا طول تیس فٹ سے کم نہیں + یہ پتھر بہت کھُردرے اور سیاہ رنگ کے ہیں + اگر کچھ فاصلے سے مینار کو دیکھیں - تو اُس کی شکل ایسی معلوم ہوتی ہے - جیسے اینٹوں کا بہت بڑا پزاوہ + اس مینار کی تعمیر میں جو پتھر کام میں آئے ہیں وہ تعداد میں اِس قدر کثیر ہیں - کہ اگر اُن کو ایک سیدھ میں اکہری قطار بنا کر ایک دوسرے کے پیچھے لگائیں - تو اس قطار کا طول اٹھارہ ہزار میل سے کم نہ ہو +

۳ - یہ پتھر عرب اور اتھوپیا سے منگوائے گئے تھے - اور صرف ان کے تراشنے اور موقع تعمیر تک لانے کے لئے ایک لاکھ بیگاری دس سال تک کام کرتے رہے + یہ مزدور ہر سہ ماہی پر بدل جاتے تھے - اور

ان کی جگہ نئے آدمی آ جاتے تھے + بیس سال میں اس مینار کی تعمیر ختم ہوئی۔ یعنی جس قدر مدت مصالح جمع کرنے میں خرچ ہوئی۔ اُس سے دو چند وقت مینار کی تعمیر میں لگا + مینار پر مصری حرفوں میں جو کتبہ ہے۔ اُس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مزدوروں کو لہسن پیاز کی جو چٹنی دی جاتی رہی۔ صرف اُس پر ۳۶ لاکھ روپے خرچ ہوئے + اس پر قیاس ہو سکتا ہے۔ کہ اُن کی خوراک۔ اوزاروں کی قیمت اور دیگر ضروریات میں کیا صرف ہوا ہوگا + غرض بیس سال کے عرصے میں بے انداز روپیہ خرچ ہونے کے بعد یہ عمارت ایسی تیار ہوئی۔ کہ دُنیا میں اس کی نظیر نہیں +

۴۔ مینار پر چڑھنے سے گرد و نواح کا عجب دلکش نظارہ دکھائی دیتا ہے + شمال کی جانب دریاے نیل کا تلاطم امواج۔ انواع و اقسام کی کشتیوں اور جہازوں کی دلفریب روانی۔ کناروں اور ٹاپوؤں کے سبزے کا لہلہانا۔ پودوں اور درختوں کا مستانہ وار جھومنا تماشائی کو محوِ تماشا بنا دیتا ہے + جہاں نظر پڑتی ہے۔ اور جدھر نگاہ جاتی ہے۔ وہیں کی ہو رہتی ہے۔ جنوب میں چھوٹے چھوٹے کثیر التعداد اہرام بنے ہوئے ہیں۔ زمانۂ قدیم میں پاے تخت مصر کی حدود یہاں تک پھیلی ہوئی تھیں + مغرب کی جانب ایک صحراے لق و دق ہے۔ جس کی وسعت کا کچھ ٹھکانا نہیں۔ جہاں تک نگاہ پہنچتی ہے۔ بحر مواج کی طرح پھیلا ہوا نظر آتا

ہے + مشرق کی طرف سات آٹھ میل کے فاصلے پر مصر کا پایۂ تخت شہر قاہرہ واقع ہے + اس کا دلفریب نظارہ کچھ اَور ہی لطف دکھاتا ہے + صلاح الدین کا عالیشان قلعہ - عظیم الشان عمارتیں - مساجد اور اُن کے سر بفلک مینار - خوش نما اور خوبصورت گنبد عجیب رنگ آمیزی کا نمونہ دکھاتے ہیں + غرض یہ کہ صانع حقیقی کی عظمت و شان اور اُس کی قدرت کاملہ کا ظہور جیسا اس مینار کی چوٹی پر سے نظر آتا ہے - دُنیا کے بلند سے بلند پہاڑ پر بھی چڑھ کر نظر نہیں آتا + اس مینار کی سیر کے لئے یورپ - امریکہ اور اَور ممالک کے تماشائی دور دراز سفر طے کرکے اور راستے کی صعوبتیں برداشت کرکے ہمیشہ آتے رہتے ہیں + جو لوگ مینار پر چڑھنا چاہتے ہیں - انہیں عربی رہنما سہارا دے دے کر سیڑھیوں پر چڑھاتے چلے جاتے ہیں - بعض نڈر اور منچلے بلا استعانت بھی چڑھ جاتے ہیں +

۵ - مینار کے نیچے متعدد کمرے بہت عمدہ بنے ہوئے ہیں - ان میں داخل ہونے کے واسطے ۴۵ فٹ بلند دروازے سے گزرنا ہوتا ہے + اس مقام پر ایک سڑک سُرنگ نما بنی ہوئی ہے - جس کا طول ۳۲۰ فٹ عرض چار فٹ اور بلندی پونے چار فٹ ہے + یہاں سے تھوڑی دُور جا کر ایک بہت بڑا کمرہ ملتا ہے - جس کا طول ۱۵۵ فٹ اور بلندی ۲۸ فٹ ہے + اس کے ایک طرف ایک چھوٹا سا کمرہ مخروطی چھت کا بنا

ہوا ہے - جس کا عرض و طول ۱۹ و ۲۰ فٹ سے زیادہ نہیں + یہ کمرہ ملکہ کے نام سے مشہور ہے + بڑے کمرے ہیں سے گزرنے کے بعد اُس کمرے میں داخل ہوتے ہیں - جو بادشاہ کے نام سے موسوم ہے + اس کا طول ۴۶ فٹ عرض ۲۷ فٹ اور بلندی ۱۰ فٹ ہے + چوفو بادشاہ بانیٔ مینار کی لاش کا تابوت اسی کمرہ میں ہے + اس میں ہوا کی آمد و برآمد کے واسطے دو روشن دان بھی بنے ہوئے ہیں - مگر ان میں سے روشنی کافی طور پر اندر نہیں پہنچتی + جب کوئی شخص کمرے میں داخل ہوتا ہے - تو عرب لوگ مشعل کی روشنی سے اُسے اندر لے جاتے ہیں + ایک مدت تک مؤرخین کو اہرام کی تعمیر کا ٹھیک زمانہ معلوم نہیں ہوا - اور نہ یہ متحقق ہوا - کہ کس غرض سے یہ یادگار قائم ہوئی + کسی کا خیال تھا - کہ طوفان سے علوم و فنون اور آلات صناعت کی حفاظت کے واسطے یہ عمارت تعمیر ہوئی - کسی کا خیال تھا - کہ ستاروں اور سیاروں کے طلوع و غروب کی کیفیت معلوم کرنے کے واسطے علمی اصول پر یہ مینار بنا - مگر اب محققین یورپ نے مینار کے کتبے سے یہ پتا لگایا ہے - کہ مصر کے بادشاہ چیفو نے مسیح علیہ السلام سے ۳۷۳۳ برس پیشتر اپنے مقبرے کے واسطے یہ عجوبۂ روزگار عمارت بنائی تھی + اسی طرح اور میناروں کے تلے بھی فراعنۂ مصر نے اپنی لغشوں کو محفوظ رکھنے کے

واسطے پہاڑ کے چٹانوں کو تراش تراش کر تہ خانہ نما کمرے بنائے تھے + ان کمروں کے راستے ڈھلوان بنائے گئے تھے۔ تاکہ بادشاہ کے سنگین تابوت کو آسانی کے ساتھ کھسکاتے ہوئے نیچے پہنچا دیں + جب تابوت رکھ دیا جاتا تھا۔ تو کمرے کا دروازہ اور راستہ اس مضبوطی اور استحکام سے بند کیا جاتا تھا۔ کہ پھر کسی طرح نہ کُھل سکے + اس پر بھی اب یہ نعشیں لندن اور پیرس کے عجائب خانوں میں حفاظت سے رکھی ہوئی ہیں۔ اور ہر ایک شخص انہیں آسانی سے دیکھ سکتا ہے + ان نعشوں میں اس قسم کا مصالح لگا ہوا ہے۔ کہ اُن کی ظاہری حالت بہت کم بدلی ہے +

۶ - اہرام کی عمارت آبادی سے فاصلے پر ایسے جنگل میں بنی ہوئی ہے - جہاں بھونچال کے صدمات۔ ہواؤں کے طوفان اور بارشوں کے زور سے کسی طرح نجات متصوّر نہیں + اس پر کبھی کسی نے اس کی مرمت نہیں کرائی - اور نہ حفاظت کے واسطے کوئی پاسبان مقرر کیا - پھر ہزاروں برس سے اپنی حالت پر اُس کا قائم رہنا اس بات کی زبردست شہادت ہے۔ کہ قدیم زمانے کے اہل مصر کو فن تعمیر میں اعلےٰ درجے کی مہارت حاصل تھی + بڑے بڑے پتھروں کو مینار کی چوٹی تک پہنچانے میں جو مشکلات پیش آتی ہیں اُن کو دیکھ کر اس زمانے کے لائق انجنیئر حیران ہوتے ہیں - اور جس حکمت سے اُنہوں

نے پتھروں کو باہم وصل کیا ہے وہ اُس سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہیں ٭ یہ حالات دیکھ کر معلوم ہوتا ہے ۔ کہ زمانۂ قدیم میں مصریوں کو فن انجنیری میں کما حقہٗ مہارت حاصل تھی ٭

(حافظ عبد الرحمٰن سیاح امرتسری)

۲۷۔ ہندؤں کے چند مشہور تہوار

۱۔ تمہید ۔ آریہ قوم جو ہند کی سلطنت کی بدولت ہندو کا خطاب حاصل کر کے مفتخر ہوئی ۔ اس نے اپنے وید مقدس میں جو آسمانی کتاب مانی جاتی ہے ۔ احکامِ الٰہی کو لفظوں کے لباس میں مدوّن کر کے دو جزو پر تقسیم کیا ہے :-

ا۔ معاش ۔جس سے انتظام تمدن مقصود ہے ٭

۲۔ معاد ۔ جو مراد ہے دین سے ۔ اور یہ دونو توام مانے گئے ہیں اور کل کائنات کا دار و مدار انہی دو امور پر مبنی ہے ٭

وید نے انتظام تمدّن کے لئے چار ورن (کلاس) مقرر کئے ہیں ۔ برہمن ۔ چھتری ۔ ویش ۔ شودر ٭ ان کی وجہ تسمیہ بعض شخصوں نے یہ قرار دی ہے ۔ کہ برہمن برھما کے مُنہ سے پیدا ہوا ۔ اور چھتری یا کھتری بازو سے ۔ ویش شکم سے ۔ شودر پاؤں سے ۔ مگر

اس کے اصلی حقیقی معنی یہ ہیں - کہ برہمن کے تفویض تعلیم و تعلم کی خدمت کی گئی - اور یہ فرقہ علما کا کہلایا - اور کھتری تلوار کا دھنی قرار دیا گیا - جو سپاہی کے نام سے مشہور ہوا - اور ویش یعنی بنیا - اس کو تجارت کے درخت سے دولت کے پھل جمع کرنے کا ڈھنگ سکھایا گیا - اس لئے یہ بنیا مانا گیا - شودر - ان کے تفویض یہ کام ہوا - کہ متذکرہ بالا تینوں قوموں کی خدمت گزاری کو اپنا فخر سمجھیں اور اپنی زندگی اُن کی اطاعت اور فرمانبرداری میں بسر کر دیں *

۲ - نظر غور سے دیکھا جاوے - تو جس مصلحت سے ان چاروں عناصر کو ایک دوسرے پر فضیلت ظاہری دی گئی - وہ نہایت دانشمندانہ تھی - اور انتظام معاش اور تمدن کے لئے اس سے زیادہ سلجھی ہوئی اور حکمت آمیز تدبیر نہیں ہو سکتی * جس طرح ان چار ورنوں میں چھوٹے بڑے کا امتیاز رکھا گیا ہے - ویسے ہی ان کے لئے چار تہوار مشہور و معروف قرار دیئے گئے - شراونی - دسہرہ - دیوالی - ہولی *

۳ - شراونی - یہ خاص سراون کا مہینہ برہمنوں کا تہوار سمجھا جاتا ہے * اس تہوار سے مقصد یہ ہے - کہ سالانہ امتحان برہمنوں کی تعلیم اور تعلم کا ہو - اور اُن کے زہد و تقوے اور مذہبی فرائض کی جانچ پڑتال کی جاوے * علمی مباحثے اسی میں ہوا کریں اور اس امتحان میں جو کوئی پورا اُترے وہ

نہ صرف درم و دینار کے انعام کا مستحق سمجھا جائے - بلکہ دوسرے گروہ - جو اُن سے سعادت علمی حاصل کرتے ہیں وہ اس موقع پر ہر طرح سے اُن کی خاطر و مدارات کریں - اور داخی درخی بھی سلوک کر کے سعادت مند کہلائیں +

۴ - دسہرہ - یہ تہوار اس لئے قرار دیا گیا - کہ جس قدر سپاہی نسل سورج بنسی سے کسب ضیا کرتے ہیں - وہ اپنے کاموں کا فوجی امتحان دیں اور جو پہلے شریک نہ ہو سکے ہوں وہ شریک ہوں - اور بڑے بڑے سورما راجہ مہاراجہ - تلوار کے دھنی - چکر ورتی (شاہنشاہ) اس تاریخ پر اپنی فوج کا معائنہ کریں اور ایک سال کے عرصے میں جس قدر ممالک قبضہ تصرف میں آئے ہوں - وہاں کی رعایا کی دستار بندی کریں - اور اپنی فتحمندی کا علم اُس سرزمین مفتوحہ میں گاڑ دیں - اس کا نام وجے دشمی بھی رکھا گیا ہے - اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسی تاریخ اور مہینے میں راجہ رامچندرجی خاندان سورج بنسی کے خورشید درخشاں نے راون پر فتح پائی اور اپنی عصمت مآب اور عفت کوش بیوی یعنی مہارانی سیتاجی سے ملاقی ہوئے اور اپنے صبر و استقلال و ہمت و جوانمردی - اولوالعزمی رحمدلی - پاک طینتی اور عفو و خلق کا ثبوت دیکر فطرت کے امتحان میں کامیابی کا تاج حاصل کیا +

۵ - دیوالی - یہ تہوار خاص مہاجن - سیٹھ - ساہوکاروں کے لیئے ہے + چونکہ بڑے بڑے سورما

راجہ کھتری یعنی سپاہی نسل کی مبارک اور شجیع نسلوں کی تعلیم کے لئے برہمن کے ماتھے پر قشقہ لگایا گیا۔ ویسے ہی ویش اس قوم کے لئے خزانہ دار مانے گئے۔ تاکہ یہ لوگ سال میں ایک روز اپنے داد و ستد کا فیصلہ کرائیں اور از سرنو کھاتہ جاری رکھیں اور ہارجیت کا موازنہ تیار کر کے اسباب پر نظر ڈالیں اور راجہ مہاراجوں کے درباروں میں تحائف پیش کر کے خلعت سے ممتاز ہوں +

۶ - یہ تہوار تاجر پیشہ قوم سے جس کا ترجمہ (بنیا) کیا گیا ہے مختص ہے + یہ سالانہ حساب وکتاب اسی موقع پر کیا کرتے ہیں۔ اور گزشتہ زمانے میں صرف حساب و کتاب ہی تک حصر نہیں کیا جاتا تھا۔ بلکہ بیشتر ان کی نسلوں کا علمی امتحان اور مدرسے میں داخل کرنا وغیرہ اسی دن ہوا کرتا تھا + اس تہوار کا منانا برہمن اور کھتری کے لئے واجب یا ضروری نہیں ہے۔ لیکن بخیال اپنی بزرگی کے ان کے ساتھ اخلاقاً شریک ہونا بلحاظ مصلحت معاد و تمدن ضروری خیال کیا گیا ہے اور بیشک بلحاظ اخلاقی ذمّہ داریوں کے اس کی ضرورت تھی۔ اور ہر وقت ضرورت ہے +

۷ - ہولی۔ اس تہوار کے تین نام ہیں۔ ہولیکا۔ ہولی۔ ہنڈا + رتنہ کر اور دھرم سندھو ان دونو کتابوں میں اس کے متعلق جو ذکر ہے۔ اس میں اس تہوار کو ایک راکھشنی سے منسوب کر کے مذہبی آب و رنگ

سے ایسا دلکش بنا دیا ہے - کہ عوام اس کو فرض سمجھ کر ادا کریں - چنانچہ اب اسی طرح ادا کیا جاتا ہے * یہ تہوار شودروں کے لیئے مخصوص ہے - مگر اس میں راجہ مہاراجہ بھی شریک ہوتے ہیں اور اس سے اُن کا مقصد رعایا کی سرفرازی اور دلجوئی ہے *

۸ - اگلے زمانے میں اس موقع پر سلاطین عظام اور شاہان ذی احتشام اپنی رعایا کو خلعت اور انعام سے معزز اور مفتخر فرماتے تھے - اور پالیٹکس کے لحاظ سے ان کی عید کو قبولیت کی عزت سے سرفراز کر کے نہ صرف رعایا کی عزت افزائی فرماتے تھے - بلکہ اُن کے دلوں کو مسخر کر کے اپنا حلقہ بگوش کر لیتے تھے *

۹ - ان چاروں تہواروں کا مقصود اصلی یہ بھی تھا - کہ جو لوگ باہم لڑتے جھگڑتے ہوں - وہ سال میں ایک بار تو ضرور آپس میں اپنے اپنے تہوار کے موقع پر میل جول پیدا کریں * چنانچہ عملاً ہولی کے پھاگ نے زیادہ حصّہ لیا - کیونکہ یہ تہوار دوست دشمن کو ایک رنگ کر دیتا ہے - کیسا ہی دشمن ہو اس کو اس کی یکرنگی ہم رنگ بنا دیتی ہے * سری کرشن جی بندرابن کے نٹ کھٹ - متھرا کے دھنی نے اس تہوار کو زیادہ تر مرتبہ بخشا - اس کا عروج جس طرح سری کرشن جی کے زمانے میں رہا - ست جُگ سے اب تک کسی کتاب سے ثابت نہیں ہوتا - اور اس میں

شک نہیں کہ سری کرشن جی کے روحانی تقدس کے آب و رنگ نے اس پھاگ کی تصویر کو خوش رنگ بنا دیا۔

۱۰- رفتہ رفتہ شودروں کے بخت کا ستارہ اس قدر بلند ہوا - کہ ہندوستان کے راجہ مہاراجہ برہمن اور ویش اس تہوار کو لازمی طور پر منانے لگے - نیز ہندوؤں اور مسلمانوں کو آپس کے برادرانہ تعلقات اور یک جہتی کی وجہ سے اس تقریب کی شرکت نے یکرنگی کا لباس پہنایا۔

۱۱- زمانے کی تہذیب نے اس کا رنگ اب بدل دیا ہے اور پہلے جو بد تہذیبی کی بھرمار تھی - وہ کم ہوتی جاتی ہے۔ اب وہ دن گئے کہ لوگ بھڑوے بننے کو عزت اور انعام مانگنے کو فخر سمجھتے تھے - اب تعلیم یافتہ لوگوں کا دور دورہ ہے - ہر چیز ایک اعتدال کے ساتھ ہے - اب نہ کوئی غلیظ رنگ یا ناپاک پانی بھر کر پچکاریوں سے مینہ برساتا ہے - اور نہ کوئی خاک دھول عبیر کی جگہ اُڑاتا ہے - اور نہ گوبر کیچڑ کی بوچھاڑ ہوتی ہے۔

(مہاراجہ کشن پرشاد)

۲۸ - نینوا کے کھنڈر

۱ - زمانۂ قدیم میں دریائے دجلہ کے کنارے ایک شہر آباد تھا - جسے نینوا کہتے تھے + یہ شہر اس قدر وسیع تھا - کہ اس کی شہر پناہ کے اندر ایک اور شہر آباد تھا - جسے شہر نمرود کہتے تھے - اور وہ بادشاہ نمرود کا پائے تخت تھا - یہ شہر اب ویران ہے - مگر اس کی شہر پناہ کے کھنڈر اب بھی باقی ہیں - اس کا موقع شہر موصل کے مقابل ہے +

۲ - شہر پناہ کی دیوار پتھر کی بنی ہوئی تھی - اور میلوں کے دور میں واقع تھی - اس پر طرح طرح کے عجیب و غریب نقش و نگار - بیل بوٹے - تصویریں اور عبارتیں کندہ کی ہوئی تھیں - اس کے اندر پرانے زمانے کی عمارتیں تودۂ خاک کی شکل میں زمین کے اندر دبی ہوئی تھیں - مگر اب سوائے نقش موہوم کے ان کا نام و نشان تک باقی نہیں +

۳ - کچھ عرصہ ہوا کہ سلطان روم کی اجازت سے اس شہر کے ٹیلے ٹبے کھود کھود کر اوپر سے مٹی کو ہٹایا گیا + نمرود کا محل شاہی - بعض حویلیاں اور مینار مٹی کے نیچے دبے ہوئے برآمد ہوئے - ان مکانوں میں زمانۂ قدیم کے برتن پتھر کی کرسیاں اور آلات حرب بھی نکلے + ایک مکان میں کچھ تختیاں نکلیں -

جن پر کچھ حروف کندہ تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ مکان اُس زمانے میں محاسب خانہ تھا۔ ایک اور مکان میں پتھر کے کھرل۔ اور پتھر کی شیشیاں بوتلیں اور مرتبان ملے۔ یہ مکان غالباً اس زمانے میں شاہی دوا خانہ تھا +

۴۔ قصر نمرود کے صحن میں اُس زمانے کے دیوتاؤں کی پتھر کی بنی ہوئی بڑی بڑی مورتیں نکلیں بعض تو ایسی مہیب اور وحشت ناک تھیں۔کہ اُن کے دیکھنے سے ڈر معلوم ہوتا ہے + ان مورتوں میں نمرود کی کئی مورتیں پائی گئیں ایک اُس کے پورے قد کی مورت ہے اور داڑھی کے بالوں میں چھوٹے چھوٹے پتھر کے موتی پروئے ہوئے ہیں۔ دوسری مورت میں نمرود گھوڑے پر سوار ہے۔اور سیر کو جا رہا ہے۔تیسری میں نمرود گاڑی پر سوار ہے۔ اور شیر کا شکار کر رہا ہے +

۵۔ نمرود کی محلسرا کے اندر بھی بیشمار مورتیں بر آمد ہوئیں + ان میں بعض تو انسان کی ہیں۔بعض حیوانوں اور بعض دیوتاؤں کی + کرسیاں۔ تپائیاں۔ تخت اور اور طرح کے سامان نشست بھی اندر سے نکلے۔ یہ سب پتھر کے بنے ہوئے ہیں + بعض جگہ دیواروں کی لوح پر کچھ الفاظ کندہ ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔کہ اس زمانے میں جسے اب سے چار پانچ ہزار سال گذرے لوگ لکھنا پڑھنا

جاتے تھے +

۶ - ایک اور امر قابل ذکر یہ ہے کہ ان مکانوں کے اندر جو درخت تھے - وہ مٹی کے اندر عرصۂ دراز تک دبے رہنے کی وجہ سے کوئلہ بن گئے - لیکن پتوں - ٹہنیوں وغیرہ کی شکل ہو بہو وہی ہے جو ایسی چیزوں کی ہوا کرتی ہے - حتیٰ کہ پتوں کی رگیں بھی صاف صاف نظر آتی ہیں +

۷ - ایک مکان سے چند نعشیں بھی بر آمد ہوئیں - اُن کے پاؤں میں بیڑیاں تھیں - ان کا جسم گل سڑ کر راکھ ہو گیا تھا + معلوم ہوتا ہے - کہ یہ نمرود کا قید خانہ تھا - جس میں مجرم رہا کرتے تھے +

۸ - جو چیزیں یہاں بر آمد ہوئیں - وہ لندن کے عجائب خانے میں نہایت حفاظت کے ساتھ رکھی ہوئی ہیں اور جو لوگ دیکھنا چاہتے ہیں - اُنہیں دکھائی جاتی ہیں + (مُؤلّف)

۲۹ - رسومات

۱ - رسومات عموماً دو طرح کی ہوتی ہیں - ایک تو رسوم مذہبی - دوسرے رواجی + رسوم مذہبی سے مراد وہ رسوم ہیں جن کو کسی مذہب کے شارع نے اُس مذہب کے پیرووں کے لئے تجویز کیا ہو + یہ رسومات

بمنزلہ احکام شرعیہ کے ہوتی ہیں - اور کسی صورت میں تکلیف و تباہی کا باعث نہیں ہوتیں - مثلاً مردے کی تجہیز و تکفین ایک رسم شرعی ہے - ہندوؤں میں بھی یہ رسم موجود ہے - عیسائیوں اور مسلمانوں میں بھی اس کے لئے شرعی پابندی ہے + البتہ طریقے اپنے اپنے جدا ہیں - ہندو ارتھی پر اپنے مردے کو اٹھا کر لے جاتے ہیں - مسلمان چار پائی پر - عیسائی صندوق میں - مگر تینوں مذاہب کے شارعوں نے یہ حکم کہیں نہیں دیا ہے - کہ ارتھی کے ڈنڈے چاندی کے ہوں - چار پائی نواڑ کی بنی ہوئی ہو یا صندوق آبنوس کی لکڑی کا ہو + شارع جب کچھ احکام صادر کرتا ہے - تو اس میں اس بات کو ضرور مدِ نظر رکھ لیتا ہے - کہ یہ احکام خلق اللہ کی تکلیف کا باعث نہ ہوں - اور غریب اور امیر ہر شخص آسانی کے ساتھ انہیں بجا لائے +

۲ - دوسری قسم کی رسومات وہ رسومات ہیں - جو کسی خاص فرقے یا گروہ یا قوم یا ملت کے لوگ کسی مصلحت کو مدِ نظر رکھ کر کسی خاص موقع پر شروع کرتے ہیں - پھر جوں جوں زمانہ گذرتا جاتا ہے - یہ رسومات لوگوں کے دلوں پر اس قدر قوت پا جاتی ہیں - کہ اُن کا مرتبہ رسومات مذہبی سے بھی بڑھ کر خیال کیا جاتا ہے + پنجاب میں اکثر جگہ یہ رسم ہے - کہ شادی کی تقریب سے کچھ دن پیشتر اہل برادری - دوستوں اور ملنے والوں کے مکان پر بھاجی بھیجی جاتی ہے -

غریب سے غریب بھی یہی کوشش کرتا ہے کہ میری بھاجی میرے ہم چشموں سے بڑھ کر ہو۔ شکر کی مقدار بھی زیادہ ہو۔ اور نان بھی تعداد میں زیادہ ہوں۔ اس سے بحث نہیں کہ شادی کے معمولی سامان کے لئے بھی کافی روپیہ گھر میں موجود ہے یا نہیں + یہی حال نیوتنے کی رسم کا ہے + نیوتا لینے والا تو یہ خیال کرتا ہے۔ کہ جب میں نے اوروں کو نیوتا دیا ہے۔ تو خود کیوں نہ لوں۔ اور نیوتا دینے والے اس تاک جھانک میں ہوتے ہیں۔ کہ دیکھیں کون سب سے بڑھکر نیوتا دیتا ہے۔ اس بات کا مذکور نہیں۔ کہ نیوتنے کے لئے گھر سے روپیہ نکال کر دیتا ہے۔ یا مہاجن سے اگلے مہینے کے وعدے پر لاتا ہے + اس بیان سے یہ مراد نہیں۔ کہ جتنی رسمیں ہم لوگوں میں جاری ہیں۔ وہ سب کی سب تکلیف دہ اور برباد کرنے والی ہیں۔ نہیں یہ مطلب ہرگز نہیں۔ بعض اچھی ہیں۔ بعض بری۔ البتہ جن رسومات میں بے جا اسراف ہے۔ اور اُن سے کوئی فائدہ مترتب نہیں ہوتا۔ وہ ضرور قابلِ اعتراض ہیں +

۳۔ جو رسوماتِ رواجی عرصۂ دراز سے چلی آتی ہیں۔ وہ لوگوں کی طبیعت پر بعینہ اس طرح دخل پا جاتی ہیں۔ جس طرح کوئی عادت بد کسی شخص کے مزاج پر قابو حاصل کر لیتی ہے + جب شروع میں کوئی شخص شراب پینا شروع کرتا ہے۔ تو اُس کو

شراب کا مزہ بہت بُرا معلوم ہوتا ہے۔ مگر جب اس کی عادت پختہ ہو جاتی ہے۔ تو وہی شراب اُسے شربت کے گھونٹ معلوم ہوتی ہے۔ جانتا ضرور ہے۔ کہ یہ نہایت بُری چیز ہے۔ مگر عادت سے مجبور ہے۔ جو چیز شروع شروع میں ناگوارِ طبیعت تھی۔ وہی اب مرغوب طبع ہے۔ یہ سب کرشمہ اس کے لگاتار استعمال کا ہے۔ یہی حال رسومات قبیحہ کا ہے۔ جانتا تو ہر شخص ہے۔ کہ یہ رسومات مال و دولت عزت و حرمت کی تباہی کا باعث ہیں۔ مگر چونکہ عادت پڑ گئی ہے اور اب اس کے ترک کرنے کو ہم چشموں میں خفت کا باعث جانتا ہے۔ اس لئے وہ ان کی پابندی باعث فخر سمجھتا ہے۔

۴۔ اس بات سے تو کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ کہ بُری رسموں کو ترک کرنا قوم کی بہبودی اور فلاح کا باعث ہے۔ مگر اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ وہ کون سے وسائل ہیں۔ جن کے اختیار کرنے سے ہمیں اپنے مقصد میں کامیابی بھی حاصل ہو۔ اور لوگوں کے طعن و تشنیع کے آماجگاہ بھی نہ بنیں۔ اس مُدّعا کو حاصل کرنے کا سب سے بہتر طریق یہ ہے۔ کہ ہر شخص اس بات کی کوشش کرے۔ کہ اُس کی قوم و ملت کے لوگ تعلیم پائیں جب کسی قوم میں تعلیم عام ہو جائیگی۔ اور ہر شخص میں اپنی سود و بہبود کو سوچنے کا مادہ پیدا ہو جائیگا۔ تو بُری رسمیں خود بخود

اپنا بوریا بدھنا باندھ کر چلنی بنینگی + اس کے علاوہ ایک صورت اور بھی ہے اور وہ یہ ہے ۔کہ ہر قوم کے سمجھ دار آدمی رسومات کی اصلاح کے واسطے مجالس قائم کریں ۔ اور اس بات کی متفقہ کوشش کریں کہ جو جو بُری رسمیں اُن میں عرصۂ دراز سے چلی آتی ہیں ۔ اُن کا انسداد کیا جائے ۔ کچھ عرصے سے لوگوں کو ان دونو امور کی طرف توجہ ہوئی ہے ۔اور تھوڑی بہت اصلاح ہو چلی ہے ۔ اور یقین ہے ۔کہ یہ کوشش برابر جاری رہی ۔ تو بہت کچھ کامیابی حاصل ہو جائیگی + (مؤلف)

۳۰ - فردوسی

ا - یہ مشہور شاعر موضع شاداب علاقہ طوس میں جو خراسان کا ایک شہر ہے ۹۵۰ء کے قریب پیدا ہوا تھا + یزد جرد خاندان ساسانی کے اخیر بادشاہ نے فارس کے تمام بادشاہوں کا حال کیومرث کے زمانے سے خسرو کی تخت نشینی تک بڑی تلاش کے ساتھ جمع کیا تھا اور اسی کے وقت میں اس کا خلاصہ ہو کر ایک کتاب موسوم بہ باستان نامہ تیار ہوئی تھی + جب اہل اسلام فارس کی سلطنت پر متصرف ہوئے ۔ تو یہ کتاب یزد جرد کے کتب خانے

سے ان کے ہاتھ لگی + انہوں نے خسرو پرویز سے یزد جرد کے عہد تک باقی بادشاہوں کے حالات اس میں بڑھائے + دسویں صدی میں سامانی خاندان کے ایک بادشاہ کی طرف سے دقیقی شاعر کو اُس کی نظم کرنے کا حکم ملا - مگر یہ شاعر صرف ہزار شعر ہی لکھنے پایا تھا - کہ اُس کے غلام نے اُسے مار ڈالا +

۲ - دقیقی کے بعد نوح بن منصور نے یہ کام فردوسی کے حوالے کیا - اتفاقاً بادشاہ کا انتقال ہوگیا اور نظم کا کام تاخیر میں پڑ گیا - اس اثنا میں محمود کو باستان نامہ نظم کرانے کا شوق ہوا اور اُس کے سات قصے دربار کے سات نامور شاعروں کو نظم کے لئے دیئے گئے +

۳ - عنصری ملک الشعرا کو رستم و سہراب کی داستان ملی اُس کی نظم بادشاہ کو پسند آئی اور اس تاریخ کا نظم کرنا عنصری کے سپرد ہوا +

۴ - اسی عرصے میں فردوسی غزنی میں پہنچا - اور ایک باغ کے کنارے ٹھیرا + اُس وقت عنصری عسجدی فرخی تین شاعر وہاں بیٹھے شراب پی رہے تھے + فردوسی اُن کے پاس آیا - مگر اُس کو مخل صحبت سمجھ کر اُنہوں نے کسی حکمت سے ٹالنا چاہا اور یہ صلاح ٹھیری کہ ہر ایک شاعر فی البدیہہ ایک ایک مصرعہ ایسے قافئے میں کہے کہ چوتھے مصرعہ کا قافیہ نہ مل سکے - جب اس کی نوبت پہنچیگی - اور قافیہ تنگ

ہوگا۔ تو آپ ہی شرمندہ ہو کر چلا جائیگا۔ آخر فردوسی اسی شرط پر شریک صحبت کیا گیا۔ اُس وقت عنصری نے یہ مصرعہ پڑھا ع

چوں عارضِ تو ماہ نباشد روشن

عسجدی نے کہا۔ ع

مانند رُخت گل نبود در گلشن

فرخی بولا ع

مژگانت گزر همیکند در جوشن

فردوسی نے بے تکلف یہ مصرعہ پڑھا ع

مانندِ سنانِ گیو در جنگِ پشن

۵۔ اس مصرعہ کے سُنتے ہی شاعر حیران ہوئے۔ اور پوچھا۔ کہ یہ قصہ تمہاری نظر سے کس طرح گذرا؟ اس نے باستان نامے کا حوالہ دیا۔ اس پر ان شاعروں کے کان کھڑے ہوئے اور حسد سے اس امر کے درپے ہوئے کہ فردوسی کو دربار شاہی تک نہ پہنچنے دیں۔ مگر خوش نصیبی سے فردوسی کی رسائی ماہک ایک شاہی ندیم کے وسیلے سے محمود تک ہوگئی۔

۶۔ غزنی میں اس وقت رستم و سہراب کے قصے کا جو عنصری نے نظم کیا تھا۔ بڑا چرچا تھا۔ فردوسی نے اسفندیار اور رستم کا قصہ بادشاہ کے روبرو پیش کیا۔ وہ اس کو سُن کر اس قدر خوش ہوا۔ کہ شاہ نامے کی تصنیف اسی کے سپرد کی۔ اور وزیر اعظم کو حکم دیا۔ کہ جس وقت یہ ہزار شعر لکھ کر لایا

کرے۔ تو ایک ہزار اشرفیاں اسے دے دیا کرو۔
۷۔ فردوسی نے یہ روپیہ متفرق نہ لیا۔ اور تمام کتاب کے بعد اکٹھا لینے کی نیت کی۔ کیونکہ اس کو اپنے شہر میں ایک بند بنوانا منظور تھا۔
۸۔ دوران تصنیف میں حسن میمندی وزیر سلطنت اور فردوسی میں رنجش پیدا ہو گئی۔ آخر وزیر نے فردوسی کو محمود کی نظروں سے گرا دیا۔ اس پر بھی فردوسی شاہنامے کی تصنیف میں بدل مصروف رہا۔ آخر تیس برس کے عرصے میں یہ ساٹھ ہزار شعر کی کتاب تیار ہو کر بادشاہ کے روبرو پیش ہوئی۔ محمود کے دل پر اس کتاب کی خوبیاں نقش ہو گئیں۔ اور اُسے یقین ہو گیا۔ کہ یہ کتاب ہمیشہ کے لئے میرے بقائے ذکر کا سبب ہوگی۔ اس لئے اُس نے حکم دیا۔ کہ ساٹھ ہزار اشرفیاں فردوسی کے پاس بھجوائی جائیں۔ وزیر اب تک بھی فردوسی کی طرف سے صاف نہ ہوا تھا۔ اس لئے اس نے بھانجی ماری اور کہا۔ کہ کہیں غریب فردوسی کو شادی مرگ نہ ہو جائے۔ اور بادشاہ سے اجازت لے کر ساٹھ ہزار درم کے توڑے ایاز کے ہاتھ اس کے پاس بھجوائے۔ اس وقت فردوسی حمام میں غسل کر رہا تھا۔ درموں کو دیکھ کر ایسا برہم ہوا کہ اسی وقت بیس ہزار درم حمامی کو۔ اور بیس ہزار قہوہ فروش کو انعام میں دے دئے۔ باقی بیس ہزار ایاز کے حوالے کر دئے۔ اور کہا کہ سلطان کو معلوم

ہو جائیگا - کہ کیا میں نے تیس برس تک اسی لئے خون جگر پیا تھا - کہ یہ سفید درم انعام پاؤں + جب یہ خبر بادشاہ کو پہنچی - تو وہ وزیر پر بہت خفا ہوا + وزیر نے اُسے گستاخی اور بادشاہ کی بے ادبی کا گنہگار ٹھیرایا - یہ افسون بادشاہ پر ایسا چل گیا - کہ اس نے حکم دیا - کہ فردوسی ہاتھی کے پاؤں سے کچلا جائے + اب فردوسی جان بچانے کے لئے بادشاہ کے قدموں پر جا گرا - اور رحم کا ملتجی ہوا + بادشاہ نے بھی اس کی جاں بخشی کی + جان تو بچ گئی - مگر وہ رنج جو بادشاہ کی طرف سے پہنچا تھا - دل سے کس طرح مٹ سکتا تھا ؟ آخر اپنے دل کا سارا بخار بادشاہ کی ہجو کہنے میں نکالا اور محافظ کتب خانے سے شاہنامے کا نسخہ لے کر اس میں ہجو ٹانک دی - اور راتوں رات غزنی سے بھاگا + یہاں سے نکلنے کے بعد کچھ روز تو مازندران میں رہا - پھر بغداد کو چلا گیا - وہاں قادر باللہ خلیفہ بغداد کی تعریف میں ایک قصیدہ کہا - اور ساٹھ ہزار دینار اور ایک خلعت فاخرہ اس کے صلے میں خلیفہ نے اُسے عطا فرمایا - اس کے سوا یوسف زلیخا کا قصہ بھی نظم کیا +

۹ - پھر فردوسی طوس میں پہنچ کر دُنیا کے دارالمحن سے گزر گیا + یہ بھی کہتے ہیں - کہ جب محمود کو وزیر کی فتنہ پردازی کا حال معلوم ہوا - تو دربار میں وزیر کا آنا بند کر دیا اور ساٹھ ہزار دینار اور ایک بیش بہا خلعت فردوسی کے پاس بھیجا - ان چیزوں کے پہنچنے

سے پہلے ہی موت کا فرشتہ اُس کی روح قبض کر چکا تھا۔ اُس کے رشتہ داروں نے قاصد سے یہ روپیہ لیکر اُسی کام میں صرف کیا۔ جس میں صرف کرنے کی اپنی زندگی میں اسے بڑی تمنّا تھی +

۱۰ - ایک روایت یہ بھی ہے۔ کہ قاصد اُس وقت طوس میں پہنچے۔ جب اس بدقسمت کا جنازہ سامنے سے لیئے آتے تھے۔ دفن کرنے کے بعد یہ روپیہ اُس کی بہن کے پاس لے گئے۔ مگر اُس نے روپیہ نہ لیا۔ اور یہ جواب دیا۔ کہ ہم کو بادشاہ کی دولت سے کیا غرض ہے +

۱۱ - شاہنامے کی تعریف میں صرف اس قدر کہنا کافی ہے۔ کہ گو اُس کی تصنیف کو آٹھ سو برس ہو چکے ہیں اور چھاپے کا فن ایشیا میں تھوڑے ہی عرصے سے رائج ہوا ہے۔ مگر پھر بھی ہر ملک کے لوگ جو فارسی سے آشنا تھے۔ بڑی محنت اور لاگت سے اُس کی نقلیں دستیاب کر کے اپنے پاس رکھتے تھے۔ اور بڑے ذوق شوق سے پڑھتے تھے + فردوسی نے ۸۰ برس کی عمر میں انتقال کیا +

(مؤلف)



۳۱ - ہیرا

۱ - یوں تو دُنیا میں کوئی علم ایسا نہیں - جو انسان کی معلومات وسیع کرنے اور اُس کا تجربہ بڑھانے کے لئے مفید نہ ہو - مگر علم کیمیا جسے انگریزی میں کیمسٹری کہتے ہیں - ہمارے روز مرّہ کے کام میں ترقی دینے اور ان کو مفید مطلب بنانے کے لئے تمام علوم دُنیاوی پر فوقیت رکھتا ہے ٭ یہی ایک ایسا علم ہے - جس سے موجودات عالم کی حقیقت معلوم ہوتی ہے اور قدرت کے سربستہ راز ہم پر کھلتے ہیں ٭ ہر ایک چیز کی اصلیت اور ماہیت دریافت کرنے میں یہ ہمارا سچّا رہنما ہے - کیونکہ جو صداقتیں اس کے ذریعے ہمیں معلوم ہوتی ہیں - وہ ہمیشہ تجربے اور مشاہدے پر مبنی ہوتی ہیں - اور ان کے صحیح اور درست ہونے میں شک اور شبے کو گنجائش نہیں رہتی ٭

۲ - یہ کیمسٹری ہی ہے - جو ہمیں بتاتی ہے - کہ ہوا جس پر ہماری زندگی کا مدار ہے - اور نائٹرک ایسڈ جو ایک قسم کا تیزاب ہے - اور جس کے استعمال سے انسان کی آنتیں فوراً کٹ کر نکل جاتی ہیں - ان دونو کے اجزائے ترکیبی تو ایک ہی ہیں - مگر تناسب اجزا جُدا جُدا ہے ٭ یہ تناسب اجزا کا فرق ایک تو ہمارے لئے اکسیر بنا دیتا ہے - اور

دوسرے کو سمِ قاتل ۔ اسی طرح اناج اور زہریلی نباتات کے اجزا بھی ایک ہی ہیں ۔ مگر جس تناسب سے خدا تعالے نے اُن کو ایک دوسرے میں ترکیب دیا ہے ۔ وہ جُدا جُدا ہے ۔ کتان کے پھٹے پرانے چیتھڑے اور قند سفید کے اجزائے ترکیبی بھی ایک ہیں اور ان چیتھڑوں سے ایسی نفیس و صاف و شفاف شکر بن سکتی ہے ۔ جو اپنی نفاست اور حلاوت میں قند مکرر کا کام دے سکتی ہے ۔

۳ ۔ یہ مثالیں جو ہم نے اوپر بیان کیں ۔ اس قدر تعجب خیز نہیں ہیں ۔ جیسی ہیرے اور کوئلے کے اجزا کی مناسبت میں یہ دونو ایک دوسری سے بالکل مختلف ہیں ۔ ایک اپنی سیاہی میں بے مثل ہے ۔ دوسرا صاف و شفاف ہونے میں شیشے کو بھی مات کرتا ہے ۔ ایک کو آگ لگا کر روشن کرتے ہیں ۔ دوسرا اپنی فاسفورسی ضیا سے خود بخود روشن ہے ۔ کوئلے کی کالک آنکھوں کو کیسی بُری معلوم ہوتی ہے ۔ ہیرے کی چمک کس قدر فرحت اور تازگی بخشتی ہے ۔ غرض یہ کہ بظاہر دونو چیزیں ایک دوسری سے اس قدر مختلف ہیں ۔ کہ اُن میں کوئی مناسبت ہی نہیں معلوم ہوتی ۔ لیکن یہ جتنے فرق تم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو سب ظاہری اور دیکھنے کے ہیں ۔ کیمسٹری جس کو عالم موجودات کی دایہ کا لقب دینا کسی طرح غیر موزوں اور نا زیبا نہیں ۔ بتاتی ہے کہ کوئلے اور ہیرے

ہیں اجزاے ترکیبی کے لحاظ سے سرمو فرق نہیں - گویا یہ دونو چیزیں درحقیقت ایک ہی ہیں +

۴ - خدا تعالٰے نے ایسی بہت سی چیزیں پیدا کی ہیں - جو کسی اور چیز سے مرکّب نہیں - ایسی مفرد چیزوں کو اصطلاح میں عناصر یا افراد بسیط کہتے ہیں - انہیں میں سے کاربن بھی ایک فرد بسیط ہے - جو تمام جانداروں کے جسم اور درختوں کے رگ و ریشے میں ایک بہت بڑی مقدار میں پایا جاتا ہے + لکڑی جلاکر جو کوئلہ تیار کیا جاتا ہے - وہ بھی اپنی میلی کچیلی ناصاف صورت میں کاربن ہے - اسی طرح ہیرا بھی اپنی صاف و شفاف صورت میں کاربن ہے - غرض یہ کہ جن اجزا سے کوئلہ بنا ہے - انہیں اجزا سے ہیرا بھی بنا ہے - البتّہ فرق ہے - تو اتنا کہ کوئلے میں ان اجزا کی ترتیب اَور ہے - اور ہیرے میں اَور - پس یہ ترتیب اجزا ہی کا فرق ہے - جس نے ان دونو کی صورتوں اور قدر و قیمت میں اس قدر تفاوت پیدا کر دیا ہے - کہ ایک تو کوڑیوں کے مول بکتا ہے اور دوسرا سونے کی تول +

(مولّف)

۳۲۔ کرکٹ اور فٹ بال

۱۔ آج کل انگریزی خواں اصحاب میں کرکٹ اور فٹ بال کا بہت چرچا ہے۔ کوئی سکول یا کالج ایسا نہیں جس میں کرکٹ ٹیم نہ ہو۔ اس کے علاوہ بڑے بڑے شہروں میں پرائیویٹ ٹیمیں بھی جا بجا نظر آتی ہیں۔ بعض بعض راجوں اور مہاراجوں کو بھی اس کی طرف خاص توجہ ہے۔ مہاراجہ پٹیالہ کی ٹیم نے ایک زمانے میں بڑی شہرت حاصل کی تھی۔ مہاراجہ کشمیر کی ٹیم میں بھی اچھے کھیلنے والے موجود ہیں۔ پرنس رنجیت سنگھ جی کی ٹیم۔ اور بمبئی کے پارسیوں کی ٹیم سے بھی ہر ایک شخص واقف ہے +

۲۔ ان کھیلوں سے فائدے بھی بہت ہیں + ڈیوک آف ویلنگ ٹن کا قول ہے۔ کہ مجھے میدان جنگ میں جو فتوحات حاصل ہوئیں۔ وہ انہیں کھیلوں کی بدولت حاصل ہوئیں + اس قول کا مطلب یہ ہے کہ انہیں کھیلوں کی بدولت اس کے فوجی افسروں نے اپنی پوری طاقت کو کام میں لانے کا سبق حاصل کیا۔ انہیں کھیلوں نے ان میں جرأت اور مردانگی کی روح پھونکی۔ اور انہیں کھیلوں کی بدولت انہوں نے ایک دوسرے کی مدد کرنا اور جب تک فتح پانے کی ذرا سی بھی اُمید باقی رہے ہمت نہ ہارنا سیکھا +

۳۔ ان کھیلوں نے انگریزوں کو صرف میدان جنگ میں ہی فتوحات حاصل کرنا نہ سکھایا۔ بلکہ یہ بھی سکھایا۔ کہ امن و آسایش کے زمانے میں بھی کامیابی کا انحصار بہت کچھ ان کھیلوں ہی پر موقوف ہے + دنیاوی معاملات میں ہر ایک شخص کو اپنے حریف پر سبقت حاصل کرنے کے لئے ایک طرح کی لڑائی لڑنی پڑتی ہے۔ ایسے موقعوں پر کامیابی حاصل کرنے کا بڑا گر یہ ہے۔ کہ آدمی ہمت اور استقلال کو ہاتھ سے نہ دے اور یہ سبق انہیں کھیلوں سے آدمی سیکھتا ہے +

۴۔ کرکیٹ اور فٹ بال میں ہر شخص کا مدعا یہ ہوتا ہے کہ ہماری ٹیم دوسری ٹیم پر فتح حاصل کرے۔ اس مدعا کے حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری امر ہے۔ کہ دونو پارٹیوں کے لوگ متفقہ کوشش کریں اور اپنی اپنی پارٹی کے لئے جان توڑ کر لڑیں + بڑا فائدہ یہ ہے۔ کہ کھیلنے والے ایک مشترکہ مدعا کو مدِ نظر رکھ کر ذاتی معاملات کی مطلق پروا نہیں کرتے۔ کرکیٹ کھیلنے میں ہر ایک پارٹی کا کپتان اپنی اپنی ٹیم کے ممبروں کو خاص خاص کاموں پر متعین کرتا ہے۔ جو شخص اپنے کپتان کے احکام کی متابعت نہ کرے اُسے ٹیم سے خارج کر دیا جاتا ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے۔ کہ اس میں ٹیم کے ممبر بننے کی قابلیت نہیں +

۵۔ فٹ بال کھیلنے میں ٹیم کے ہر ممبر کے لئے کھیل کے میدان میں ایک خاص جگہ معین کی جاتی ہے۔

اور وہ ایک خاص کام پر مقرر کیا جاتا ہے + اچھے کھلاڑی بے سوچے سمجھے فٹ بال کے پیچھے نہیں دوڑتے پھرتے اور نہ یہ کوشش کرتے ہیں۔ کہ جس قدر زیادہ ٹھوکریں وہ لگا سکتے ہیں لگائیں + اچھے کھلاڑیوں کا یہ فرض ہے۔ کہ جب ان کے پاس گیند آئے۔ تو اس خوش اسلوبی سے ٹھوکر لگائیں کہ گیند اپنی ہی پارٹی کے ممبروں میں ایک شخص سے دوسرے شخص کو پہنچتا رہے اور مخالفوں کے قبضے میں نہ جائے۔ یہ بات اُس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ ٹیم کے ممبر متفقہ کوشش نہ کریں +

۶۔ ہر کام کے لئے ایک ضابطہ ہوتا ہے۔ ان کھیلوں کے بھی ضابطے اور قواعد مقرر ہیں + ٹیم کے ہر ممبر کا فرض ہوتا ہے۔ کہ وہ ان ضوابط اور قواعد کی ایمانداری کے ساتھ پابندی کرے۔ یہ اصول ایسا ضروری ہے جو انسانیت کا اصلی جوہر پیدا کرتا ہے۔ اور انسان کو انسان بناتا ہے۔ ان کھیلوں میں اگر کوئی جھگڑا پیدا ہوتا ہے۔ تو اُس کا فیصلہ امپائر کرتا ہے۔ اور یہ فیصلہ قطعی سمجھا جاتا ہے۔ کوئی پارٹی کا ممبر اُس کے احکام کی خلاف ورزی کرنے کا مجاز نہیں + تمدن کا دار و مدار اسی اصول پر ہے۔ اگر ہر شخص خود رائی کرے اور اپنی گورنمنٹ کے احکام کی پابندی نہ کرے تو سلطنت کے کار و بار کس طرح چلیں تمام ملک میں بغاوت پھیل جائے

اور امن و آسائش میں فتور واقع ہو +

۷ ۔ معزز کارخانوں میں یہ دستور ہے ۔ کہ جب مالک اور اس کے ملازموں میں مزدوری یا تنخواہ کی نسبت کوئی تنازع برپا ہوتا ہے ۔ تو دونو فریق کسی معزز شخص کو جس پر انہیں اعتبار ہوتا ہے پنچ مقرر کرتے ہیں یہ شخص کارخانہ دار کے حساب و کتاب کو جانچتا ہے اور اس کی مالی حالت پر غور کرتا ہے ۔ پھر یہ فیصلہ کرتا ہے ۔ کہ جو مزدوری یا تنخواہ کارخانے کے آدمیوں کو دی جاتی ہے ۔ اس میں کسی زیادتی کی ضرورت ہے یا نہیں ۔ یہ صورت اس بات سے بدرجہا بہتر ہے ۔ کہ کارخانے والے کام چھوڑ کر بیٹھ رہیں ۔ اور زیادتی تنخواہ کے واسطے اپنا بھی نقصان کریں اور مالک کو بھی نقصان پہنچائیں +

۸ ۔ ان کھیلوں کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے ۔ کہ وہ کھیلنے والوں کو اپنا مزاج قابو میں رکھنا سکھاتی ہیں + جو شخص کھیل کے وقت اپنے تئیں قابو میں نہیں رکھ سکتا وہ یقیناً شکست پاتا ہے ۔ اور اس کے ساتھی اُسے عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے ۔ ایک اور بات قابل ذکر یہ ہے کہ اگر ہمیں شکست ہو ۔ تو کبھی چڑچڑا پن ظاہر نہ کرنا چاہئے + بلکہ اپنی شکست کو نہایت خندہ پیشانی صبر اور استقلال سے برداشت کرنا

ہمارا عین فرض ہے - اگر یہ جوہر ہم میں بچپن سے پیدا ہو جائیگا - تو آئندہ عمر میں اپنی تکالیف اور ناکامیوں کو آسانی سے برداشت کر سکینگے ✦
(مؤلّف)

۲۳ - والمیک

۱ - ہندوستان میں بہت ایسے فاضل اور حکیم گزرے ہیں جو یونان اور فرنگ کے حکما سے حکمت اور فضیلت میں کچھ کم نہ تھے - مگر افسوس اہل ہند کو ایسے شخصوں کے حالات کے قلمبند کرنے کی طرف کبھی توجہ نہ ہوئی - اس لئے اُن لوگوں کا صحیح صحیح حال نہیں معلوم ہو سکتا - انہی منتخب اشخاص میں سے ایک رامائن کا مصنّف والمیک ہے ✦ اس کتاب سے تو دُنیا بھر آشنا ہے - مگر اُس کے مصنّف کے حالات سے بہت ہی کم لوگ واقف ہیں ✦ رزمیہ مضامین باندھنے میں یہ شخص فردوسی - ہومر اور مِلٹن کا جو اس فن میں لاجواب ہوئے ہیں - ہمپایہ اور ہمسر گنا جاتا ہے ✦ اس کی کتاب کے بھاشا میں کئی ترجمے ہوئے ہیں - انگریزی نظم میں گریفتھ صاحب سابق پرنسپل بنارس کالج نے بڑی فصاحت کے ساتھ اُس کا ترجمہ کیا ہے - اگرچہ اس شاعر کا حال ہند

کے اور برگزیدہ اشخاص کی طرح تحقیق نہیں ہوا۔ مگر تقریباً اس شخص کو ساڑھے تین ہزار برس گزرے ہیں +

۲ - ابتدا میں یہ رہزن اور قزاق تھا + ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا۔ کہ تین برہمن اس کی حد سے گزرے اس نے چاہا۔ کہ انہیں قتل کرکے اُن کے مال و متاع پر قبضہ کر لے + اس وقت ان برہمنوں نے کہا کہ ہم تجھ سے ایک بات پوچھتے ہیں۔ پہلے تو ہمیں اُس کا جواب دے دے۔ پھر تجھے اختیار ہے مارے یا چھوڑے + اس نے پوچھا وہ کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا جیو ہتّیا کے برابر دُنیا میں کوئی بڑا گناہ نہیں + ہم پوچھتے ہیں۔کہ تو جو بے گناہ آدمیوں کے ناحق خون کرتا اور اپنی گردن پر وبال لیتا ہے۔اس سے تجھے کیا ملتا ہے؟ اُس نے جواب دیا۔کہ میرے ماں باپ اور کنبے کی روزی اسی پر منحصر ہے۔ جو کچھ اُس طرح کماتا ہوں اُن کی پرورش میں لگاتا ہوں + اس پر اُنہوں نے کہا۔کہ تو اُن سے جاکر پوچھ تو سہی کہ وہ تیرے اس بڑے گناہ کے عذاب میں بھی شریک ہونا پسند کرتے ہیں یا نہیں؟ اور جس وقت تجھے ان اعمال کی سزا ملیگی تو اُن میں سے کون کون تیرا ساتھ دیگا +

۳ - اُس کے دل پر اس بات کی ایسی چوٹ لگی۔کہ تینوں برہمنوں کو درخت سے باندھ دوڑا

ہوا گھر پوچھنے چلا گیا + جب اُن سے پوچھا تو یہ جواب مِلا کہ ہم جنم کے ساتھی ہیں کرم کے ساتھی نہیں جو جیسا کریگا ویسا بھریگا - اپنی کرنی اپنی بھرنی + یہ جواب اُس کے دل کو ایسا لگا کہ آتے ہی تینوں برہمنوں کو کھول دیا - اور اُنھیں کے سامنے اس گناہ سے توبہ کی اور اپنے پچھلے گناہوں سے ایسا نادم و پشیمان ہوا - کہ خدا سے ہر وقت اپنی آمرزش کا طالب رہنے لگا + اس کے بعد اسے علم کی چاٹک لگی اور تپ بن میں جہاں بڑے بڑے پنڈت اور تپسی رہتے تھے چلا گیا + وہاں جا کر حصول علم میں مشغول ہو گیا - جب تحصیل علم سے فارغ ہوا - تو جنگل میں رہ کر خدا تعالےٰ کی عبادت میں مصروف ہو گیا + مشہور ہے - کہ جب رامچندر جی راون پر فتح پا کر اَجودھیا کا راج لینے آئے اور تمام رکھیشر مبارکباد دینے حاضر ہوئے - تو اُس وقت والمیک بھی رام چندر جی کے پاس آیا - اُس کی عمر اور سال وفات کا کچھ حال نہیں کھلتا +

(مؤلف)

۳۴ - بد مزاجی

۱ - آدمی میں طرح طرح کی خصلتیں ہوتی ہیں - بعض پسندیدہ - بعض ناپسندیدہ + حلم - عجز و انکسار - رحم -

ہمدردی - محبت - خوش خلقی - زندہ دلی - راستبازی - دیانت داری - سخاوت - فیاضی - پسندیدہ خصلتیں ہیں + بدمزاجی غرور و تکبر - بیرحمی - عداوت و دشمنی - بد اخلاقی و کج ادائی - دروغ گوئی - بد دیانتی - بخل - نہایت مذموم اور نا پسندیدہ عادتیں ہیں +

۲ - بُری خصلتوں کے ضمن میں جتنی نا پسندیدہ خصلتیں ہم نے بیان کی ہیں - ان میں سے صرف بدمزاجی کی نسبت ہم تمہیں کچھ بتانا چاہتے ہیں + بدمزاجی سے ہماری مراد وہ خصلت ہے - جو آدمی کے دل میں یہ خیال پیدا کر دیتی ہے - کہ میں سب سے اچھا ہوں اور اور آدمی میرے سامنے کوئی وقعت نہیں رکھتے + بدمزاج شخص جب کسی سے بات کرتا ہے - تو اکڑ کر - بولتا ہے تو تیز ہو کر - نرم الفاظ زبان پر لانا گناہ خیال کرتا ہے - سخت اور درشت الفاظ بے سمجھے بوجھے زبان سے نکال بیٹھتا ہے - اور یہ خیال کبھی دل میں نہیں لاتا - کہ اس سے دوسروں کا دل دُکھیگا - اور میری زبان خراب ہوگی + طرز گفتگو ایسی اختیار کرتا ہے - جس سے اپنی شیخت اور دوسروں کی ذلت ہو - حلم و انکسار کو خیرباد کہتا ہے - اور بات بات پر تیزی دکھا کر لوگوں کے دلوں پر اپنا سکہ بٹھانا چاہتا ہے +

۳ - بدمزاج شخص لوگوں کی نگاہ میں بہت جلد ذلیل و خوار ہو جاتا ہے - اور اُس سے بات کرنے

کو کسی کا دل نہیں چاہتا۔ لوگ اُس کی صحبت سے گریز کرتے ہیں۔ راستے میں نظر پڑ جاتا ہے۔ تو اس سے کترا کر نکل جاتے ہیں + کوئی شخص بد مزاج آدمی سے محبت نہیں رکھتا۔ البتہ جو لوگ اُس کے دست نگر ہوتے ہیں۔ ان کو بمجبوری اس کی تعظیم و تکریم کرنی پڑتی ہے۔ ہم چشم اور برابر والے اُس کے سفلہ پن پر قہقہے لگاتے ہیں اور اُسے خلل دماغ کا روگی بتاتے ہیں +

۴۔ بدمزاج اپنی بدمزاجی کی وجہ سے خود بھی کبھی خوش نہیں رہتا + لوگوں کے ساتھ سخت کلامی سے پیش آتا ہے۔ اور لوگ بھی اُس کے ساتھ ویسی ہی درشتی سے پیش آتے ہیں۔ اسے برداشت نہیں ہوتی۔ اور خون کے گھونٹ پی پی کر دل ہی دل ہیں جلتا بھنتا رہتا ہے + نوکر چاکر بھی ایسے آدمیوں سے کوسوں بھاگتے ہیں۔ ہر روز نئے نوکر تلاش کرنے پڑتے ہیں۔ اور چونکہ وہ مزاج سے واقف نہیں ہوتے۔ اس لئے اُن کو سخت مصیبت اُٹھانی پڑتی ہے + گھر والوں کا دم بھی ناک میں آ جاتا ہے۔ کوئی شخص جلدی سامنے نہیں آتا۔ اگر کوئی کام بھی آ پڑے۔ تو اِدھر اُدھر ٹل جاتے ہیں۔ غرض اپنے دل پر ہر وقت غم و غصہ کی تکلیف برداشت کرنے کے علاوہ دُنیادی کار و بار میں بھی طرح طرح کے حرج واقع ہوتے ہیں۔ اور زندگی وبال جان ہو جاتی ہے +

۵- بد مزاجی کا مرض انسان اپنی طبیعت میں خود پیدا کر لیتا ہے - اس کا دور کرنا کوئی مشکل امر نہیں ؛ مذہبی اور اخلاقی کتابیں - بزرگانِ دین اور بزرگان قوم کے حالات طبیعت میں یقیناً اصلاح پیدا کر دیتے ہیں ؛ بعض لوگ بھی اس قسم کے ہوتے ہیں - جو دوسروں کی طبیعت کو اصلاح پر لے آتے ہیں اور اُس کا اثر اس قدر جلد اور پائدار ہوتا ہے - جو کتابوں کے پڑھنے سے ایک مُدت میں حاصل ہوتا ہے ؛ تمثیل کے طور پر ہم تمہیں ایک بادشاہ کا قصہ سُناتے ہیں - جس نے اپنے ایک فوجی افسر کی بد مزاجی کو ایک آن کی آن میں مدت العمر کے لئے درست کر دیا ؛

۶- کہتے ہیں - کہ روس کا بادشاہ الگزنڈر نہایت حلیم الطبع اور منکسر المزاج تھا - اور اُس کی فوج کا ایک افسر سخت بد مزاج اور تند خو ؛ ایک روز وزیر اعظم نے بادشاہ کے آگے شکایت کی اور کہا کہ وہ ایسا بد مزاج ہے - کہ اس کے ماتحت جس قدر فوج ہے - سب اُس کے ہاتھ سے تنگ آئی ہوئی ہے - مناسب ہے - کہ اُسے فوراً برخاست کر دیا جائے ؛ بادشاہ نے جواب دیا - کہ دو چار دن ٹھیر جاؤ - ممکن ہے کہ اس کی عادت بدل جائے - دوسرے دن بادشاہ بھیس بدل کر چل کھڑا ہوا - اور اپنے بد مزاج افسر کی فوج میں جا پہنچا ؛ افسر کو

دیکھا - کہ اپنی کوٹھی کے صحن میں ٹہل رہا ہے - بادشاہ نے نہایت ادب کے ساتھ سلام کیا - افسر نے جواب تو دیا - مگر نہایت بد مزاجی اور بے پروائی کے ساتھ + بادشاہ نے پوچھا کہ سوء ادبی نہ ہو تو میں جناب سے دو چار باتیں پوچھوں - افسر نے نہایت تکبر سے کہا - پوچھ - کیا پوچھنا چاہتا ہے + بادشاہ نے کہا حضور کا عہدہ کیا ہے + افسر نے کہا تو کیا خیال کرتا ہے + بادشاہ نے کہا - کیا جناب لفٹنٹ کے عہدے پر مامور ہیں ؟ یہ سُن کر افسر تیور چڑھا کر بولا - ہیں تو میری ہتک کرتا ہے ؟ بادشاہ نے کہا معاف فرمائیے - کیا جناب کپتان ہیں ؟ افسر نے اکڑ کر کہا - اس سے بھی زیادہ + بادشاہ نے کہا - میجر + افسر نے چرٹ کا ایک لمبا دم لگا کر اور سینہ اُبھار کر کہا - ہاں یہی معزز عہدہ ہے - جس پر میں مامور ہوں + جب بادشاہ کے سوال ختم ہو گئے - تو اب افسر نے پوچھا - تو کون ہے ؟ بادشاہ نے جواب دیا حضور کا قیافہ کیا کہتا ہے ؟ افسر نے کہا لفٹنٹ ؟ بادشاہ نے کہا - اس سے بڑھ کر + افسر نے کہا کپتان ؟ بادشاہ نے کہا - کچھ اور زیادہ + افسر نے کہا میجر - بادشاہ نے کہا ابھی اور بڑھتے جائیے + افسر نے کہا کرنل - بادشاہ نے کہا اور بڑھئے - یہ سُن کر افسر نے پائپ منہ سے نکال لیا - اور نہایت ادب سے پوچھا - کہ کیا آپ جرنیل ہیں ؟ بادشاہ نے کہا - کہ اب تم قریب پہنچ

گئے ہو + اب تو افسر کے ہوش و حواس باختہ ہوئے اور گھبرا کر کہا - کہ کیا حضور کمانڈر انچیف ہیں؟ بادشاہ نے کہا - ذرا اور آگے بڑھئے + یہ سُنتے ہی افسر بادشاہ کے قدموں پر گر پڑا - اور کہا معلوم ہوا - کہ حضور بادشاہ ہیں - میں معافی کا طالب ہوں اور صدق دل سے وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ پھر کبھی آپ کے کانوں تک میری بدمزاجی کی خبر نہ پہنچیگی + بادشاہ نے اس کی پیٹھ ٹھونکی اور کہا شاباش - میں تمہارے وعدے پر اعتماد کرتا ہوں اور تمہارا پچھلا قصور معاف کرتا ہوں + (مؤلف)

۳۵ - کانِ نمک

۱- مدت سے سُنا کرتے تھے - ہر چیز کہ در کانِ نمک رفت نمک شد - مگر ہم نے تو ایک دفعہ جا کر دیکھا - نمک ہو جانا تو درکنار ہم تو نمکین ہو کر بھی نہ نکلے - اور کچھ نہیں تو ملیحوں میں تو شمار ہو جاتا + شاید یہ اس زمانے کا ذکر ہوگا - جب کانِ نمک کھیوڑے والی کان کی طرح ایک باقاعدہ چیز نہ ہوتی ہوگی - جس کے اندر سڑکیں ہوں اور راستے ہوں - جس میں آدمی جا بھی سکے - اور صحیح سلامت آ بھی سکے - جس میں داخل ہوتے وقت مشعل اور رہنما میسّر

ہو جائے اور جسے خوب دیکھ بھال کر تماشائی ڈیڑھ دو گھنٹے میں باہر بھی نکل آئے

۲ - کھیوڑا ضلع جہلم علاقۂ پنجاب میں ایک مشہور مقام ہے + شمالی ہندوستان میں نمک کا بیشتر حصّہ اسی مقام سے جاتا ہے ۔ پنڈ دادن خاں ریلوے سٹیشن ہے ۔ یہاں ریل سے اُتریں تو آگے صرف اڑھائی میل کا فاصلہ رہ جاتا ہے + گرد و نواح میں کوئی خصوصیت ایسی نہیں جس سے یہ معلوم ہو کہ اس سرزمین میں دستِ قدرت نے ایک ایسا قیمتی دفینہ رکھا ہوا ہے + آس پاس خشک چٹان نظر آتے ہیں ۔ اور جس میدان سے گزر جاتے ہیں ۔ وہ بھی کچھ ایسا شاداب نہیں + آدھ گھنٹے میں کانِ نمک کے دروازے پر پہنچتے ہیں یہاں البتہ رونق نظر آتی ہے ۔ سینکڑوں من نمک چھکڑوں میں لد کر باہر جانے کے لئے روانہ ہو رہا ہے + کان نمک کے گرد مزدوروں اور اُن کے افسروں کی جو کان کنی پر مامور ہیں ایک معقول بستی آباد ہے ۔ اور اس سے کچھ دُور محکمۂ نمک کے عہدہ داروں اور اُن کے کلرکوں کے بنگلے اور مکانات نظر آتے ہیں ۔ گویا اس نمک کی بدولت جنگل میں منگل ہو رہا ہے +

۳ - باہر تو جو رونق ہے سو ہے ۔ اندر جا کر دیکھو ۔ آتشبازی موجود ہے ۔ دام دیجئے اور تھوڑی آتشبازی ساتھ لے لیجئے ۔ کان نمک کے اندر جا کر یہ

نری بازی نہیں رہ جاتی - بلکہ مفید اور کار آمد ہو جاتی ہے + کئی حصے ایسے ہیں جن کو ظلمات کہیں تو بجا ہے - یہاں مہتابی بہت کام دیتی ہے + داخل ہوتے ہی تاریکی اور نمی کا احساس ہوتا ہے اور باہر کی کھلی ہوا کے مقابلے میں ذرا دم گھٹتا معلوم ہوتا ہے - آگے چل کر ایک وسیع مربع حصے میں صدہا زن و مرد نظر آتے ہیں - جو نمک کے بڑے بڑے ڈلے لا کر جمع کرتے ہیں - کوئی ایک طرف آرام سے بیٹھ کر ناشتہ کر رہا ہے - کوئی تاریک ذخیرے میں سے نمک لانے کے لئے چراغ لئے جا رہا ہے - کوئی ٹیک لگائے سستا رہا ہے - کوئی اپنے ساتھی سے چھیڑ چھاڑ میں مصروف ہے - گویا زیرِ زمین ایک دُنیا آباد ہے +

۴ - یہاں سے نکل کر دوسری طرف آئیں تو نمک کا ایک بڑا دالان سامنے ہے + نمک نکالتے وقت کان کن اپنی کاریگری کے جوہر دکھاتے ہیں - چھت کی سطح ہموار اور صاف ہے - اس کے نیچے سڈول ستون ہیں - دیواریں بھی خوبصورتی سے تراشی ہوئی ہوتی ہیں - ایسا معلوم ہوتا ہے - کہ کسی سنگ سفید کے مکان میں کھڑے ہیں + یہ تمام کوشش محض خوشنمائی کے لئے نہیں بلکہ اس سے کان کنوں کی حفاظت بھی مقصود ہے - اگر اندھا دُھند کان کے حصے بارود سے اُڑاتے چلے جائیں - اور اوپر کے حصے کو اتنا کریدیں

کہ بالائی سطح زمین کے نیچے ایک معمولی چھلکا نمک کی چادر کا رہ جائے تو ذرا سے صدمے سے چھت ان کے سروں پر آ پڑے ۔ یہ سنگ سفید کے کمرے جو اس کان کے نیچے جا بجا بنے ہوئے ہیں ۔ کہیں کہیں مشعلوں اور چراغوں کے دھوئیں اور مزدوروں کے میلے ہاتھوں کے چھو جانے سے کچھ سیاہ سے ہو رہے ہیں ۔ لیکن اگر کھیوڑے کے نمک کو اپنی اصلی شفاف بلوریں حالت میں دیکھنا ہو ۔ تو کسی ایسے حصے میں جانا چاہیئے جہاں نمک بارود کے ذریعے سے اُڑایا جا رہا ہو ۔ اس کے لئے کچھ دیر تک انتظار نہیں کرنا پڑیگا ۔ آہا ! کیا زور کا دھماکا ہوا کہ پاؤں تلے کی زمین ہل گئی ۔ ناواقف تو یہ سمجھے کہ شاید کان پھٹ گئی اور اب باہر جانا دشوار ہو جائیگا ۔ کہیں نمک شد نو تقدیر میں نہیں لکھا ۔ مگر یہ دھماکا یہاں دن میں کئی دفعہ سُنا جاتا ہے ۔

۵ ۔ جس حصے سے نمک نکالنا ہوتا ہے ۔ اس میں ایک چھوٹی سی سُرنگ لگا کر بارود بھر دیتے ہیں ۔ جہاں بارود کو آگ پہنچائی وہیں نمک کا پہاڑ پھٹا اور منوں سلیں ٹوٹ کر گر پڑیں ۔ اس طرح آہستہ آہستہ ہاتھوں سے کوہ کنی بھی کرنے کی ضرورت نہیں رہتی اور کام بھی جلد ہو جاتا ہے ۔ پھر مزدور آ کر اس نمک کو جمع کر لیتے ہیں اور اس کے بعد ہاتھ کے ذریعے ہمواری پیدا کی جاتی ہے ۔

۶ - اسی کان میں ایک دو حصے ایسے ہیں - جو نہایت تاریک ہیں - اور اُن کی تاریکی میں پانی کے بڑے بڑے قدرتی حوض چھپے ہوئے ہیں + ان حوضوں کے کنارے کھڑے ہو کر مہتابی روشن کرو - تو عجب کیفیت نظر آتی ہے - اُن کو دیکھنے سے آب حیات کی تلاش میں سکندر کے چشمۂ حیواں جانے کے قصے یاد آتے ہیں - افسوس کہ یہ آب آب حیات نہیں - ایک معنی میں تو ہے - کہ اس پانی سے نمک پیدا ہوتا ہے - جس سے کروڑوں بندگانِ خدا کی صحت اور لطف زندگی وابستہ ہے - یہی ایسے مواقع ہیں جہاں صانع حقیقی کی رنگا رنگ صفتوں کا گہرا نقش دل پر بیٹھتا ہے +

۷ - اس کان کو دیکھنے سے طرح طرح کے خیالات دل میں جاگزین ہوتے ہیں + اوّل تو یہ کہ علم طبقات الارض کتنا ضروری علم ہے - اور اس کے ذریعے سے کن کن نعمتوں کا پتہ لگا سکتے ہیں جو اسی زمین میں خدا نے پنہاں کر رکھی ہیں - دوسرے یہ کہ کتنے لوگ صوبۂ پنجاب میں اپنے صوبے کے قدرتی دلکش منظروں سے واقف ہیں اور ان کے نظارے سے مستفید ہوتے ہیں + کئی سال ہوئے ہیں نے یہ تماشا دیکھا تھا اور یہ نا مکمل سی تصویر دلچسپ نظارے کی ایک دھندلے سے نقش ہے جو صفحۂ دل پر باقی تھا - اس لئے پیش کی ہے - کہ اور دیکھنے والے جاہیں

اور نظر غور سے دیکھ کر اس سادے خاکے سے دلاویز تصویر بنا ہیں ÷ (از رسالۂ مخزن)



۳۶ - اُردو زبان

۱ - ہندوؤں کے عہد میں ہندوستان کے مختلف صوبوں میں مختلف زبانیں بولی جاتی تھیں - اور چونکہ سنسکرت سے نکلی تھیں - پراکرت کہلاتی تھیں - اس لئے کہ سنسکرت میں اس لفظ کے معنی نکلے ہوئے کے آتے ہیں ÷ جو زبان متھرا اور آگرے کے نواح میں بولی جاتی تھی - سُورسینی بھاکا کہلاتی تھی ÷ ۱۱۹۱ء سے جب دہلی میں مسلمانوں کی سلطنت قائم ہوئی تو پادشاہی دفتر فارسی ہو گیا - مگر رعایا کی زبان وہی برج بھاکا رہی - اور مسلمانوں نے اس کا نام ہندی رکھ لیا ÷

۲ - ۱۴۸۸ء تک یہی کیفیت رہی - لیکن کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرنے پایا تھا - کہ سکندر لودھی کے عہد میں سب سے پہلے کایستوں نے اور بعد میں دیگر ملازمت پیشہ اقوام نے فارسی لکھنا پڑھنا شروع کر دیا - اور اسی طرح اس کا رواج بڑھتا چلا گیا ÷

۳ - ٹھیک یقین نہیں - کہ ہندی بھاشا میں فارسی الفاظ کی کب آمیزش شروع ہوئی - مگر قرین قیاس ہے - کہ جب سے شمالی اقوام نے ہند پر چڑھائی شروع کی - اور

اُدھر کے لوگ ادھر آکر رہ پڑے فارسی کے الفاظ اس میں مخلوط ہونے لگے۔ چنانچہ فرہنگ آصفیہ کے مقدمے میں اس کی تفصیل بخوبی موجود ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اسلامی حکومتوں کے دور دورے میں اس اختلاط نے سب سے زیادہ حصّہ لیا۔ جیسا کہ کب چند کبیشر کی تصنیفات سے ظاہر ہے۔ کبیر اور تلسی داس کی نظم میں جو پندرھویں۔ سولھویں صدی میں گزرے ہیں ایسے بہت سے الفاظ موجود ہیں جو خاص فارسی الاصل یا بالکل فارسی ہیں۔

۴۔ اگرچہ اس امر کا بخوبی ثبوت نہیں ملتا۔ کہ مسلمانوں نے ہندی یا سنسکرت کی طرف اسی قدر توجّہ کی ہے۔ جس قدر ہندؤں نے فارسی کے الفاظ کو اپنی زبان میں لے لیا۔ مگر اس میں شُبہ نہیں کہ خرید و فروخت کے موقع پر اُن کو چار ناچار ہندی یا سنسکرت کے مستعملہ الفاظ بولنے پڑتے تھے۔ البتہ خلجی بادشاہوں کے عہد میں امیر خسرو نے ہندی زبان میں کمال پیدا کر کے اس میں بہت پہیلیاں اور انمیلیاں اور دو سخنے بھی بنائے۔ بلکہ خاص فارسی میں بھی ہندی کی چاشنی دی۔ یعنی کچھ غزلیں اس صنعت کے ساتھ کہیں کہ بعض بیتوں میں ایک مصرع فارسی ہے اور ایک مصرع ہندی۔ اور بعضے مصرعوں میں آدھے الفاظ فارسی اور آدھے ہندی ہیں۔

۵۔ غالباً فارسی اور ہندی میں زیادہ اسی شاعر

کے عہد سے میل شروع ہوا - مگر نہ اس قدر کہ دونو کے ملنے سے ایک نئی زبان پیدا ہو - ہاں جب شاہ جہاں نے ۱۶۴۸ء میں شاہجہان آباد بسایا - اور ہر ملک کے لوگوں کا مجمع ہوا تو اُس وقت سے فارسی زبان اور ہندی بھاشا بہت مل جُل گئی - یہاں تک کہ فارسی کے بعض اور ہندی کے اکثر الفاظ میں کثرت استعمال سے تغیر و تبدل پیدا ہوا اور شاہی لشکر میں ایک جدید زبان پیدا ہو گئی - چنانچہ اسی وجہ سے اس کا نام اُردو پڑ گیا - کیونکہ اُردو ترکی زبان میں شاہی لشکر کو کہتے ہیں - بادشاہ وقت نے بھی اس طرف توجہ مبذول فرما کر اس کی ترقی کے مختلف اسباب پیدا کئے پس اس وقت سے یہ زبان منجھتی اور صاف ہوتی چلی گئی - مگر اُردو شاعری نے عالمگیر کے وقت سے پاؤں نکالے اور اصل جوبن پر شاہ عالم کے وقت میں آئی - گو مشہور تو یہ ہے - کہ اس زبان میں سب سے پہلے ولی گجراتی نے شعر کہے - مگر یہ صحیح نہیں - کیونکہ اسی زمانے میں جعفر زٹلی اور صادق صاحب دیوان ہوئے ہیں - اس کے علاوہ خود ولی اپنے اشعار میں اور شاعروں پر منہ آیا - اور اُن پر چوٹ چلا ہے *

۶ - شاہ عالم ثانی کے عہد میں تو شعراے ذیل نے غضب ڈھا دیا - فارسی - ہندی - شاعری کو سب سے پرے بٹھا دیا - مثلاً میر - سودا - درد - سوز -

مصحفی - انشا - جرأت - فدوی وغیرہ - جن میں میر اور سودا سب سے بڑھ کر ہیں - اور ایسے ہوئے کہ آج تک لوگ ان کو استاد مانتے جاتے ہیں - گو سودا کی بلند پروازی میر پر غالب ہے - اور اس کی ہجو گوئی و قصیدے میں میر اُس سے لگا نہیں کھاتا - مگر میر کی میٹھی اور دلچسپ زبان کو اس کی زبان نہیں پہنچتی - میر کا دہلی کے روزمرّے محاورات و اصطلاحات میں ایسا علو پایہ ہے - کہ اُس کی غزلیں اور مثنویاں مردہ دلوں کے حق میں آب حیات کا کام دیتی ہیں - جنہیں سودا بھی سُن کر سودائی ہو جاتا - اور اکثر اوقات میر کی بے تکلفانہ بندش پر سر دُھنا کرتا تھا ✤ سودا کا کلام اکثر بلیغ ہے اور میر کا فصیح - غرض بہت سا تو ان شاعروں نے اُردو زبان کو مانجھا - مگر زیادہ ترقی زمانہ حال کے شعرا کی بدولت نصیب ہوئی ✤

۷ - اس زمانے میں ذوق - غالب - مومن - معروف دہلی میں - ناسخ - آتش - انیس اور دبیر لکھنؤ میں بڑے نامور اور استاد وقت ہوئے ہیں ✤ شمس العلما مولانا مولوی الطاف حسین صاحب حالی نے اُردو کی نظم میں نئی روح پھونک دی ہے - اور جو مقبولیت ان کے کلام کو میسّر ہوئی - وہ مشکل سے کسی کو نصیب ہوگی ✤ نثر لکھنے والوں میں میر امن دہلوی - سر سید احمد خاں - شمس العلما مولانا مولوی محمد حسین آزاد -

مولٰنا نذیر احمد اور مولوی عبد الحلیم شرر قابل تعریف ہیں ۔ مولوی سید احمد دہلوی نے جو احسان اُردو زبان پر کیا ہے ۔ کون ہے ۔ جو اس سے واقف نہیں ۔ فرہنگ آصفیہ ان کی زندہ یادگار ہے ۔ مولٰنا کی نثر نہایت دلچسپ اور دل آویز ہوتی ہے ۔ اُن کے ظرافت آمیز مضمون اکثر رسالوں میں اور خاص کر اُن کی دیگر اَور تصانیف میں شوق سے پڑھے جاتے ہیں ۔

۸ ۔ سرکار انگلشیہ نے اکثر صوبوں کی عدالتوں کے دفتر اسی زبان میں کر رکھے ہیں ۔ جس سے دن دونی اور رات چوگنی ترقی ہو گئی ۔ اور سررشتۂ تعلیم نے تو اس کو درجۂ کمال پر پہنچا دیا ۔ بلکہ علمی زبان بنا دیا ۔ اکثر علوم ۔ کتب ادب و فنون کا خزانہ بنتی چلی جاتی ہے ۔ اگر یہی صورت رہی ۔ تو اُمید ہے ۔ کہ اس زبان کا وہی پایہ ہو جائیگا جو اور کامل زبانوں کا ہے ۔

۹ ۔ اگرچہ اس زبان کی ابتدائی ترکیب عربی ۔ فارسی ۔ ترکی ۔ ہندی ۔ الفاظ سے تھی ۔ مگر اب انگریزی الفاظ بھی روز بروز اس میں جگہ پاتے جاتے ہیں ۔ اُردو زبان کی عروض فارسی زبان کی عروض پر ڈھالی گئی ہے وہی بحریں وہی اوزان وہی تقطیع ۔ مگر پہیلی کا وزن کچھ نرالا ۔ اور سب سے الگ ہے ۔ جس میں بھاشا کے الفاظ زیادہ ہوتے ہیں ۔ یہ پہیلیاں نظم و نثر دونو طرح

کی ہوتی ہیں +

۳۷- قطب صاحب کی لاٹھ

۱- اس عمارت کی رفعت و شان - بلندی اور خوشنمائی احاطۂ تقریر سے باہر ہے + حقیقت میں یہ عمارت ایسی ہے - کہ روے زمین پر اپنا مثل نہیں رکھتی + نقل مشہور ہے کہ اگر اس کے نیچے کھڑے ہو کر اوپر دیکھو تو ٹوپی والے کو ٹوپی اور پگڑی والے کو پگڑی تھام کر دیکھنا پڑتا ہے اس لاٹھ پر سے نیچے کے آدمی ذرا ذرا سے معلوم ہوتے ہیں - اور چھوٹے چھوٹے آدمی اور ننھے ننھے ہاتھی - گھوڑے دکھائی دینے سے عجب کیفیت معلوم ہوتی ہے - اسی طرح نیچے والوں کو اوپر کے آدمی بہت چھوٹے چھوٹے نظر آتے ہیں - اور ایسا معلوم ہوتا ہے - کہ گویا فرشتے آسمان سے اُترے ہیں - غرض یہ لاٹھ عجائب روزگار سے ہے + با وجود اس قدر بلندی اور عظمت کے ایسی خوبصورت اور خوش قطع بنی ہوئی ہے - کہ بے اختیار دیکھنے کو جی چاہتا ہے +

۲- اس لاٹھ کے نیچے کے درجے کی ایک پکھ مدوّر اور ایک کمرکی بنی ہوئی ہے - دوسرے درجے کی مدوّر اور تیسرے کی کمرکی ہے - اس سے اوپر کے

دونو درجے گول ہیں - اور تمام عمارت سنگ سُرخ کی بنی ہوئی ہے - البتہ چوتھے درجے میں سنگ مرمر بھی لگا ہوا ہے - اور ہر جگہ مُنبّت کاری اور گلکاری بہت خوبصورتی سے کی ہے ؁

۳ - اس لاٹھ کی بنا میں بہت گفتگو ہے ؁ اکثر مؤرخوں نے لکھا ہے - کہ یہ لاٹھ سلطان شمس الدین التمش کی بنائی ہوئی ہے - اور جو کتبہ سکندر بہلول لودھی کے زمانے میں کندہ ہوا ہے - اس میں بھی اس لاٹھ کو اسی بادشاہ سے منسوب کیا ہے ؁ بعض تاریخوں میں اس لاٹھ کو مسجد کا مآذنہ لکھا ہے - اور بعض میں سلطان معزّ الدّین کی لاٹھ لکھا ہے ؁ مگر چند وجوہات سے جن کی تفصیل ہم ذیل میں درج کرتے ہیں - یہ خیال پیدا ہوتا ہے - کہ اس لاٹھ کا پہلا کھنڈ ہندوؤں کے عہد حکومت میں تیّار ہوا ہے ؁ اول یہ کہ اس لاٹھ کا پہلا دروازہ شمال رویہ ہے - اور ہندوؤں کے مندر کی عمارت کا دروازہ ہمیشہ شمال رویہ ہوتا ہے - بر خلاف مآذنوں کے کہ اُن کے دروازے ہمیشہ شرق رویہ ہوتے ہیں - چنانچہ سلطان علاؤ الدین نے جو لاٹھ بنانی شروع کی تھی - اُس کا دروازہ بھی شرق رویہ رکھا تھا ؁ دوسرے یہ کہ مسلمان عموماً ایسی عمارت کو کرسی دیکر بناتے ہیں - جیسے کہ سلطان علاؤ الدین نے اپنی لاٹھ کو کرسی دیکر بنانا شروع کیا تھا - بر خلاف ہندوؤں کے کہ وہ بدون کرسی دینے کے عمارت بناتے ہیں - جیسے کہ یہ لاٹھ

بنی ہوئی ہے + تیسرے یہ کہ لاٹھ کے پہلے درجے کے پتھر کتبوں کے مقام پر ایسے معلوم ہوتے ہیں۔ جیسے بعد میں لگائے ہوں + چوتھے یہ کہ جس طرح اصل بُت خانے میں پتھروں پر زنجیرے کھود کر اُن میں گھنٹے لٹکتے ہوئے دکھائے ہیں۔ ویسے ہی اس لاٹھ کے پہلے کھنڈ پر بنائے ہیں + پانچویں یہ کہ جو کتبے فتح کے قطب الدین ایبک اور معزالدین کے نام پر اصل بُت خانے پر کھدے ہیں۔ اُسی طرح کے اس لاٹھ پر بنے ہیں + عجب نہیں کہ پہلے کھنڈوں میں جہاں جہاں کتبے کھدے ہیں وہاں پہلے بتوں کی مورتیں ہوں اور وہاں سے پتھر نکال کر یہ کتبے جن میں بادشاہوں کے نام اور قرآن کی آیتیں ہیں لگائے ہوں +

۴ - یہ بات مدت سے مشہور چلی آتی ہے۔ اور ہے بھی قرین قیاس۔ کہ اس لاٹھ کو رائے پتھورا نے اپنے قلعے اور بُت خانے کے ساتھ ۱۱۴۳ء میں تعمیر کرنا شروع کیا۔ کیونکہ اس کی بیٹی سورج مکھی مذہب کی تھی۔ اور اس مذہب والے جمنا کو سورج کی پتری خیال کرتے ہیں۔ اور اُس کا درشن کرنا داخل ثواب جانتے ہیں۔ اس سبب سے جمنا کے درشن کے لئے اس لاٹھ کا پہلا کھنڈ بنا + ۱۱۹۱ء میں جب یہ بت خانہ مسلمانوں نے فتح کیا۔ تو اُس پر اپنے نام کے کتبے لگائے۔ اور فضل بن ابو المعالی کو متولی کیا۔ اور اس کا نام پتھر پر کھود کر دروازے کے پاس لگا دیا۔ ۱۲۲۹ء

ہیں سلطان شمس الدّین التمش نے اس مسجد کے ادھر اُدھر تین تین در بڑھائے اور اُسی زمانے میں اس لاٹھ کو بھی بلند کیا۔ اور دوسرے کھنڈ کے دروازے پر اُس کا حال کھدوا کر اس کا نام مآذنہ رکھا اور ہر درجہ پر اسی نام کا کتبہ اور قرآن کی آیتیں کندہ کرائیں۔ اور معمار کا نام لکھوایا +

۵- اگرچہ اب اس لاٹھ کے پانچ کھنڈ ہیں۔ لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ جس طرح مشہور ہے۔ پہلے اس لاٹھ کے سات کھنڈ تھے۔ اور منارۂ ہفت منظری کے نام سے بھی یہ لاٹھ مشہور تھی + جہاں اب کٹہرا لگا ہوا ہے۔ وہاں ایسے کنگورے بنے ہوئے تھے۔ جیسے فصیلوں کے ہوتے ہیں + چھٹے درجے پر چاروں طرف دروازے تھے۔ اور اس کے اوپر لداؤ کی مخروطی برجی بنی تھی۔ یہی اس کا ساتواں درجہ شمار کیا جاتا تھا + یہ ساتواں درجہ ۱۳۶۸ء میں فیروز شاہ نے بنایا تھا۔ کیونکہ اس نے لکھا ہے۔ کہ مرمّت کے وقت میں نے اس لاٹھ کو جتنی پہلی تھی اس سے اونچا کر دیا۔ اور اس لاٹھ کی مرمت کا حال پانچویں کھنڈ کے دروازے پر کھدوا دیا۔ اس کے بعد پھر لاٹھ مرمّت طلب ہو گئی تھی۔ چنانچہ ۱۵۰۳ء میں فتح خاں نے سلطان سکندر بہلول کے وقت میں مرمّت کی۔ اور اس کا حال کھدوا کر پہلے دروازے کی پیشانی پر لکھوا دیا + کہتے ہیں ۱۷۸۲ء کی کالی آندھی اور بھونچال کے صدمے سے

اوپر کے کھنڈ گر پڑے تھے۔ اس کے علاوہ امتداد زمانے کی وجہ سے پہلے کھنڈ کے بھی بہت سے پتھر گر جانے کی وجہ سے لاٹھ مرمت طلب ہو گئی تھی ÷

۶ - ۱۸۲۶ء میں گورنمنٹ انگریزی کے حکم سے اس لاٹھ کی اوّل سے آخر تک پھر مرمت ہوئی - جس جگہ کنگورے تھے - وہاں بہت مستحکم سنگین کٹھرا لگا دیا گیا - اور پانچویں درجے پر بہت خوب صورت برجی کٹھرا بنا دیا - چھٹے کھنڈ کی جگہ نہایت خوب صورت پتھر کی برجی اور ساتویں کھنڈ کی جگہ کاٹھ کی برجی نصب کی گئی اور اس پر پھر ایک بڑا کٹھرا لگایا گیا - افسوس کہ یہ دونو برجیاں قائم نہ رہ سکیں - سنگین برجی کو لاٹھ پر سے اُتار کر نیچے کھڑا کرنا پڑا اور کاٹھ کی برجی ضائع ہو گئی ÷ مرمت کے وقت اس لاٹھ کے کتبوں کے حرف جو گر پڑے تھے - بالکل غلط بنا دئے گئے - اکثر جگہ لفظوں کی صورت بنا دی ہے - غور سے دیکھنے پر معلوم ہوتا ہے - کہ یہ لفظ نہیں ہیں - بلکہ صرف نقش ہیں - بعض لفظ غلط بھی بنا دئے ہیں - اور بعض جگہ اپنی طرف سے ایسی عبارت کھود دی ہے - کہ اصلی کتبے کے مضمون سے مطلق علاقہ نہیں رکھتی ÷

۷ - اس لاٹھ کا پہلا کھنڈ تقریباً بتیس گز - دوسرا سترہ گز - تیسرا تیرہ گز - چوتھا اور پانچواں آٹھ آٹھ گز اونچا ہے - اس حساب سے لاٹھ کی کل اونچائی اسّی گز کے قریب ہے - سنگین برجی کی اونچائی جو گورنمنٹ

انگریزی نے چڑھائی تھی۔ اور اب اتار کر نیچے رکھ دی ہے۔ چھ گز ہے۔ جب اس لاٹھ کے ساتوں کھنڈ اپنی اصلی حالت پر قائم تھے۔ تو اس کی بلندی سو گز تھی۔ لاٹھ کا محیط سطح زمین پر پچاس گز ہے۔ اور چوٹی پر دس گز۔ لاٹھ کے اندر اوپر چڑھنے کے لئے چکر دار سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ یہ سیڑھیاں تعداد میں تین سو اٹھتر ہیں ٭

(سر سید احمدؒ خاں)

۳۸ - دوستی

۱۔ دنیاوی تعلقات دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ تعلقات جن پر ہمارا کوئی قابو نہ ہو۔ اور خداوند کریم نے ہماری بہتری اور فلاح کے لئے پہلے ہی سے تجویز کر دئے ہوں۔ مثلاً باپ کا تعلق بیٹے سے۔ بھائی کا بہن سے۔ چچا کا بھتیجے سے ٭ دوسرے قسم کے وہ تعلقات ہیں۔ جو ہماری مرضی اور پسند پر منحصر ہیں۔ ان تعلقات کو ہم بغیر کسی مجبوری کے خود پیدا کرتے ہیں۔ اور ان کا قائم رکھنا یا نہ رکھنا محض ہماری رائے پر ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ شناسائی اور ملاقات۔ دوستی اور اتحاد دوسرے قسم کے تعلقات میں داخل ہیں۔ اور ان میں سب

سے اعلیٰ مرتبہ اس تعلق کا ہے۔ جسے ہم دوستی کے نام سے موسوم کرتے ہیں + دوست سے مراد وہ شخص ہے۔ جس کے ساتھ ہمارا دلی اتحاد ہو۔ جس کی صحبت میں بیٹھنے کی ہر وقت آرزو ہو۔ ہم اُس کے دیکھنے سے خوش ہوں۔ وہ ہمارے دیکھنے سے۔ نہ ہمارے راز اُس سے پوشیدہ ہوں۔ نہ اس کے راز ہم سے۔ ہمارے صلاح و مشورے کا وہ محتاج ہو۔ اور ہم اُس کے صلاح و مشورے کے۔ مختصر یہ ہے کہ ہم اس شعر کے مصداق ہوں ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نہ گوید بعد ازاں من دیگرم تو دیگری

۲۔ اگر کسی گھر میں ایک شخص نمازی ہو۔ تو دوسرا بھی اُسے دیکھ کر نمازی بن جاتا ہے۔ اگر کسی گھر میں ایک شرابی ہو۔ تو دوسرا بھی اُس کی تقلید پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ غرض یہ کہ نیک بختی اور بدبختی عموماً اچھی اور بُری صحبت میں رہنے کا نتیجہ ہیں۔ پس اگر تمہاری دوستی ایسے شخص کے ساتھ ہے۔ جس میں اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ موجود ہیں۔ تو ظاہر ہے۔ کہ تمہاری طبیعت نیکی کی طرف مائل ہوگی۔ اور اگر تمہارے دوست میں اخلاق ذمیمہ اور خصائل نا پسندیدہ پائے جاتے ہیں۔ تو تمہاری طبیعت کا میلان بھی بدی کی طرف ہوگا +

۳۔ دوستوں کے انتخاب میں بڑی احتیاط چاہیئے۔ کیونکہ اُن کی صحبت کا اثر تمہاری طبیعت پر یقیناً ہوگا۔

اور یہ اثر یا تو اچھا ہوگا - یا بُرا - پس یہ ضروری امر ہے - کہ تم ایسے لوگوں کو دوستی کے لئے منتخب کرو - جن کا اثر تم پر اچھا پڑے ÷

۴ - وہ اشخاص کسی طرح دوستی کے لائق نہیں - جن کا چال چلن اچھا نہ ہو - یہ لوگ خواہ کیسے ہی ذی رتبہ اور ذی علم ہوں - اُن سے علیحدہ ہی رہنا مناسب ہے ÷ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ ایسے لوگوں کی صحبت اچھوں کو بھی بُرا بنا دیتی ہے - وجہ یہ ہے - کہ ذی رتبہ شخص کا دباؤ چھوٹے درجے کے آدمی پر زیادہ پڑتا ہے - اور وہ چار و ناچار اُسے خوش کرنے کے لئے اُس کی مرضی کے مطابق کام کرتا ہے ÷ ایسے لوگوں کی صحبت سے بھی گریز کرنا چاہئے - جو اپنا عزیز وقت ہنسی دل لگی میں گذارتے ہوں - نہ تو خود کوئی کام کرنا چاہیں - اور نہ دوسرے کو کوئی کام کرنے دیں - ہر وقت بیکار کاموں میں مصروف رہیں - کبھی تاش ہے - کبھی گنجیفہ - کبھی شطرنج کبھی چوسر - نہ اپنے وقت کی قدر ہے - نہ دوسرے کے وقت ضائع کرنے کا افسوس - ایسے لوگ خود بھی برباد ہوتے ہیں - اور اپنے دوستوں اور ہم جنسوں کو بھی ساتھ لے ڈوبتے ہیں ÷ دوستی کے لائق ہمیشہ وہی شخص ہوتے ہیں جو اپنی عزت کا بھی خیال رکھتے ہوں اور دوسرے کی عزت کو بھی عزیز جانتے ہوں - ایماندار ہوں - راستباز ہوں - خدا کا خوف دل میں رکھتے ہوں ÷ جن لوگوں میں یہ خوبی ہے - بیشک وہ دوستی کے

لائق ہیں - خواہ وہ مسلمان ہوں - یا عیسائی - ہندو ہوں یا سکھ ٭ دوستوں کی تعداد کا محدود رکھنا بھی ضروری امر ہے - جن لوگوں کے دوستوں کا دائرہ وسیع نہیں ہوتا - ان لوگوں کی قدر و منزلت بھی کم ہوتی ہے - مگر یہ بھی ہے - جس قدر دوست تھوڑے ہوتے ہیں اسی قدر اُن کے ساتھ ارتباط بڑھانے کا موقع ملتا ہے اور جس قدر ان کی تعداد زیادہ ہوتی ہے - اسی قدر خصوصیت کم ہو جاتی ہے ٭

۵ - لوگوں کو دوست بنانا تو نہایت آسان ہے - مگر دوستی کے فرائض کی پابندی اور اُن کی بجا آوری نہایت مشکل ہے ٭ جو شخص اس بات کا طلبگار ہے - کہ لوگ اُس کے دوست بنیں - اُس کا برتاؤ لوگوں کے ساتھ دوستانہ ہونا چاہیئے ٭ جس شخص کو اس بات کا گھمنڈ ہے - کہ مجھے کسی کی پروا نہیں - اُسے یاد رکھنا چاہیئے - کہ اُس کی بھی کسی کو پروا نہ ہوگی ٭ جب تم لوگوں کا خیال کروگے - تو لوگ خود بخود تمہارا خیال کرینگے - اگر تمہارا کوئی دوست نہ بنے - تو سمجھ لو کہ تم میں کوئی نہ کوئی ایسا نقص ضرور ہے - کہ لوگ تم سے متنفر ہیں ٭ ایک دوسرے کی مدد - اور ایک دوسرے کی نسبت گمان نیک دوستی کا پہلا اصول ہے ٭ اگر دوست تمہارے سامنے موجود نہ ہو - تو اس کی غیبت میں کوئی ایسا لفظ زبان پر نہ لاؤ - جو اس کی دل شکنی کا باعث ہو ٭ یوں تو ایک دوسرے کی

امداد ہر وقت ضرور ہے۔ مگر جب کسی دوست پر مشکل آ بنے۔ تو ایسے موقع پر ہرگز پہلوتہی نہ کرو۔ یہ وطیرہ مردانگی کے خلاف ہے ÷ اگر تمہارا دوست بیمار ہو۔ تو اس کی خدمت تمہارا عین فرض ہے۔ اس کی دوا دارو اور علاج و معالجہ کا حق عزیز اقربا سے زیادہ تم پر واجب ہے ÷ اسی طرح اور موقعوں پر بھی جب دیکھو کہ تمہارا دوست مصیبت میں ہے۔ تو اُس کی امداد کرو۔ مگر یہ یاد رکھو۔ کہ بُرے کاموں میں دوست کا ساتھ ہرگز نہ دو۔ کیونکہ اس قسم کا برتاؤ اسے بدی پر جُرأت دیگا ÷ اگر تم سمجھتے ہو کہ تمہارا دوست تمہیں ایسے کام کے لئے مجبور کرتا ہے جو انصاف سے بعید ہے۔ یا قانون و شریعت کے بر خلاف تو اُس کی پابندی تم پر واجب نہیں ÷ دوست کے فائدے کے لئے عدالت میں جھوٹی گواہی دینا یا دوست کے کہنے سے دوسرے شخص کو نقصان پہنچانا۔ دوستی کے فرائض میں داخل نہیں۔ بلکہ تمہاری دوستی کا یہ اصول ہونا چاہئے۔ کہ جہاں تک ممکن ہو اپنے دوست کو بُرے کاموں سے روکو اور نیک کاموں کی طرف مائل کرو ÷ دوستوں کو ایک دوسرے کی برداشت بھی ضرور ہونی چاہئے۔ اگر دوست سے کوئی زیادتی ہو جائے۔ تو تم اُس کی برداشت کرو۔ دنیا کے کار و بار اسی طرح چلتے ہیں۔ کہ ایک شخص دوسرے کی برداشت کرے خصوصاً اس حالت میں جبکہ دوستی اور اتحاد کا

واسطہ درمیان ہو ÷ جب ایک مرتبہ دوستی ہو جائے۔ تو جہاں تک بن پڑے ترک نہ کرے۔ کیونکہ دوستی کا نباہ دوستی کے لوازمات میں داخل ہے ÷

(مُؤلّف)

۳۹ - ارسطوُ

۱- یہ حکیم جو یونان کے سب حکیموں کا سرتاج مانا جاتا ہے۔ حضرت عیسےٰ سے ۳۸۴ برس پہلے مقدونیہ کے ایک گاؤں میں پیدا ہوا تھا ÷ اس کا باپ طبابت پیشہ تھا ÷ یہ ابھی لڑکا ہی تھا۔ کہ اس کے سر سے ماں باپ کا سایہ اُٹھ گیا۔ جس کے سبب اس نے اپنا بچپن کھیل کود میں گنوایا ÷ جب باپ کا اندوختہ و متروکہ کھا پی چکا۔ تو فوج میں بھرتی ہو گیا مگر جب سپاہیانہ مشقت نہ جھیل سکا۔ تو نوکری چھوڑ کر شہر ایتھنز میں چلا آیا۔ اور یہاں آ کر علم حکمت کی تحصیل میں مشغول ہو گیا ÷ اٹھارہ برس کا تھا۔ کہ حکیم افلاطون کا شاگرد ہو گیا۔ ۳۷ برس کی عمر تک اُس سے تعلیم پائی۔ اور یہاں تک مشق بڑھائی۔ کہ افلاطون کے سب شاگردوں پر سبقت لے گیا ÷

۲- تھوڑے ہی عرصے بعد سکندر رومی کے باپ فیلقوس نے ارسطو کی شہرت سُن کر اُسے بُلا لیا۔ اور

اپنے بیٹے سکندر کا اتالیق مقرر کر دیا ۔ اُس نے آٹھ ہی برس میں اُسے فن بلاغت ۔ علم اخلاق اور مختلف علموں کی چھوٹی موٹی کتابیں پڑھا دیں ۔ اس قلیل عرصے میں اس قدر علم سکھا دینے سے فیلقوس کے دل میں اس کی جگہ ہو گئی ۔ اور وہ اس کی بہت تعظیم و تکریم کرنے لگا ۔ چنانچہ اس کی صورت کے بُت ترشوا کر بطور یادگار مکانوں میں رکھوا دئے ۔ بلکہ جس گاؤں میں ارسطو پیدا ہوا تھا ۔ اور وہ اب اُجاڑ پڑا تھا ۔ اُسے بھی دو بارہ تعمیر کرا دیا ۔ شہر ایتھنز میں ارسطو چودہ برس تک رہا ۔ اور علمی تحقیقات کے واسطے جس قدر کتابیں یا آلات درکار تھے ۔ سب بہم پہنچا کر حکمیہ مسائل کی تحقیق پر جُھک پڑا ۔ چونکہ سکندر بڑا زبردست اور ایک جلیل القدر بادشاہ تھا ۔ اس سبب سے تمام جہان میں اُس کی شان و شوکت کا شہرہ ہو گیا تھا ۔ اسی وجہ سے ارسطو نے بھی بڑی شہرت اور نام پایا ۔ سکندر اس سے دوستانہ برتاؤ رکھتا تھا ۔

۳ ۔ جب سکندر مر گیا ۔ تو ارسطو حاسدوں کے خوف سے شہر ایتھنز کو چھوڑ کسی اور جگہ چلا گیا ۔ اور اپنے چلے جانے کی یہ وجہ قرار دی ۔ کہ ایتھنز کے باشندے پھر اسی جرم کے مرتکب نہ ہوں ۔ جو سقراط کے مار ڈالنے میں اُن سے سرزد ہوا تھا ۔

۴ ۔ اس کے چند روز بعد حضرت عیسےٰ سے ۳۲۳ برس پہلے اس نے وفات پائی ۔ اس کی موت کا اصل

سبب تحقیق نہیں ہوا - کوئی کہتا ہے - کہ زہر کھا کر مر گیا - کوئی بیان کرتا ہے - کہ دریا میں ڈوب مرا - اور کوئی رائے لگاتا ہے - کہ اپنی موت سے مرا ؛

۵ - اس حکیم نے حکمت کے رسالوں کے سوا چار سو رسالے فن شاعری - فن فصاحت - فن بلاغت اور قوانین میں بلکہ اَور اَور مختلف علموں کی فروعات میں بھی لکھے تھے ؛ مرتے دم اُس نے یہ سب رسالے اپنے ایک دوست کے حوالے کر دئے - اور وصیت کی کہ انھیں ہرگز مشتہر نہ کرنا - اور نہ رواج دینا - اسی طرح ایک اور شخص کو اُس نے اپنی کتابیں سپرد کیں - اور اُسے بھی یہی وصیت کی ؛ اس کے دوست نے اس خوف سے کہ ایک بادشاہ کو ان کتابوں کی تلاش تھی - زمین میں دفن کر دیا - اور ارسطو کی وفات کے بعد ۱۶۰ برس تک وہ تصانیف وہیں پڑی رہیں ؛ بعد ازاں ایتھنز کے ایک امیر نے وہ سب کتابیں خرید لیں اور جب یونان میں اہل روما کا عمل دخل ہوا - تو اُن کے ایک سردار سِلّا نامی کے ہاتھ وہ سب کتابیں آئیں - اور اس وقت سے یونانی حکمت نے روما میں رواج پایا ؛ بو علی سینا - فرنگستان کے حکیموں اور فاضلوں نے ارسطو کی تصنیفات کی شرحیں لکھی ہیں اور جن مسئلوں میں اُس سے غلطی ہوئی ہے - انہیں اصلاح دیکر درست بھی کر دیا ہے ؛

(مؤلف)

۴۰ - خوشامد

۱ - دل کی جس قدر بیماریاں ہیں - ان میں سب سے مہلک خوشامد پسندی ہے ٭ جب انسان کے جسم میں ایسا مادّہ پیدا ہو جاتا ہے - جو وبائی ہوا کے اثر کو جلد قبول کر لیتا ہے - تو انسان مہلک امراض میں گرفتار ہو جاتا ہے - اسی طرح جب آدمی کے مزاج میں خوشامد پسندی آ جاتی ہے - تو اس میں ایک ایسا مادّہ پیدا ہو جاتا ہے - جو زہریلی باتوں کے زہر کو چوس لینے کی خواہش رکھتا ہے ٭ جس طرح کہ خوش گلو گانے والے کا راگ اور خوش آیندہ باجے کی آواز انسان کے دل کو نرم کر دیتی ہے اُسی طرح خوشامد بھی انسان کے دل کو ایسا پگھلا دیتی ہے - کہ ہر ایک کانٹے کے چبھنے کی جگہ اُس میں ہو جاتی ہے ٭

۲ - اوّل اوّل یہ ہوتا ہے - کہ ہم اپنی آپ خوشامد کرتے ہیں - اور اپنی ہر ایک چیز کو اچھا سمجھتے ہیں - اور آپ ہی آپ اپنی خوشامد کر کے اپنے دل کو خوش کرتے ہیں - پھر رفتہ رفتہ اَوروں کی خوشامد ہم میں اثر کرنے لگتی ہے ٭ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے - کہ اوّل تو خود ہم کو اپنی محبت پیدا ہوتی ہے - پھر وہی محبت ہم سے باغی ہو جاتی

ہے - اور ہمارے بیرونی دشمنوں سے جا ملتی ہے -
اور جو محبت و مہربانی ہم خود اپنے ساتھ کرتے تھے -
وہ ہم خوشامدیوں کے ساتھ کرنے لگتے ہیں - اور وہی
ہماری محبت ہم کو یہ بتلاتی ہے - کہ اُن خوشامدیوں
پر مہربانی کرنا نہایت حق اور انصاف ہے - جو ہماری
باتوں کو ایسا اچھا سمجھتے ہیں اور ان کی اتنی قدر کرتے
ہیں + جب ہمارا دل ایسا نرم ہو جاتا ہے - تو ہماری
عقل خوشامدیوں کے مکر و فریب سے اندھی ہو جاتی ہے -
اور وہ مکر و فریب ہماری بیمار طبیعت پر بالکل غالب
آ جاتا ہے +

۴ - لیکن اگر ہر شخص کو یہ بات معلوم ہو جاوے
کہ خوشامد کا شوق کیسے نالائق اور کمینہ سببوں سے
پیدا ہوتا ہے - تو یقینی خوشامد کی خواہش کرنے والا
شخص ویسا ہی نالائق اور کمینہ متصور ہونے لگیگا + جبکہ
ہم کو کسی ایسے وصف کا شوق پیدا ہوتا ہے - جو
ہم میں نہیں ہے یا ہم ایسے بننا چاہتے ہیں - جیسے
کہ درحقیقت ہم نہیں ہیں - تب ہم اپنے تئیں خوشامدیوں
کے حوالے کرتے ہیں جو اوروں کے اوصاف اور اوروں
کی خوبیاں ہم میں لگانے لگتے ہیں + گو بہ سبب اس
کمینہ شوق کے خوشامدیوں کی باتیں ہم کو اچھی لگتی ہوں -
مگر درحقیقت وہ ہم کو ایسی ہی بد زیب ہیں جیسے کہ
دوسرے کے کپڑے جو ہمارے بدن پر کسی طرح ٹھیک
نہیں + اس بات سے کہ ہم اپنی حقیقت کو چھوڑ کر

دوسرے کے اوصاف اپنے میں سمجھنے لگیں - یہ بات نہایت عمدہ ہے - کہ ہم خود اپنی حقیقت کو درست کریں - اور سچ مچ وہ اوصاف خود اپنے میں پیدا کریں - اور بعوض جھوٹی نقل بننے کے خود ایک اچھی اصل ہو جائیں - کیونکہ ہر قسم کی طبیعتیں جو انسان رکھتے ہیں - اپنے اپنے موقع پر مفید ہو سکتی ہیں + ایک تیز مزاج اور چسپت چالاک آدمی اپنے موقع پر ایسا ہی مفید ہوتا ہے - جیسے کہ ایک رونی صورت کا چپ چاپ آدمی اپنے موقع پر +

۴ - خودی جو انسان کو برباد کرنے والی چیز ہے - جب چپ چاپ سوئی ہوئی ہوتی ہے - تو خوشامد اس کو جگاتی اور اُبھارتی ہے - اور جس کی خوشامد کی جاتی ہے - اس میں چھچورے پن کی کافی لیاقت پیدا کر دیتی ہے + مگر یہ بات بخوبی یاد رکھنی چاہیئے - کہ جس طرح خوشامد ایک بد تر چیز ہے - اُسی طرح مناسب اور سچی تعریف کرنا نہایت عمدہ اور بہت ہی خوب چیز ہے + مثلاً جب لائق شاعر دوسروں کی تعریف کرتے ہیں - تا کہ اُن کے کلام سے ان لوگوں کا نام باقی رہے جن کی کہ وہ تعریف کرتے ہیں - تو شاعری کی خوبی سے خود اُن شاعروں کا نام بھی دُنیا میں باقی رہتا ہے - اس طرح دونو شخص خوش ہوتے ہیں - ایک اپنی لیاقت کے سبب سے اور دوسرا اُس لیاقت کو تمیز کرنے کے سبب + پس لیاقت شاعری کی یہ ہے - کہ وہ نہایت بڑے استاد مصوّر کی مانند ہو - کہ وہ اصل صورت اور رنگ اور

خط و خال کو بھی قائم رکھتا ہے۔ اور پھر بھی تصویر ایسی بناتا ہے۔ کہ خوشنما معلوم ہو ✤

۵- ایشیا کے شاعروں میں ایک بڑا نقص یہی ہے۔ کہ اس بات کا خیال نہیں رکھتے۔ بلکہ جس کی تعریف کرتے ہیں۔ اس کے اوصاف ایسے جھوٹے اور ناممکن بیان کرتے ہیں۔ جن کے سبب سے وہ تعریف تعریف نہیں رہتی۔ بلکہ فرضی خیالات ہو جاتے ہیں ✤

۶- ناموری کی مثال نہایت عمدہ خوشبو کی ہے۔ جب ہوشیاری اور سچائی سے ہماری واجب تعریف ہوتی ہے۔ تو اس کا ویسا ہی اثر ہوتا ہے۔ جیسے عمدہ خوشبو کا۔ مگر جب کسی کمزور دماغ میں زبردستی سے وہ خوشبو ٹھونس دی جاتی ہے۔ تو ایک تیز بُو کی مانند دماغ کو پریشان کر دیتی ہے ✤ فیاض آدمی کو بدنامی اور نیک نامی کا زیادہ خیال ہوتا ہے۔ اور عالی ہمت طبیعت کو مناسب عزّت اور تعریف سے ایسی ہی تقویت ہوتی ہے۔ جیسی کہ غفلت اور حقارت سے پست ہمتی ہوتی ہے ✤ جو لوگ کہ عوام کے درجے سے اوپر ہیں انہی لوگوں پر اس کا زیادہ اثر ہوتا ہے۔ جیسا کہ تھرمامیٹر میں وہی حصہ موسم کا زیادہ اثر قبول کرتا ہے۔ جو صاف اور سب سے اوپر ہوتا ہے ✤

سر سید احمد خاں



۴۱ - خوشخطی

۱ - انسان کی طبیعت قدرتاً حسن پسند واقع ہوئی ہے ۔ حسن سے ہماری مراد عام حسن ہے - خواہ یہ حسن حُسنِ آواز ہو یا حُسنِ صورت - حُسنِ وضع ہو - یا حُسنِ سیرت ۔ انسان کی طبیعت کو حُسن سے ایک خاص حظ اور سرور حاصل ہوتا ہے - جب ہم ایک صدائے دلکش سُنتے ہیں - تو کیسے خوش ہوتے ہیں - کوئی خوبصورت چیز دیکھتے ہیں - تو کیا سرور ہوتا ہے - اچھی وضع اور اچھی سیرت کس قدر جی کو بھاتی ہے - یہ کشش اور جذب صرف حُسن و خوبی کا ہے - جس کی الفت کا خمیر خدا تعالےٰ نے ہماری سرشت میں رکھا ہے ۔

۲ - خوشخطی بھی ایک حُسن ہے - جو انسان کے ساتھ مخصوص ہے - اور یہ حُسن انسان کی کوشش سے تعلق رکھتا ہے - یعنی جس قدر اُس کی تحصیل میں کوشش کی جائے - اسی قدر اس میں ترقی ہوتی جاتی ہے ۔ یہ جوہر ہر دل عزیز اور عام پسند ہے - مضامین عالی کی طرف راغب کرنے کا یہ ایک عمدہ وسیلہ ہے - اگر کوئی کتاب خوش خط لکھی ہوئی ہو - تو اُس کی وقعت دیکھنے والوں کی نظر میں دو چند ہو جاتی ہے ۔ اس کی بعینہ ایسی مثال ہے - جیسے ایک قصر بلند ہر طرح کے سامان سے آراستہ ہو - فرش مکلف بچھا ہوا ہو - جھاڑ

فانوس سے مزین ہو۔ ہر ایک چیز اپنے اپنے قرینے سے دھری ہوئی ہو۔ آسایش و آرام کی ہر شے موجود ہو۔ اس قصر کی سجاوٹ اور زینت دیکھنے والوں کی نگاہوں کو اپنی طرف کھینچنے میں مقناطیسی اثر رکھتی ہے۔ دل ہے۔ کہ اس کے سیر و تماشے سے سیر نہیں ہوتا۔ ایک خوبی سے جی بھرنے نہیں پاتا۔ نظر سیر نہیں ہوتی۔ کہ دوسری کیفیت اپنی طرف کھینچنے لگتی ہے۔ نظر ہے۔ کہ جہاں پڑی وہیں کی ہو رہی۔ برعکس اس کے عالی مضمون اگر بُرے اور ناموزوں الفاظ میں ادا کیا جائے۔ یا عمدہ عبارت بُرے خط میں لکھی ہوئی ہو۔ تو دیکھنے یا پڑھنے والے کا دل اُس سے ہرگز متأثر نہ ہوگا۔ بلکہ پڑھنے والے کی طبیعت میں اس کے پڑھنے سے ایک اُلجھن پیدا ہوگی۔ اور جو امر مطلوب تھا۔ وہ ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ اور جو وقت اس میں خرچ ہوگا۔ وہ کسی حساب ہی میں نہیں۔ یہ امر ظاہر ہے۔ کہ جب عبارت کے پڑھنے میں پڑھنے والے نے مضمون کے سمجھنے سے زیادہ دقت اور تکلیف اُٹھائی۔ تو وہ معانی کی تہ تک پہنچنے کے قابل کب رہیگا۔

۳۔ اس جوہر کی ہر زمانے میں قدر رہی ہے۔ شاہانِ سلف کے زمانے میں خوشنویس اور درباریوں کی طرح معزز و ممتاز رہے ہیں۔ ایک ایک خوش قلم قطعہ یا شعر پر خوشنویس بڑے بڑے صلے پاتے تھے۔

کل کی بات ہے۔ کہ دلّی کے ببر پنجہ کش مرحوم کے ہاتھ کی تعلمیں بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھی جاتی تھیں۔ کہتے ہیں۔ ایک ایک حرف پانچ پانچ روپے کو بکتا تھا۔ اس قیمت پر بھی لوگ اُسے ارزاں سمجھتے تھے۔ آج کل خوشخطی کی اگرچہ اتنی وقعت تو نہیں رہی۔ مگر پھر بھی بہت کچھ ہے۔ صیغۂ ملازمت میں دیکھ لیجئے۔ خوشخط کم استعداد اُمیدوار با استعداد بد خط پر ترجیح پا جاتا ہے۔ چنانچہ جن شخصوں کو روزگار کی تلاش کرنی پڑی ہے۔ وہ خوب جانتے ہیں۔ کہ اکثر خوشخط بلکہ محض صاف لکھنے والے منتخب ہو گئے ہیں۔ اور اچھے مستعد اہل علم منہ دیکھتے رہ گئے۔ اس کے علاوہ سرکاری نصاب تعلیم میں اور مضامین کے پہلو بہ پہلو خوشخطی کو بھی جگہ دی گئی ہے۔ اور ایک مناسب وقت اُس کے واسطے رکھا گیا ہے۔ جس سے اس کی وقعت بخوبی ظاہر ہے۔

۴۔ صوبہ بنگال کے صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر نے ایک زمانے میں دفاتر سرکاری کے بد خط ملازمین کی بذریعۂ سرکلر سخت خبر لی تھی۔ اور اسی اثنا میں پنجاب کے صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر نے بھی ڈائرکٹر صاحب بہادر سررشتۂ تعلیم کو اس فن کی طرف خاص توجّہ دلائی تھی۔ چنانچہ اسی تحریک پر چند سال امتحان پاس شدہ طلباء کو انعام بھی ملتا رہا۔

۵۔ خوشخطی میں بغور دیکھئے تو بہت سی صفتیں

پائی جاتی ہیں + منجملہ اُن کے ایک صفت یہ ہے - کہ انسان کو نفاست پسند اور پاکیزہ خو بنا دیتی ہے - اور یہ کہنا بیجا نہیں ہے - کہ اس ہنر کا جوہر ہی صفائی اور پاکیزگی ہے - جس قدر سامان اس کے لئے ضرور ہے - مثلاً کاغذ - قلم - روشنائی - مسطر - چاقو - قط زن - وقت - مکان - طبیعت - سب ہی تو مناسب اور موزوں ہونے چاہئیں - ان میں اگر ایک چیز بھی اپنے مقیاس مطلب سے گری ہوئی ہوگی - تو تحریر اس کمی کو ظاہر کر دیگی + دائرہ - دامن - کشش - شوشہ - طول و عرض - انحنا - استقامت - سواد و بیاضِ حروف - نقطہ - کرسی و نشست الفاظ - سطروں کی راستی اور اُن کا درمیانی فاصلہ - یہ سب جس قدر باہم متناسب ہونگے - اسی قدر کشش نگاہ اور جذب دل میں مؤثر اور قوی ہونگے +

۲ - دوسری صفت یہ ہے - کہ خوشخطی انسان کے بہت سے قوا مثلاً ہاتھ - نظر - دل اور دماغ کی تربیت میں مدد دیتی ہے + حافظے کی بھی اس سے خاصی ترقی ہوتی ہے + صبر و سکون - محنت اور استقلال کا مادہ طبیعت میں پیدا ہوتا ہے + دل کی شوخی اور بے چینی پر اس سے ضبط اور قابو حاصل ہو جاتا ہے + خوشنویس جب تک پتّا مار کر ایک طرز خاص کے ساتھ جو اُس نے اختیار کی ہوئی ہے - دیر تک اپنی تمام توجہ سے لکھنے میں - مصروف نہ ہو - اپنے

خط کو مقبول نہیں بنا سکتا۔ سینکڑوں بلکہ ہزاروں صفحہ کی کتاب کو ایک قلم اور ایک روش پر اوّل سے آخر تک لکھتے چلے جانا اس بات کی صاف دلیل ہے۔ کہ لکھنے والا بڑا مستقل مزاج ہے * پس جو فن انسان میں اتنی خوبیاں پیدا کرے۔ اس کی جتنی قدر کی جائے تھوڑی ہے *

۵ - دنیا میں اکثر پیشے والے اپنے پیشوں پر اوروں کے مقابلہ میں خوش نظر نہیں آتے۔ شاید اس کا سبب یہ ہو۔ کہ رات دن ایک ہی کام کرتے کرتے تھک جاتے ہیں۔ اور چونکہ اس میں کوئی جدّت پیدا نہیں کر سکتے۔ اس لئے اُس کام سے اُن کا دل بھر جاتا ہے۔ مگر خوشنویس اپنے فن کی تکمیل کے بعد خوش دیکھے جاتے ہیں۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ جو حسن اُن کے ہاتھ سے کاغذ پر حروف و الفاظ کی صورت میں ادا ہوتا ہے۔ وہ اس کو دیکھ کر ناز کرتے اور دل میں باغ باغ ہو جاتے ہیں *

۶ - بچّوں میں اکثر دیکھا جاتا ہے۔ کہ کھیلتے کھیلتے کبھی لکڑی۔ کوئلے۔ یا کسی سخت چیز سے زمین یا دیوار پر خط کھینچنے لگتے ہیں۔ اور یوں بے ارادہ اکثر حروف کی شکلیں اُن کے ہاتھ سے بن جاتی ہیں۔ جس کو دیکھ کر وہ بہت ہی خوش ہوتے ہیں * اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ قدرت نے ان کی سرشت میں اس فن کا مادّہ اور اس کی تحصیل کا شوق پیدا کیا

ہے۔ پس اگر بچوں کے اس رجحانِ طبیعت کی ذرا بھی مدد کی جائے۔ تو وہ نہایت خوشی سے اس فن کے سیکھنے میں مشغول ہوں۔ اور بہت جلد اس میں تکمیل حاصل کریں۔ کیونکہ جو کام بلا جبر دل کی خوشی سے ہوتا ہے۔ وہ بہت جلد اتمام کو پہنچتا ہے ÷ اس بیان سے یہ نتیجہ نہ نکالنا چاہیئے۔ کہ لڑکوں کا تمام وقت اسی میں صرف کیا جائے۔ نہیں بلکہ غرض یہ ہے کہ اُن کا یہ قدرتی میلان عدم توجہی میں ضائع اور برباد نہ ہو۔ اور ایک حد مناسب تک اس کی رعایت ملحوظ رہے ÷ (مولوی سید احمد کبیر)

۴۲۔ ڈھاکے کی ململ

۱۔ ڈھاکے کی ململ کو جو شہرت ایک زمانۂ دراز سے ہندوستان میں حاصل ہے۔ وہ کسی کپڑے کو آج تک نصیب نہیں ہوئی ÷ یہ ململ ایسی نفیس اور لطیف ہوتی تھی۔ کہ ہندوستان کے تمام راجاؤں اور امیروں کی رانیاں اسی کا استعمال کرتی تھیں۔ اس کی خوبیوں نے یہاں تک شہرت پائی۔ کہ ہندوستان سے نکل کر دوسرے ملکوں میں اس کا چرچا پہنچ گیا ÷ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مصر و عرب کی اشیائے تجارت میں اسے خاص امتیاز حاصل تھا ÷ روما کی سلطنت

جس کی عظمت و شوکت فتوحات عرب سے پیشتر افریقہ اور یوروپ میں بہت اوج پر تھی - اس کے فرمانرواؤں کی بیگمات اسی ململ کو زیب تن کیا کرتی تھیں ✣ یوروپ کی معزز خواتین اس کی نزاکت اور نفاست کی اس قدر شیفتہ ہو گئی تھیں - کہ اپنا تمام لباس اسی کا بنانے لگیں - اور ایک گز کے عوض کئی کئی اشرفیاں قیمت دینے میں دریغ نہ کرتی تھیں ✣

۲ - شاہانِ مغلیہ کے زمانے میں ململ کی قدر اور بھی بڑھ گئی - سلطنت کے تمام اکابر و عمائد اسے زیب تن کرنے لگے - جہانگیر کی چاہیتی بیگم نور جہاں اس کی بہت شائق تھی - اور اُس کی سرپرستی و قدر دانی کی وجہ سے ململ کی دستکاری کو نمایاں ترقی ہوئی - شاہی محلوں اور حرم سراؤں میں خواتین شاہی کے استعمال کے لئے اعلےٰ سے اعلےٰ درجے کے تھان تیار ہو کر آنے لگے - جس چیز کی قدر دانی بادشاہ کرے - اس کے فروغ کا کیا ٹھکانا ہے رعیت بھی اُسے قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتی ہے - اور بنانے والے بھی اس میں اپنی صنعت اور کاریگری کو درجۂ کمال پر پہنچا دیتے ہیں ✣

۳ - ململ کی نفاست کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے - کہ لندن میں اس وقت ایک ایسا تھان موجود ہے - جس کا طول ۲۰ گز اور عرض ایک گز مگر اس کا وزن صرف ساڑھے سات گرین ہے ✣ یہ تھان ۱۸۶۲ء کی نمائش کے وقت بہم پہنچایا گیا تھا ✣ ۱۸۷۵ء میں جب

شاہنشاہ ایڈورڈ ہفتم اپنے زمانۂ شہزادگی میں ہندوستان تشریف لائے۔ تو ان کے لئے تین تھان خاص طور پر تیار کرائے گئے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کا طول بیس گز اور عرض ایک گز تھا۔ اور وزن صرف اڑھائی روپے بھر *

۴۔ شہنشاہ جہانگیر کے زمانے تک ململ کا ایک تھان زیادہ سے زیادہ چار سو روپے قیمت پر فروخت ہوتا تھا۔ مگر انگریزی عملداری میں ململ کی نایابی سے اس کی قیمت اس قدر بڑھ گئی۔ کہ ایک ایک تھان آٹھ آٹھ سو روپے تک فروخت ہوا * باوجودیکہ یورپ نے ہر قسم کی کلیں ایجاد کرنے میں بڑی اعلےٰ درجے کی ترقی کی ہے۔ مگر پھر بھی ایسی باریک و نازک ململ تیار نہیں کر سکے *

۵۔ اس ململ کے واسطے ایک قسم کی کپاس ڈھاکے میں بوئی جاتی تھی۔ اور سوت بھی خاص موسم اور مقررہ اوقات میں کاتا جاتا تھا * برسات کا موسم اس کے لئے سب سے زیادہ موزوں تھا۔ جس میں ہوا کی نمی سے باریک سے باریک تار کھنچ سکتا تھا * یہ کام ہندو عورتوں کے ہاتھ میں تھا۔ جس کو اٹھارہ برس سے تیس برس کی عمر تک کیا کرتی تھیں * تیس برس کے بعد ان کی نظر کی تیزی کم ہو جاتی تھی۔ اس وقت سے وہ سوت کاتنے کے قابل نہ سمجھی جاتی تھیں * یہ عورتیں صرف صبح اور شام کام

کرتی تھیں - کیونکہ اس وقت آفتاب کی تمازت کم ہوتی ہے * نفاست کے لحاظ سے اس ململ کے کئی نام تھے - مثلاً آب رواں یا شبنم * شاہی خاندان کے لئے جو ململ تیار ہوتی تھی - اُسے خاصہ کہتے تھے - اور پھول دار کو جامدانی * مختلف حیثیتوں کے لحاظ سے یہ ململ چھتیس قسم کی ہوا کرتی تھی *

۴ - ڈھاکے کی ململ کی تیاری اور اس کی قدر وقیمت انگریزی عملداری کے ابتدائی زمانے تک اپنی اصلی حالت پر رہی مگر ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانے میں ہندوستان کے تجارتی مال پر جو ممالک غیر کو جاتا تھا ۷۵ فیصدی کا اضافہ کر دیا گیا - اور اسی زمانے میں ململ کے تھان کلوں کے ذریعے تیار ہو کر ہندوستان میں آنے لگے * زیادتی محصول کے باعث ڈھاکے کی ململ کی نکاس یوروپ کی طرف کم ہو گئی - اور ولایت کی ململ کا خرچ قیمت کی ارزانی کے باعث ہندوستان میں بڑھ گیا - اس سے ڈھاکے کی دستکاری ماند پڑ گئی - مگر اس گئی گزری حالت میں بھی ڈھاکے کی ململ سولہ روپے گز اب تک فروخت ہوتی ہے * مجھے اقامت ڈھاکے میں معلوم ہوا - کہ ہندو مستورات کے واسطے پانچ پانچ گز کی ساڑھیاں اسی روپے پر تیار ہوتی ہیں - اور ہندوستان کے مختلف حصوں میں تحفے کے طور پر بھیجی جاتی ہیں *

(حافظ عبد الرحمن امرتسری)

۴۳ - حیاتِ اِنسانی

ا - بچپن - اللہ اللہ - بچپن کا زمانہ بھی کیا ہی بادشاہی وقت ہوتا ہے - کہ اس میں نہ روٹی کا غم نہ کمانے کا فکر - نہ گھر بار کا الجھیڑا - نہ بال بچوں کا بکھیڑا - جب بھوک لگی رو دئے - پیٹ بھرا ہنس پڑے - اگر ہم ذرا دوڑتے تو ماں کو یہ خیال ہوتا کہ کہیں بچہ گر نہ پڑے - اس کے چوٹ پھیٹ نہ آ جائے - مگر ہمیں اس کی کچھ بھی پروا نہ تھی + آگ پر ہم ہاتھ ڈال دیتے - سانپ کو ہم پکڑ لیتے اور اس سے کھیلنے کھڑے ہو جاتے - اوپر خدا نیچے ماں باپ ہمارے محافظ تھے - گویا ہمارے حصے کا فکر بھی ہمارے ماں باپ کو ملا ہوا تھا + حاکم کے روبرو ہم بے قصور ٹھہرتے تھے - خدا کے نزدیک ہم معصوم خیال کئے جاتے تھے - ظالم بھی دیکھتا تو ہم سے ہنس کر بولتا - غرض ہر شخص ہمیں گودی میں اٹھا لیتا + جب ذرا بڑے لڑکوں میں شمار ہوئے تو کھیلنے کودنے کے سوا کچھ کام نہ تھا - بے فکری سے ماں باپ کی روٹیاں توڑنا آٹھوں پہر ہنسنا کھیلنا - کسی سے دھول کسی سے دھپا - موئے کا غم نہ جیتے کی خوشی - رونے کے موقع پر ہنسنا - ہنسنے کے موقع پر رونا - ہر بات کی اُمنگ - ہر بات کا چاؤ ہمارا شیوہ تھا + اب وہی ہم ہیں کہ طرح طرح کے صدمے اٹھا رہے ہیں - حاکم کا ہمیں خوف ہے -

خدا کے گھر کا نہیں ڈر ۔ کاش ہم اُسی عمر کے رہتے تو کیا اچھا ہوتا ۔

۲ - جوانی کا عالم بھی عجب عالم ہے - اس میں پانی دودھ ہو کر لگتا ہے - اور سوکھی روٹی گھی کا کام دیتی ہے ۔ جوان کی نیند عجب نیند ہے - سر پہ کیسے آرے چلیں - مگر خبر تک نہیں ہوتی - اس نیند کا متوالا ہر وقت سرشار بنا رہتا ہے - بات بھی کرتا ہے - تو اس کڑاکے سے کہ دل ہل جائے - قدم بھی رکھتا ہے تو اس زور سے کہ زمین ہل جائے ۔ ان دنوں میں سارے قوے - تمام اعضا زوروں پر ہوتے ہیں - رگوں میں خون اس طرح دوڑا دوڑا پھرتا ہے - کہ جس طرح بچے کبڈی کھیلتے ہیں - دلوں میں طرح طرح کے ولولے اس طرح جوش مارتے ہیں - جیسے فوارہ اُچھلتا ہے - جو بات آتی ہے - رَو کی طرح آتی ہے - اور جو شوق جاتا ہے - گدھے کے سینگوں کی طرح چلا جاتا ہے - نزلے کا دم بند - زکام کا دم خشک - بلغم کا منہ فق رہتا ہے - ہاضمے کی شکایت - نہ چوٹ پھیٹ کی حکایت - اندھیرے کا خوف نہ اُجالے کی خوشی - شیر کی دہشت نہ تنہائی کی وحشت - بھرا بھرا بدن - کام سے تھکنا نہ کسی سے جھجکنا - یہ سارا اسی کی طفیل ہے ۔ یہ ایسا زمانہ ہے کہ انسان خواہ کیسا ہی سخت کام ہو نہایت آسانی سے کر سکتا ہے - اس لئے اس زمانے کو غنیمت سمجھنا چاہئیے ۔

۳ - ادھیڑپن - جب جوانی کا زمانہ رخصت

ہو جاتا ہے۔ تو آدمی اپنے دل ہی دل میں خیال کرتا ہے کہ ہائے بچپن کا زمانہ جسے بادشاہی وقت کہتے ہیں وہ جاتا رہا۔ لڑکپن ہمارا گزر گیا۔ جوانی کی لنترانی ہماری مٹ گئی۔ اب ہم ادھر میں پڑے ہیں۔ شکر ہے۔ کہ گو آدھا سر سفید ہو گیا۔ دانت ہلنے لگے کمر میں درد۔ دل سرد رہنے لگا۔ مگر آدمیت سے تو خارج نہیں ہوئے۔ کوئی ہمیں سترا بہترا بوڑھا تو نہیں کہتا۔ اُٹھنے بیٹھنے کھانے پینے سے محتاج نہیں ہوئے۔ چل پھر کر دو چار پیسے بھی کما لاتے ہیں۔ صلاح مشورہ بھی دینے کو کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جوانوں کو دھمکا بھی لیتے ہیں۔ کہ تم نے ابھی دیکھا کیا ہے۔ ہماری سی مصیبتیں اُٹھاؤ گے تو جانو گے۔

۴۔ **بڑھاپا**۔ یہ وہ زمانہ ہے۔ کہ انسان اپنی عمر کے تمام مدارج طے کر چکتا ہے۔ دانت گرنے لگ جاتے ہیں۔ بال گالا ہو جاتے ہیں۔ چہرے پر جھرّیاں پڑ جاتی ہیں۔ ہڈی سے چمڑا لگ جاتا ہے۔ گوشت گھل جاتا ہے۔ گردن ہلنے لگتی ہے۔ کان جواب دے دیتے ہیں۔ آنکھوں سے لاچار ہو جاتا ہے۔ ہاتھ کانپنے لگتے ہیں۔ پیٹھ کبڑی ہو جاتی ہے۔ لکڑی کا سہارا تکتا ہے۔ اُس وقت خیال آتا ہے۔ کہ ہائے افسوس۔ اب ہم سترے بہترے ہو گئے۔ بوڑھا بوبک ہمارا نام ہوا۔ لڑکے ہماری نقلیں اُتارتے ہیں۔ جوان ہم پر ہنستے ہیں۔ کھانا ہمیں ہضم نہیں ہوتا۔ کمانے کے ہم نہیں۔ عبادت کے ہم نہیں۔ ہاتھ اُٹھائی روٹی کھاتے ہیں۔

افسوس نہ تو یادِ الٰہی کر سکے ۔ نہ دُنیا ہی کے کام بنا سکے ؎

تہمتیں چند اپنے ذمّے دھر چلے
کس لئے آئے تھے ہم کیا کر چلے

مبارک ہیں وہ لوگ جو وقت کی قدر کرتے ہیں ۔ بچپن ۔ جوانی ۔ ادھیڑپن بڑھاپے میں نیکی کی راہ نہیں چھوڑتے ۔ دُنیا میں اچھی گزارتے ہیں اور اپنی عاقبت بھی سنوارتے ہیں ۞

(سید احمد دہلوی)

۴۴ - نہر سویز

۱ - اہلِ یورپ کو اُن کی طبّاعی اور اولو العزمی پر جس قدر آفرین کہیں اور جتنا سراہیں بجا اور زیبا ہے اور کیوں نہ ہو جس کام میں قرنوں تک بڑے بڑے طاقتور بادشاہوں نے کوشش کی اور گوہر مقصود ہاتھ نہ آیا آج یورپ والوں کی عالی ہمتی سے ایک فرانسیس نے کر دکھایا ۔ یعنی بحیرۂ قلزم و بحیرۂ روم کے مابین ریتلی زمین کے ایک قطعے میں جس کو خاکنائے سویز کہتے ہیں ۔ نہر کاٹ کر دونو بحیروں کو ملا دیا ۔ اور اُس نہر میں انگلستان اور ہندوستان کے جہازوں کی آمد و رفت جاری ہو گئی ۞ جہازوں کو پہلے کیپ کی راہ سے گذرنے میں خطرے

بھی پیش آتے تھے اور پندرہ ہزار میل طے کرنے پڑتے تھے - اب اس نہر کی بدولت جو ام ڈی لسپ صاحب کی تجویز سے بنی ہے - وہ اندیشے بالکل دُور ہوئے اور فقط آٹھ ہزار میل کا رستہ رہ گیا + ظاہر ہے کہ وقت میں کس قدر تخفیف ہوئی اور وقت کی بچت سے روپے کی کتنی کفایت نکلی - اہل یورپ کو اس کام کی طرف متوجہ ہونے کے لئے اور صدہا منافع کے علاوہ اس بچت ہی کی ترغیب کیا کم تھی +

۲ - قدیم سے یوروپ کے لوگوں کو ایشیا کی چیزیں خریدنے کا کمال ہی شوق چلا آتا ہے + پہلے تو ان چیزوں کو شان و شکوہ کا اسباب اور عیش و عشرت کا سامان سمجھتے تھے لیکن جب سے شایستگی بڑھی وہ ضروریات میں داخل ہوئیں اور ان کا رواج عام ہو گیا + اگلے زمانے میں عرب اور درمیانی ملکوں کے لوگ ایشیا کا مال یوروپ میں لے جاتے تھے لیکن جب سے بحیرۂ شام اور بحر اوقیانوس کے ساحلوں کے ملکوں کے باشندوں کو جہاز رانی کا شوق غالب ہوا رفتہ رفتہ ایشیا کی کل تجارت گویا انہیں کے ہاتھ میں آ گئی + پھر کیپ کی راہ نکل آنے سے اس تجارت کو اور زیادہ رونق ہوئی - اور آخر کو علم میں ترقی ہونے اور آدمیوں میں وقت کی قدر پیدا ہو جانے سے کیپ کے رستے میں بھی پھیر معلوم ہوا - اور ڈاک لے جانے اور مسافروں کو پہنچانے کے واسطے خاکنائے سویز کی

راہ تجویز ہوئی اور جو میل اس رستے آنے لگی اُس کا اوورلینڈ میل نام رکھا گیا ۔ ہرچند کئی برس سے وہاں ریل بھی جاری ہو گئی تھی ۔ لیکن انگلستان سے ہندوستان میں آتے ہوئے سکندریہ میں جہازوں پر سے اسباب اُتارنے اور سویز میں دوبارہ جہازوں پر چڑھانے میں جو حرج ہوتا اور صرف کثیر اور توقف پڑتا تھا اس کو یورپ کی شایستگی اور علمیت کب گوارا کر سکتی تھی ۔ غرض یہی دقّت اس نہر کے کاٹنے کا سبب ہوئی ۔

۴ ۔ ۱۷۹۸ء کا ذکر ہے ۔ کہ فرانس کے شہنشاہ نپولین اعظم نے مصر میں وارد ہو کر کچھ انجنیئر نوکر رکھے ۔ اور ان کو حکم دیا کہ غور و فکر و معائنۂ مقام کے بعد رپورٹ کرو کہ خاکنائے سویز میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک نہر کھد سکتی ہے یا نہیں ۔ ان لوگوں کو اس کام میں ایسی سخت مشکلیں نظر آئیں کہ انہوں نے شہنشاہ کو اس خیال محال سے باز رہنے کی صلاح دی ۔ اب ام ڈی لسپ نے جو شہنشاہ فرانس کے وکیل مقیم مصر کے نائب کا بیٹا تھا مدت تک وہاں رہنے سے زمین کے خواص معلوم کئے اور دونو بحروں کو نہر کے وسیلے وصل کر دینے کی تدبیر سوچی ۔ اور اس کو ایسے بڑے کام کے لئے فقط روپے کی مشکل باقی رہ گئی ۔ اس واسطے اس نے ۱۸۵۴ء میں سعید پاشا سے تذکرہ کیا ۔

پاشائے مذکور نے اس کی تدبیر پسند کی اور امداد کا اقرار کیا ۔ اس تقویت پر ام ڈی لسپ نے لندن اور پیرس میں جاکر نہر سویز کھودنے کے واسطے ایک کمپنی قائم کی اور جب آٹھ کروڑ روپے کے حصہ دار مقرر ہو گئے۔ تو اُس نے پاشا سے یہ معاہدہ کیا کہ ننانوے برس تک نہر کمپنی کے قبضے میں رہے اور پھر گورنمنٹ مصر کے حوالے کی جائے اور اس عرصے میں جس قدر منافع ہو۔ اس میں سے پندرہ روپے سینکڑہ پاشا لیا کرے۔ اس کے سوا ایک شرط یہ بھی ٹھیری کہ مزدوروں وغیرہ کی مدد پاشا کی طرف سے ملے ۔ لیکن اس بات پر گورنمنٹ انگلشیہ نے اعتراض کیا۔ اور مزدوروں کو نقد روپیہ دینا قرار پایا ۔ پاشا نے چار کروڑ روپیہ کمپنی کو دیا۔ نہر کے تمام ہونے سے پہلے ۱۸۶۳ء میں کل صرف ہو گیا اور لسپ صاحب کو قرض لینے کی ضرورت پڑی اور نہر ہی کی ساکھ پر چار کروڑ روپیہ اُن کو مل گیا ۔ غرض کل سولہ کروڑ روپے میں یہ کام اس طرح تیار ہو گیا۔ کہ بورل لیویلی وغیرہ ایک کمپنی کو نہر کی کھدائی کا ٹھیکہ دیا۔ اور ڈلسوڈ وغیرہ کو بندرگاہ سعید میں جہازوں کے ٹھیرنے کے لئے مکان تیار کرنے کا ٹھیکہ دیا گیا اور ام واشن بے کل کارخانے کے ڈائرکٹر جنرل مقرر ہوئے اور نہر کے چار حصے کر کے ایک ایک ٹکڑا ایک ایک انجنیئر کے سپرد کیا ۔

عجائب و غرائب کے ظہور کے زمانے میں یہ نہایت عجیب اور دشوار کام آدم زاد نے عقل کے زور اور زبردست وسائل کے بل پر پورا کیا ✦ لسپ صاحب کے کامل اور عاقل انجنیئر ہونے میں شک نہیں لیکن اُن کو اس تجویز کا بانی نہیں کہہ سکتے - کیونکہ آغاز شایستگی سے لوگوں کو اس صحرا میں نہر کاٹنے کی طرف توجہ چلی آئی ہے ✦ سٹربٹو صاحب ملک یونان کا نامور جغرافیہ داں جو کہ سنہ عیسوی کی پہلی صدی میں گذرا ہے اور اُس نے مصر کی سیر بھی کی ہے - لکھتا ہے - کہ مصر کے بادشاہ بسسوسٹرس نے دمیاط سے کہ دریائے نیل کی شاخ ہے - مشرق کی طرف ایک نہر کھدوانی شروع کی تھی - اور دارا شاہ ایران نے بھی اس میں ہمت صرف کی تھی - مگر انجام کار اُس کو بطلموس فلیڈلفس نام بادشاہ مصر نے تمام کیا ✦ پھر مدت تک کام میں نہ آنے اور اس کی خبر نہ رکھنے اور اس میں ہوا کے جھکڑوں اور پانی کے سیلوں کے ساتھ خاک اور ریت پڑتے رہنے سے وہ نہر اٹ گئی ✦ کہتے ہیں کہ خلفا نے بھی اس کی صفائی اور اجرا کا ارادہ کیا - مگر کامیاب نہ ہوئے ✦

۴ - لسپ صاحب اور ان کے مددگاروں کو اوّل ہی اوّل بڑی دقت یہ پیش آئی - کہ جن انجنیروں کو نپولین اعظم نے بھیجا تھا ان کی رپورٹ کے موافق بحر قلزم کی تہ بحر شام کی تہ سے بلند معلوم ہوئی - مگر حقیقت میں یہ بات غلط نکلی - کپتان سپرسٹ صاحب

جو جہاز میں سوار ہو کر مصر کے ساحل کا معائینہ کرنے گئے تھے ۱۸۵۹ء میں ان کی رپورٹ چھپ جانے سے ان انجنیروں کی تحریر بے اصل ثابت ہوئی۔ البتہ اتنی بات پائی گئی کہ دریاے نیل کی طغیانی سے جو ہر سال اس کے کناروں پر مٹی رہ جاتی ہے۔ وہ پچھوا ہوا سے اڑ کر بحر قلزم بلکہ اس سے بھی پرے شام کے کنارے تک پہنچتی ہے۔ اور خاک بھی اس قدر اڑ کر جاتی ہے۔ کہ ایک سال کے اندر برونوس کے قریب ایک مسجد دب گئی ✦ لوگن صاحب جو حال میں نہر گنگ پر متعین تھے۔ ان کے نزدیک یہ دقت درختوں کے لگانے سے رفع ہو سکتی تھی۔ اور درخت میٹھے پانی کی نہروں کے وسیلے سے اگ سکتے تھے۔ صاحب موصوف فرماتے ہیں۔ کہ جس جس جگہ نہر جمن گذرتی ہے وہاں آب شیریں کی افراط سے ملک کی صورت ہی بدل گئی ہے ✦ ان صاحب کی تجویز کے موافق مصر میں آب شیریں کی نہر اس طرح جاری ہو سکتی تھی۔ کہ اس کی تہ سمندر کی نہر کے دونو کناروں کی تہوں سے اونچی رکھی جاتی اور اس صورت میں جس قدر پانی آب پاشی سے بچتا وہ تغلی پر صرف ہو جاتا اور پانی کے ساتھ ریت مٹی نہ آنے کے واسطے اس نہر کو ایک جھیل میں لے جاتے کہ اس میں ساری مٹی بیٹھ جایا کرتی۔ غرض بہت سا روپیہ جو اب نہر میں سے مٹی نکالنے میں صرف ہوتا ہے وہ اس ترکیب سے بچ جاتا ✦

۵ - سویز کی نہر کا طول سو میل اور عمق ۲۶ فٹ اور عرض تہ پر ۲۴۶ فٹ اور سطح پر ۳۲۸ فٹ ہے۔ اور اس کے بیچ میں قفلی نہیں پڑتی ۔ ایک سرے سے دوسرے سرے تک دخانی جہاز ۱۶ گھنٹے میں پہنچ جاتے ہیں ۔ بندرگاہ سعید میں جہاں سے نہر کاٹی ہے پانی کا زور گھٹانے کے واسطے دو بڑے بند باندھے ہیں اور ان کی چنائی رتخنے کی بارہ بارہ گز مکعب سلوں کی ہے اور ہر ایک سل وزن میں چھ سو سولہ من کی ہے اور وہ رود نیل کی ریت اور فرانس کا چونہ ملا کر بنائی ہے اور ایک ایک سل کی تیاری میں ایک سو تیس روپے صرف ہوئے ہیں ۔ اس نہر کے رستے میں کئی جھیلیں پڑتی ہیں - ایک جگہ دس میل تک سوختہ زمین ملتی ہے ۔ درحقیقت سویز سے بندرگاہ سعید تک ۷۵ میل کا فاصلہ ہے - لیکن نہر کا طول کئی جھیلوں میں گذرنے کے سبب ۲۵ میل زیادہ ہو گیا ہے ۔ بیچ میں کئی جگہ نشیب و فراز بھی ہے - اور خصوصاً نشیب میں انجنیروں کو بڑی دقتیں پیش آئی ہیں - اوّل نہر کے کھودنے میں مزدوروں کے واسطے آب شیریں کا پہنچانا سب سے زیادہ مشکل ہوا - کیونکہ وہاں میٹھا پانی میسر نہ آتا تھا - اس واسطے پچاس میل کے فاصلے سے آب شیریں کی نہر لانی پڑی ہے ۔ اسمعیلیہ میں اس نہر کی دو شاخیں ہو گئی ہیں - اور اُن میں سے ایک شاخ دو قفلیوں میں ہو کر نہر سویز میں پڑتی ہے - اور دوسری

پچاس میل طے کر کے مقام سویز میں گرتی ہے - ان شاخوں کے نکالنے میں بھی گورنمنٹ مصر کے چالیس لاکھ روپے صرف ہوئے + غرض یہ کام جو فرانس کی ذکاوت - اولو العزمی اور صناعت کی یادگار ہے - لسپ صاحب نے اس ہنرمندی اور ثابت قدمی اور جرأت سے پورا کیا ہے - کہ اس کے آگے میدان جنگ میں بڑے بڑے بہادروں کی جوانمردی اور دلاوری گرد ہے +

(مؤلف)

۴۵ - کاہلی

۱ - یہ ایک ایسا لفظ ہے - جس کے معنی میں لوگ غلطی کرتے ہیں - اُن کا خیال ہے - کہ ہاتھ پاؤں سے محنت نہ کرنا - کام کاج - محنت - مزدوری میں چستی نہ کرنا - اُٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے میں سستی کرنا کاہلی ہے - مگر یہ خیال نہیں کرتے - کہ دلی قوے کو بیکار چھوڑ دینا سب سے بڑی کاہلی ہے +

۲ - ہاتھ پاؤں کی محنت اوقات بسر کرنے اور روٹی کما کر کھانے کے لئے نہایت ضروری ہے + روٹی پیدا کر کے اپنا پیٹ پالنا ایک ایسی چیز ہے - کہ بمجبوری اس کے لئے محنت کی جاتی ہے اور ہاتھ پاؤں کی کاہلی چھوڑی جاتی ہے - اسی لئے ہم دیکھتے ہیں - کہ محنت

مزدوری کرنے والے بہت کم کاہل ہوتے ہیں + محنت کرنا اور محنت کے کاموں میں ہر روز لگے رہنا گویا اُن کی طبیعت ثانیہ ہو جاتی ہے۔ مگر جن لوگوں کو ان باتوں کی حاجت نہیں ہے۔ وہ اپنے دلی قوٰے کو بیکار چھوڑ کر کاہل اور حیوان صفت بن جاتے ہیں +

۳۔ یہ سچ ہے۔ کہ لوگ پڑھنے میں ترقی بھی کرتے ہیں۔ اور ہزار پڑھے لکھوں میں شاید ایک کو ایسا موقع ملتا ہوگا۔ کہ اپنی تعلیم کو اور اپنی عقل کو ضرورۃً کام میں لائے لیکن اگر انسان اُن عارضی ضرورتوں کا منتظر رہے۔ اور اپنے دلی قوٰے کو بیکار ڈال رکھے۔ تو وہ نہایت کاہل اور وحشی ہو جاتا ہے + انسان بھی مثل اور حیوانوں کے ایک حیوان ہے۔ اور جبکہ اُس کے دلی قوٰے کی تحریک سست ہو جاتی ہے۔ اور کام میں نہیں لائی جاتی تو وہ اپنی حیوانی خصلت میں پڑ جاتا ہے۔ اور جسمانی باتوں میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اور انسانی صفت کو کھو کر پورا حیوان بن جاتا ہے + پس ہر ایک انسان پر لازم ہے۔ کہ وہ اپنے اندرونی قوٰے کو زندہ رکھنے کی کوشش میں رہے اور اُن کو بیکار نہ چھوڑے +

۴۔ ایک ایسے شخص کی حالت کو خیال کرو۔ جس کی آمدنی اُس کے اخراجات کو مناسب ہے۔ اور اُس کے حاصل کرنے میں اُس کو چنداں محنت و مشقت کرنی نہ پڑے۔ جیسے کہ ہمارے ہندوستان میں ملکیوں اور اُن لوگوں کا حال تھا۔ جو کسی قسم کا خراج نہ دیتے تھے +

اگر ایسا شخص اپنے دلی قوئے کو بھی بیکار ڈال دے تو اس کا حال کیا ہوگا۔ یہی ہوگا۔ کہ اس کا میلان وحشیانہ باتوں کی طرف بڑھتا جائیگا + شراب پینا اور مزیدار غذائیں کھانا اُس کا رات دن کا شغل ہوگا۔ قمار بازی اور تماش بینی کا عادی ہو جائیگا۔ یہی باتیں اُس کے وحشی بھائیوں میں بھی ہوتی ہیں۔ البتہ اتنا فرق ہوتا ہے۔ کہ وہ بد سلیقہ ہوتے ہیں۔ اور یہ ایک وضعدار وحشی ہوتا ہے + شراب پی کر پلنگ پر پڑے رہنا اور پیچوان کے دھوئیں اُڑانا اُس کو پسند ہوتا ہے۔ اور جنگل کی ریت پر پڑے رہنا اور ناریل میں تمباکو کے دھوئیں اُڑانا اس کو پسند ہوتا ہے۔ پس پیچوان اور ناریل اور بچھونے اور ریت کے فرق سے کچھ مشابہت میں جو اُن دونو میں ہے کمی نہیں آتی +

۵ - ہم قبول کرتے ہیں۔ کہ ہندوستان میں ہندوستانیوں کے لئے ایسے کام بہت کم ہیں۔ جن میں اُن کو قوائے دلی اور قوت عقلی کو کام میں لانے کا موقع ملے۔ اور بر خلاف اِس کے اور ولایتوں میں خصوصاً انگلستان میں وہاں کے لوگوں کے لئے ایسے موقعے بہت ہیں۔ اور اس میں بھی کچھ شک نہیں۔ کہ اگر انگریزوں کو بھی کوشش اور محنت کی ضرورت اور اُس کا شوق نہ رہے۔ جیسا کہ اب ہے۔ تو وہ بھی بہت جلد اپنی وحشت پنے کی حالت کو پہنچ جاوینگے + مگر ہم اپنے ہم وطنوں سے یہ کہتے ہیں۔ کہ ہمارے

ملک میں جو ہم کو اپنے قوائے قلبی اور قوت عقلی کو کام میں لانے کا موقع نہیں رہا ہے اس کا سبب یہی ہے کہ ہم نے کاہلی اختیار کی ہے۔ یعنی اپنے دلی قوائے کو بیکار چھوڑ دیا ہے۔ اور ہم کو قوائے قلبی اور قوت عقلی کے کام میں لانے کا موقع نہیں ہے۔ تو ہم کو اس کی فکر اور کوشش کرنی چاہئے۔ کہ وہ موقع کیونکر حاصل ہو۔ اگر اس کے حاصل کرنے میں ہمارا کچھ قصور ہے۔ تو اس کی فکر اور کوشش چاہئے۔ کہ وہ قصور کیونکر رفع ہو۔ غرضیکہ کسی شخص کے دل کا بیکار پڑا رہنا نہ چاہئے۔ کسی نہ کسی بات کی فکر و کوشش میں مصروف رہنا لازم ہے۔ تاکہ ہم کو اپنی تمام ضروریات کے انجام کرنے کی فکر اور مستعدی رہے۔ اور جب تک کہ ہماری قوم سے کاہلی یعنی دل کو بیکار پڑا رکھنا نہ چھوٹیگا اُس وقت تک ہم کو اپنی قوم کی بہتری کی توقع کچھ نہیں ہے۔ نہایت حکیمانہ قول ہے۔ کہ

بیکار مباش کچھ کیا کر
گر کر نہ سکے تو کچھ کہا کر

(سر سید احمد خاں)



۴۶ - جانوروں کے ہاتھ

۱ - اگر غور سے دیکھا جائے - تو حیوانوں کے جسم میں کوئی نہ کوئی ایسا عضو ضرور ملیگا جسے ہم ہاتھ کا قائم مقام کہ سکیں - جن کاموں کو انسان ہاتھ سے کرتا ہے - بہت سے جانور اُن کو بڑی سہولت اور خوبی کے ساتھ اپنے کسی اور عضو سے کرتے ہیں - چنانچہ امریکہ کے مکڑی بندر اپنی لمبی دُم سے ہاتھ کا کام لیتے ہیں - اور اس سے پھل کو توڑ کر منہ تک لے جاتے ہیں + ہاتھی اپنی سونڈ کے ذریعے زمین سے بھاری سے بھاری شہتیر اور ہلکی سے ہلکی چیز مثلاً سوئی تک کو اُٹھا لیتا ہے + گھوڑا اپنی دم کو ہاتھوں کی طرح استعمال کرتا ہے اور اس سے مکھیوں کو دور کرتا ہے + ایک صاحب لکھتے ہیں - کہ اُنھوں نے ایک جہاز میں ایک مرغی کو دیکھا جو اپنی گردن سے ہاتھ کا کام لیتی تھی - جہاز میں پرندوں کے کئی دڑبے تھے - جن پر مرغیوں اور بطخوں وغیرہ میں جھگڑا ہوا کرتا تھا - اگرچہ سب دڑبے انسانوں کی نگاہ میں تو ایک ہی سے تھے - لیکن یہ مرغی ایک ہی دڑبے میں رہنا چاہتی تھی - اور اپنے انڈے کسی اور دڑبے میں رکھنا اور سینا گوارا نہ کرتی تھی - ایک دن اس کے مالک نے وہ ٹوکری جس میں انڈے تھے اُٹھا کر دوسرے دڑبے میں رکھ دی - مرغی

نے اُسے تلاش کرنا شروع کیا ٹوکرا مل گیا تو اپنی گردن انڈے کے گرد لپیٹی گویا گردن سے انڈے کو پکڑ لیا۔ اور اُٹھا کر پُرانے دڑبے میں لے گئی۔ اسی طرح سب انڈے ایک ایک کر کے اُسی دڑبے میں جا رکھے ÷

۲۔ چوہوں کی نسبت بھی ایسی روایتیں مشہور ہیں یہ بھی بہت سی چیزوں کو اپنی دم سے پکڑ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں۔ اور ان کو ایسا کرتے بہت سے لوگوں نے دیکھا ہے ÷ اسی طرح شیر۔ چیتے۔ بھیڑئے۔ خرگوش۔ گلہری۔ اور اور جانور بھی اپنے بچوں کو ایک مقام سے دوسرے مقام میں پہنچا دیتے ہیں ÷ ویل مچھلی کے پیٹ کے نیچے ایک حصّہ ہوتا ہے۔ شکار کے وقت برچھیوں کی بھرمار میں وہ اس حصّے کے نیچے اپنے بچّے کو دبائے بہت دُور تک لے جاتی ہے ÷

۳۔ امریکہ میں ایک مرتبہ دو شکاریوں نے جنگل میں ایک عجیب ماجرا دیکھا۔ دونو شکار کھیلتے کھیلتے ایک دریا کے قریب پہنچ گئے۔ جہاں ایک ہرنی اپنے بچّے کے ساتھ ایک موڑ پر پانی پی رہی تھی ÷ جہاں دونو پانی پینے میں مصروف تھے۔ وہاں دریا بہت گہرا تھا۔ اور ساحل بالکل ڈھلوان ÷ ہرنی شکاریوں کو دیکھتے ہی بھاگی۔ مگر اس کوشش میں بچہ گر پڑا اور دریا میں بہ نکلا ÷ اس پر ہرنی سخت پریشان ہوئی۔ مگر اس نے شکاریوں کا مطلق خوف نہ کیا۔ بلکہ دریا کے کنارے

کنارے بڑی تیزی سے آگے کو دوڑی کہ بچے تک پہنچ جائے۔ یہاں تک کہ ایک چٹانی موڑ پر پہنچی اور چٹان پر پاؤں جما کر کھڑی ہو گئی ✦ جب اس کا بچہ تیرتا ہوا ماں کے نزدیک پہنچا تو اس نے اپنے دونو اگلے پاؤں ہرنی کی گردن میں اس طرح ڈال دیئے جس طرح انسان کا بچہ اپنی ماں کی گردن میں بانہیں ڈال دیتا ہے اور ہرنی اُسے سادھے ہوئے کنارے پر لے آئی ✦ اگرچہ شکاری اس طرف بڑھے چلے آتے تھے۔ لیکن وہ اُسے چاٹتی رہی۔ یہاں تک کہ گرمی پا کر وہ کھڑا ہو گیا۔ اور ایک طرف کو جھپٹ ہوا۔ ہرنی اس کے پیچھے پیچھے تھی۔ آن کی آن میں دونو جنگل میں غائب ہو گئے اور شکاریوں کے ہاتھ سے اُن کی جان بچ گئی ✦

۴۔ بعض پرندے بازوؤں کو ہاتھ کی جگہ استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ جب چیل مرغی کے بچوں پر جھپٹتی ہے۔ تو مرغی بچوں کو پروں کے نیچے کر لیتی ہے ✦ اسی طرح جب تیتر کے بچوں پر باز یا شکرہ اچانک حملہ آور ہوتا ہے۔ اور اس کے بچے بھاگ کر اپنی جان نہیں بچا سکتے۔ تو وہ اُن پر پروں کا سایہ کر کے حفاظت کا حق ادا کرتا ہے ✦ ایک صاحب لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک تیتر اپنے بچوں کو بھگا کر ایک خرگوش کے بل میں لے جانا چاہتا تھا۔ کہ اُن کو باز کے حملے سے جو سر پر منڈلا رہا تھا بچائے۔ لیکن بچے بل کے اندر نہ گئے۔ اس وقت

تیتر نے اُن کو اپنے پروں کی پناہ میں لے لیا +

۵ - بعض جانور اپنے بچوں کو خطرے کے وقت اپنے مُنہ میں اُٹھا کر بھاگ جاتے ہیں + یہ اس وقت ہوتا ہے - جب بچے بھاگنے میں اُن کا ساتھ نہیں دے سکتے + اگر بچے اُن کے ساتھ ساتھ بھاگ سکتے ہیں - تو وہ اُن کو بھاگ نکلنے کی ترغیب دیتے ہیں + ہرن - کُتے اور بلی اس ترکیب سے کام لیتے ہیں + کتوں اور بلیوں کو ایسا کرتے ہزاروں نے دیکھا ہوگا مگر کبھی یہ خیال نہ کیا ہوگا - کہ جانور منہ یا جبڑے سے بھی ہاتھ کا کام لے سکتے ہیں + ایک شخص نے ایک کتے کو یہ تعلیم دی تھی - کہ وہ ایک پیسہ لے کر ہر روز نان بائی کی دکان پر جاتا - اور وہاں سے ایک روٹی اپنے کھانے کے لئے خرید کرتا - یہ کتا اس تعلیم پر عمر بھر کاربند رہا + اسی طرح بعض لوگ کتوں کو مُنہ میں لالٹین لے کر چلنا سکھاتے ہیں + ایک اخبار سے معلوم ہوا - کہ ایک عورت کے پاس اسپینیل نسل کا ایک کتا تھا - ایک دن وہ عورت پانی کا بھرا ہوا پیالہ لے جا رہی تھی - اتفاق سے پیالہ ہاتھ سے چھوٹ گیا اور فرش پر گرا + کتا دوڑا دوڑا باورچی خانے میں گیا اور وہاں سے فلالین کا ایک ٹکڑا مُنہ میں دبائے لے آیا اور عورت کے آگے رکھ دیا - جس سے اُس نے فرش پر کا پانی خشک کر دیا +

۶ - شاندار جانور سینگوں سے ہاتھوں کا کام لیتے

ہیں - اور اکثر دیکھا گیا ہے - کہ جب ایسے جانوروں پر حملہ کیا جاتا ہے - تو وہ سینگوں سے حملہ آور کا مقابلہ کرتے ہیں - ایک جانور سیہی نام جس کے جسم پر لمبے لمبے کانٹے ہوتے ہیں - خطرے کے وقت انہیں کانٹوں کو کھڑا کر لیتا ہے - حملہ آور کو اُن سے زخمی بھی کر دیتا ہے +

۷ - جو باتیں اوپر بیان ہوئیں اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وحشی جانور تک اپنے اعضا کو کسی غیر مفید یا بے معنی طریقے میں استعمال نہیں کرتے - بلکہ حسب ضرورت اُن سے مناسب موقع کام لیتے ہیں +

(مولوی سید احمد کبیر)

۴۷ - تعصّب

۱ - انسان کی بد ترین خصلتوں میں سے تعصّب بھی ایک بہت ہی بُری خصلت ہے + یہ ایسی بد خصلت ہے - کہ انسان کی نیکیوں اور اس کی تمام خوبیوں کو غارت اور برباد کرتی ہے + متعصب گو اپنی زبان سے نہ کہے - مگر اس کا طریقہ یہ بات جتلاتا ہے - کہ عدل و انصاف کی خصلت جو عمدہ ترین خصائل انسانی سے ہے - اُس میں نہیں ہے + متعصب اگر کسی غلطی میں پڑتا ہے - تو اپنے تعصب

کے سبب اس غلطی سے نکل نہیں سکتا۔ کیونکہ اس کا تعصب اس کے برخلاف بات کے سُننے اور سمجھنے اور اس پر غور کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اور اگر وہ کسی غلطی میں نہیں ہے۔ بلکہ سیدھی اور سچی راہ پر ہے۔ تو اس کے فائدے اور اس کی نیکی کو پھیلنے اور عام ہونے نہیں دیتا۔ کیونکہ اس کے مخالفوں کو اپنی غلطی پر متنبہ ہونے کا موقع نہیں ملتا ٭

۲۔ تعصب انسان کو ہزار طرح کی نیکیوں کے حاصل کرنے سے باز رکھتا ہے ٭ اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ انسان کسی کام کو نہایت عمدہ اور مفید سمجھتا ہے۔ مگر صرف تعصب سے اس کو اختیار نہیں کرتا۔ اور دیدہ و دانستہ بُرائی میں گرفتار اور بھلائی سے بیزار رہتا ہے ٭

۳۔ انسان قواعد قدرت کے مطابق مدنی الطبع پیدا ہوا ہے۔ وہ تنہا اپنی حوائج ضروری کو مہیا نہیں کرسکتا۔ اس کو ہمیشہ مددگاروں۔ معاونوں کی جو دوستی اور محبت سے ہاتھ آتے ہیں۔ ضرورت ہوتی ہے۔ مگر متعصب اپنے تعصب کے سبب تمام لوگوں سے منحرف اور بیزار رہتا ہے اور کسی کی دوستی اور محبت کی طرف بجز اُن چند لوگوں کے جو اس کے ہم رائے ہیں۔ مائل نہیں ہوتا ٭

۴۔ عقل اور قواعد قدرت کا مقتضا یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ امور متعلق تمدّن و معاشرت میں جو باتیں زیادہ منفعت اور زیادہ آرام اور زیادہ لیاقت اور زیادہ عزت کی ہیں۔ ان کو انسان اختیار کرے۔ مگر متعصب ان نعمتوں سے محروم رہتا ہے ٭

۵ - ہنر اور فن اور علم ایسی عمدہ چیزیں ہیں - کہ ان میں سے ہر ایک چیز کو نہایت اعلےٰ درجے تک حاصل کرنا چاہیئے - مگر متعصب اپنی بد خصلت سے ہر ایک ہنر فن اور علم کے اعلےٰ درجے تک پہنچنے سے محروم رہتا ہے +

۶ - وہ اُن تمام دلچسپ اور مفید باتوں سے جو نئی تحقیقات سے اور نئے علوم اور فنون سے حاصل ہوتی ہیں محض جاہل اور ناواقف رہتا ہے - اُس کی عقل اور اُس کے دماغ کی قوّت محض بیکار ہو جاتی ہے + جو کچھ اس میں سمائی ہوئی ہے - اُس کے سوا اور کسی بات کے سمجھنے کی اُس میں طاقت اور قوت نہیں رہتی + وہ ایک ایسے جانور کی مانند ہو جاتا ہے - کہ اُس کو جو کچھ بالطبع آتا ہے - اس کے سوا اور کسی چیز کی تعلیم و تربیت کے قابل نہیں ہوتا +

۷ - بہت سی قومیں ہیں - جو اپنے تعصب کے باعث سے تمام باتوں میں کیا اخلاق میں اور کیا علم و ہنر میں اور کیا فضل و دانش میں اور کیا تہذیب و شائستگی میں اور کیا جاہ و حشمت اور مال و دولت میں اعلےٰ درجے سے نہایت پست درجۂ مذلت اور خواری کو پہنچ گئی ہیں اور بہت سی قومیں ہیں - جنہوں نے اپنی بے تعصبی سے ہر جگہ اور ہر قوم سے اچھی اچھی باتیں حاصل کیں اور ادنےٰ درجے سے ترقی کے اعلےٰ سے اعلےٰ درجے تک پہنچ گئیں +

۸ - غیر متعصب مگر اپنے مذہب میں پختہ ہمیشہ سچّا دانا دوست اپنے مذہب کا ہوتا ہے - اس کی خوبیوں اور نیکیوں کو پھیلاتا ہے - اُس کے اصول کو دلائل و براہین سے ثابت کرتا ہے ؛

۹ - برخلاف اس کے متعصب نادان دوست اپنے مذہب کو رسوا کرتا ہے - وہ سراسر اپنی نادانی سے اپنے مذہب کو نقصان پہنچاتا ہے ؛ غرضیکہ تعصب خواہ دینی باتوں میں ہو - یا دُنیاوی باتوں میں - نہایت بُرا اور بہت سی خرابیوں کا پیدا کرنے والا ہے ؛

۱۰ - مغرور و متکبر ہو جانا - اور اپنے ہمجنسوں کو سوائے چند کے نہایت حقیر و ذلیل سمجھنا متعصب کا خاصّہ ہوتا ہے ؛

۱۱ - اس کے اصول کا مقتضا یہ ہوتا ہے - کہ تمام دُنیا کے لوگوں سے سوائے چند کے کنارہ گزین ہو - مگر ایسا کر نہیں سکتا - اور بمجبوری ہر ایک سے مِلتا ہے - اور اوپرے دل سے اُن کا ادب اور اپنی جھوٹی نیازمندی بھی ظاہر کرتا ہے - اور ایسا کرنے سے ایک اور بد خصلت نفاق اور کذب اور دغا بازی اور فریب و مکاری کی اپنے میں پیدا کرتا ہے ؛

۱۲ - دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں ہے - جس نے خود ہی تمام کمالات اور تمام خوبیاں اور خوشیاں حاصل کی ہوں - مگر ہمیشہ ایک قوم نے دوسری قوم سے فائدہ اُٹھایا ہے - الا متعصب شخص ان نعمتوں سے بد نصیب

رہتا ہے ؎

۱۳ - علم میں اس کو ترقی نہیں ہوتی ۔ ہنر و فن میں اُس کو دستگاہ نہیں ہوتی ۔ دُنیا کے حالات سے وہ ناواقف رہتا ہے ۔ عجائبات قدرت کے دیکھنے سے وہ محروم ہوتا ہے ۔ حصول معاش اور دنیاوی عزت اور تموّل اور تجارت وغیرہ کے وسیلے اس کے ہاتھ سے جاتے رہتے ہیں ۔ اور رفتہ رفتہ تمام دنیا کے انسانوں میں روز بروز ذلیل و خوار اور حقیر و ناچیز ہوتا جاتا ہے ؎

۱۴ - اُس کی مثال ایک ایسے جانور کی ہوتی ہے ۔ جو اپنے ریوڑ میں ملا رہتا ہے ۔ اور نہیں جانتا ۔ کہ اُس کے اور ہم جنس کیا کر رہے ہیں ۔ بلبل کیا چہچہاتی ہے ۔ اور قمری کیا غل مچاتی ہے ۔ بیا کیا بن رہا ہے ۔ اور مکھی کیا چن رہی ہے ؎

۱۵ - وہ بجز کوڑے پر کی گھاس چرنے کے اور کچھ نہیں جانتا ۔ کہ باغ کیوں بنا ہے ۔ اور پھول کیوں کھلا ہے ۔ نرگس کیا دیکھتی ہے ۔ اور انگور کی تاک کیا تاکتی ہے ؎

۱۶ - تعصب میں سب سے بڑا نقصان یہ ہے ۔ کہ جب تک وہ نہیں جاتا ۔ کوئی ہنر و کمال اُس میں نہیں آتا ؎ تربیت و شائستگی تہذیب و انسانیت کا مطلق نشان نہیں پایا جاتا ۔ اور جب کہ وہ مذہبی غلط نمائی کے پردے میں ظہور کرتا ہے ۔ تو اور بھی

سم قاتل ہوتا ہے - کیونکہ مذہب سے اور تعصب سے کچھ تعلق نہیں ہے - انسان کے خراب و برباد کرنے کے لئے شیطان کا سب سے بڑا داؤں تعصب کو مذہبی رنگت سے دل میں ڈالنا - اور اس تاریکی کے فرشتے کو روشنی کا فرشتہ کر کے دکھلانا ہے ؛

۱۷ - پس میری التجا اپنے بھائیوں سے یہ ہے - کہ ہمارا خدا نہایت مہربان اور بہت بڑا منصف - اور سچا - سچائی کا پسند کرنے والا ہے - وہ ہمارے داؤں پیچ سب جانتا ہے - وہ ہماری نیتوں کو پہچانتا ہے - پس ہم کو اپنے مذہب میں نہایت سچائی سے پختہ رہنا - مگر تعصب کو جو ایک بری خصلت ہے - چھوڑنا چاہئے ؛ تمام بنی نوع انسان ہمارے بھائی ہیں - ہم کو سب سے محبت اور سچا معاملہ رکھنا اور سب سے سچی دوستی اور سب کی سچی خیر خواہی کرنا ہمارا قدرتی فرض ہے - پس اس کی ہم کو پیروی چاہئے ؛

سر سید احمد خاں

۴۸ - پابندیٔ اوقات

۱ - پابندیٔ اوقات سے یہ مراد ہے - کہ آدمی ہر ایک کام عادۃً وقت مقررہ پر کرے ؛

۲ - جو طالب علم پابند اوقات ہوتے ہیں - وہ

ہمیشہ گھنٹہ بجنے سے قبل سکول میں پہنچ جاتے ہیں اور اپنی کتابیں کھول کر اپنی اپنی جگھوں پر بیٹھ جاتے ہیں۔ جہاں استاد کمرے میں آیا اور سبق شروع ہوا اُن کو ہر طرح سے تیار پایا۔ آموختہ بھی یاد ہے۔ جو سبق اب پڑھنا ہے۔ اُس کا مطالعہ بھی کیا ہوا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اُن کی عادت یہ ہے۔ کہ ہر ایک کام وقت پر کرتے ہیں*

۳۔ یہ طالب علم جب جوان ہوتے ہیں۔ اور مشاغل دُنیاوی کا بوجھ اُن کے سروں پر آ پڑتا ہے۔ تو پابندیٔ اوقات کی عادت حسنہ مراحل دُنیاوی کے انجام دینے میں انہیں بڑی مدد دیتی ہے* وقت کا پابند جب کسی سے وقت مقرر کرتا ہے۔ تو یہ یقین کر لینا چاہیئے۔ کہ وہ وقت اور مقام موعود پر تمہیں ضرور ملیگا۔ کوئی کام اُسے سپرد کیا جائے اور وہ تم سے یہ وعدہ کرلے کہ میں اس کام کو فلاں وقت پورا کر دونگا تو یہ یقینی امر ہے۔ کہ وہ ایفائے وعدے میں سچّا ثابت ہوگا*

۴۔ اب اس شخص کا حال سُنو جو وقت کا پابند نہ ہو۔ اس شخص کے رویّے سے تمہیں ایسا معلوم ہوگا۔ کہ ہر موقع پر وہ دیدہ و دانستہ وقت ٹال دیتا ہے۔ اور جب کوئی کام کرنا ہے۔ تو بعد از وقت کرتا ہے* صبح کو اُٹھنا بھی ہے۔ تو اس وقت جب اور کار و باری لوگ اپنا کام شروع کر چکتے ہیں* جلدی میں ضروریات

سے پورے طور پر فارغ بھی نہیں ہوتا کہ کھانا کھانے بیٹھ جاتا ہے۔ اناپ شناپ حلق سے کھانا اُتار کپڑے پہن باہر جانے کے لئے تیار ہو جاتا ہے ٭ اس جلدی میں جو کھانا کھایا جاسے اُس کا حشر تم خود ہی سمجھ سکتے ہو ٭ جب غذا اچھی طرح نہ چبائی جاسے۔ تو ظاہر ہے کہ وہ معدے پر کیسا بُرا اثر پیدا کریگی ٭ معدے کا فعل بھی خراب ہوگا اور جگر میں بھی اخلاط فاسد پیدا ہونگے۔ جو دن بھر طبیعت کو مکدر اور دماغ کو پریشان رکھینگے٭ غرض یہ کہ جب یہ شخص اس گھبراہٹ میں افتاں و خیزاں دفتر کو روانہ ہوگا۔ تو کچھ تعجب نہیں کہ تھوڑی دُور جا کر پھر اُلٹے پاؤں واپس آئے۔ دھوپ کا وقت ہے اور چھتری لینی بھول گیا ٭ دفتر کے دو چار کاغذ بھی میز ہی پر گھر میں پڑے رہے۔ رستے میں جا کر یاد آئے۔ خیر اب یہ سامان لیکر پھر دفتر کی راہ لی۔ دوڑتے دوڑتے پیر شل ہو گئے۔ پاؤں کی رگیں پھول گئیں۔ سر کا پسینا ایڑی تک پہنچا۔ ہانپتے ہانپتے کمرے میں داخل ہوئے۔ تو معلوم ہوا کہ ایک گھنٹہ دیر ہوگئی۔ حاضری کا رجسٹر اُٹھ کر سر دفتر کے کمرے میں چلا گیا ٭ طوعاً و کرہاً حاضری لگانے سر دفتر کے پاس پہنچے۔ اس نے ان کی صورت دیکھتے ہی ناک بھوں چڑھائی اور وہ لتاڑ جھنگاڑ بتائی کہ توبہ ہی بھلی ٭ ان کے لئے کوئی نئی بات تو تھی ہی نہیں۔ شربت کے گھونٹ کی طرح پی گئے اور حاضری لگا کر اپنے کمرے کو چلتے بنے ٭

بڑے بڑے دفتروں کا حال ایسا ہی ہے جیسے کسی بڑی کل کا۔ اگر ایک پرزہ بھی خراب ہو۔ تو اس کا بُرا اثر ساری مشین پر پہنچتا ہے۔ اسی طرح دفتر کے اہلکاروں میں اگر ایک شخص بھی ایسا ہو جو وقت پر کام نہ کرے تو اس کا اثر دوسروں پر پہنچتا ہے اور اُن کا کام بھی بقایا میں پڑ جاتا ہے۔ پس اس ایک شخص کے دیر کرنے سے اور لوگ بھی مصیبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں اور بقایا کام ختم کرنے کے لئے صرف اسی کو نہیں بلکہ اوروں کو بھی بعد از وقت ٹھیرنا پڑتا ہے ٭ اب اور سُنئے۔ دفتر کا وقت تو اس طرح کٹا کہ پہنچے بھی دیر کر اور اُٹھے بھی دیر کر گھر کو چلے تو راستے میں ٹھیرتے ٹھیراتے چار گھڑی اندھیرے پہنچے۔ بیوی بیچاری نے اس خیال سے کہ میاں تھکے ماندے دفتر سے آئینگے شام سے پہلے ہی کھانا تیار کر رکھا تھا۔ یہ بھلے مانس اس وقت پہنچے جب کھانا ٹھنڈا مٹی ہو گیا۔ اور بیوی بھی بھوکی پیاسی ان کی راہ تکتے تکتے چولھے کے پاس سو رہی ٭ بیچاری کو سوتے سے جگایا۔ اور جس مزے اور خوشی سے میاں بیوی نے کھانا کھایا اُسے تم خود قیاس کر سکتے ہو ٭ اس تمثیل سے تمہیں معلوم ہوا ہوگا۔ کہ جو شخص پابند اوقات نہیں ہوتا وہ صرف خود ہی مصیبت میں نہیں پڑتا۔ بلکہ اوروں کو بھی مصیبت میں ڈالتا ہے ٭

۵۔ پابند اوقات نہ ہونے سے بڑے بڑے نقصان عائد ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ تو ایک شخص کے دیر کرنے سے صدہا جانیں تلف ہو جاتی ہیں۔ اور کبھی تھوڑی سی تاخیر سلطنت کا انقلاب پیدا کر دیتی ہے۔ کانٹے والے کی ذرا سی غفلت ریلوں کے تصادم کا باعث ہوتی ہے اور کسی فوجی جنرل کا دیر کر معرکۂ جنگ میں پہنچنا دشمن کی فتحیابی کا موجب ہو جاتا ہے۔ روزمرہ کے کار و بار میں گو ایسے نقصان عظیم تو پیدا نہیں ہوتے لیکن اس میں شک نہیں کہ جو لوگ پابندِ اوقات نہیں ہوتے وہ اپنے عزیز و اقارب اور دوست آشنا کی نظروں سے گر جاتے ہیں اور لوگ انہیں نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور بے پروا اور ناشائستہ خیال کرتے ہیں۔ مختصر یہ کہ لوگوں کے دلوں میں نہ ان کی عزت ہوتی ہے نہ ان کا وقار۔ پس انسان کو لازم ہے کہ وقت کا پابند رہے اور ہر کام عین اس کے وقت پر کرے۔ (مولف)

۴۹۔ کفایت شعاری

۱۔ کفایت شعاری کا مطلب یہ ہے۔ کہ آدمی اپنے روپے پیسے کو احتیاط اور عقلمندی سے خرچ کرے۔

۲۔ یوں تو کوئی شخص ایسا نہیں جو اس کے

فائدوں سے واقف نہ ہو۔ لیکن پھر بھی ایسے لوگ بہت نکلینگے جو کسی نہ کسی وجہ کے سبب حدِّ اعتدال سے گذر جاتے ہیں اور فضول خرچ کہلاتے ہیں ÷ ان وجوہات میں سب سے بڑی وجہ یہ ہے۔ کہ بعض لوگوں میں خود نمائی کی عادت پڑ جاتی ہے اور وہ اوروں کی نگاہ میں اپنی عظمت و شان دکھانے کے لئے حیثیت سے بڑھ کر خرچ کرتے ہیں ÷ دوسری وجہ زبان کا چٹخارا۔ قیمتی لباس کا شوق۔ آرایش و آسایش کے پر تکلّف سامانوں کی خریداری کا خیال ہے ÷ اس کے علاوہ بعض لوگ دل کے ایسے نرم اور کمزور ہوتے ہیں۔ کہ خواہ مخواہ حدِّ اعتدال سے گذر جاتے ہیں۔ مثلاً جب کوئی شخص اپنی احتیاج اُن کے روبرو پیش کرتا ہے۔ اور مدد کا طالب ہوتا ہے۔ تو خواہ قرض ہی لینا کیوں نہ پڑے وہ اس کی حاجت پوری کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں ÷ اسی طرح جب کوئی مہمان اُن کے گھر میں آ جائے۔ تو اُس کی خاطر و مدارات میں اپنی حیثیت سے بڑھ کر خرچ کرتے ہیں ÷

۳۔ فضول خرچی کے چند اسباب جو ہم نے اوپر بیان کئے اُن سے بڑھ کر تباہی میں ڈالنے والی ایک اور چیز ہے اور وہ یہ ہے کہ آدمی اپنی آمد و خرچ کا باقاعدہ حساب نہ رکھے۔ اور جو ہاتھ آئے اناپ شناپ خرچ کرتا رہے ÷ یہ عادت کفایت شعاری کے

اصولوں کے بالکل برخلاف ہے۔ اور تباہی و بربادی کا پیش خیمہ + آمد و خرچ کا باقاعدہ حساب رکھنے اور اس کو جانچنے اور پرتالنے سے آدمی کو فوراً معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ میں اعتدال سے کس قدر بڑھ رہا ہوں + اس بات کے معلوم ہوتے ہی وہ اخراجات میں کمی کرنی شروع کر دیتا ہے۔ اور ہر روز تھوڑا بہت پس انداز کرتا ہے + یہ تھوڑی سی بچت سال کے آخر میں ایک معقول رقم بن جاتی ہے۔ اور اگر کسی موقع پر اخراجات میں زیادتی بھی ہو جائے۔ تو یہ سالانہ بچت اس کی تلافی کر دیتی ہے۔ اگر اخراجات کی تمام مدیں ہر وقت ہمارے پیش نظر نہ ہونگی۔ تو یہ دریافت کرنا کہ کس مد میں کمی کی گنجایش ہے۔ نہایت دشوار ہوگا + مثلاً فرض کرو ایک مہینے میں تمہارے ہاں دس روپے کی لکڑی خرچ ہوئی اور دوسرے مہینے میں بارہ کی اور ان دونو مہینوں میں لکڑی کا نرخ بھی ایک ہی رہا اور کوئی غیر معمولی خرچ بھی نہیں پڑا۔ تو ظاہر ہے۔ کہ یا تو تمہارے نوکر نے تغلب کیا یا جلانے میں بے احتیاطی کی یا جس کے ہاں سے لکڑی آئی اُس نے کم دی۔ پس تم دونو مہینے کے اخراجات کا موازنہ کر کے فوراً دریافت کر لو گے کہ اس زیادتی کی وجہ کیا ہوئی اور آئندہ مہینے میں معمول سے زیادہ خرچ نہ ہونے کی ترکیب نکال لوگے + حساب و کتاب رکھنے سے تمہیں وقتاً فوقتاً معلوم ہوتا رہیگا۔ کہ کہیں آمدنی سے خرچ بڑھ تو نہیں رہا۔ اگر بڑھ رہا ہے۔ تو

تمہیں اس میں کمی کرنے کی فکر پیدا ہوگی۔ اور جس طرح ممکن ہوگا۔ اسے حدِ اعتدال پر لے آؤ گے ؀

نہم۔ کفایت شعاری کے اور بھی بہت اصول ہیں جو بجائے خود نہایت کار آمد اور مفید ہیں۔ مثلاً کوئی چیز خواہ وہ کیسی ہی بیکار کیوں نہ معلوم ہو ضائع نہ کرو فارسی میں ایک مثل ہے جو اس کے حسب حال ہے:۔

مثل داشتنہ آید بکار اگرچہ باشد سر مار ؀ اسی طرح ایک اصول یہ بھی ہے۔ کہ کسی چیز کو صرف اس خیال سے کہ یہ سستی ہے ہرگز نہ خریدو۔ اگر تمہیں اس چیز کی ضرورت نہیں۔ تو اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی مہنگی چیز نہیں ؀ ادنےٰ ادنےٰ اخراجات کا ضرور خیال رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ یہی مل جل کر بڑی رقم بن جاتے ہیں ؀ لیکن یہ یاد رکھو۔ کہ جو اخراجات ضروری اور ناگزیر ہیں۔ ان میں کبھی کوتاہی نہ آئے۔ تم نے سنا ہوگا۔ کہ بعض دفعہ جہاز کے تباہ ہو جانے سے سوداگروں کا لکھوکھا روپے کا مال تلف ہو جاتا ہے۔ جو سوداگر عقلمند ہوتے ہیں۔ وہ تو مال لادنے کے وقت اپنے اسباب کا بیمہ کرا دیتے ہیں۔ اور اس خفیف سی رقم کے عوض جو بیمہ کرائی پر خرچ کرتے ہیں۔ اُن کو مال تلف ہونے کی صورت میں مال کی کل قیمت مل جاتی ہے۔ اور اس طرح وہ تباہی سے بچ جاتے ہیں۔ لیکن جو لوگ بیمہ نہیں کراتے اور

اُس تھوڑے سے خرچ سے جو بیمہ کرانے کی وجہ سے عائد ہوتا بچنا چاہتے ہیں۔ وہ اپنی بیوقوفی کا خمیازہ اُٹھاتے ہیں اور اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ بالکل برباد ہو جاتے ہیں ÷ اسی طرح وہ کاریگر جو عمدہ ہتھیار اور اوزار خریدنے سے گریز کرتا ہے۔ اور ٹوٹے پھوٹے سامان پر قناعت کرتا ہے۔ وہ کبھی اپنے پیشے میں کامیاب نہیں ہوتا ÷ بعض لوگوں کا خاصہ یہ بھی ہے۔ کہ سستی سے سستی چیز کی تلاش میں رہتے ہیں اور اس کی پائداری اور مضبوطی کا خیال نہیں کرتے ÷ جوتا پہنتے ہیں تو ایسا کہ چار ہی دن میں اُس کے چیتھڑے اُڑ جائیں۔ کپڑا بناتے ہیں تو ایسا کہ پہلی دھلائی میں اس کا تار تار ہو جائے غرض یہ کہ جو چیز خریدتے ہیں یا بناتے ہیں۔ وہ ایسی ہی ہوتی ہے۔ کہ جلد خراب ہو جائے۔ ایسے لوگ کفایت شعاری کے اصولوں کو دیدہ و دانستہ توڑتے ہیں اور بے فائدہ اپنا روپیہ ضائع کرتے ہیں ÷

(مولف)

۵۰۔ وفاداری

ا۔ وفاداری کا لفظ ایسا عام ہے۔ کہ اس کا مفہوم ہر ایک شخص سمجھتا ہے ÷ جو شخص اچھے اور بُرے وقت اپنے آقا کا ساتھ دینے کے لئے موجود

ہے - اُسے ہم وفادار کہتے ہیں - اور جس شخص میں یہ خو بو نہ ہو اُسے بے وفا کہتے ہیں + وفا داری اور بے وفائی کی تمثیلوں سے کتب تاریخ اور قصص بھری پڑی ہیں + ہر زمانے میں ایسے لوگ گذرے ہیں - جنہوں نے آقاؤں کے لئے عزیز جانیں تلف کیں اور حق نمک ادا کیا + اس کے برخلاف ان لوگوں کی بھی کمی نہیں جو وقت پر بے وفا ثابت ہوئے - اور اپنے نام پر نمک حرامی کا دھبا لگا گئے +

۴ - ایک دفعہ کا ذکر ہے - کہ ہمایوں کا ایک جلیل القدر سردار جس کا نام بیرام خاں تھا - تباہی کی حالت میں سفر کر رہا تھا - ابو القاسم حاکم گوالیار بھی اس بدبختی کے زمانے میں اُس کا رفیق تھا - راستے میں پٹھانوں کی فوج کے ایک دستے سے مٹھ بھیڑ ہوئی - افسر کے دل میں شبہ پیدا ہوا کہ یہ مغلوں کے جاسوس ہیں - اور اس نے اپنے سپاہیوں کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا - کہ تم میں سے کوئی شخص اُن کو پہچانتا ہے - ایک بوڑھے سپاہی نے ابو القاسم کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ بیرم خاں یہی شخص ہے - اس شبہے کی ایک خاص وجہ تھی - بیرم خاں اور ابو القاسم ایسے ہم شکل اور ہم عمر تھے - کہ جس شخص کو انہیں صدہا مرتبہ دیکھنے کا اتفاق ہوا ہو وہ بھی دھوکا کھا جائے - جب بیرم خاں نے دیکھا - کہ میری وجہ سے ابو القاسم کی جان معرض خطر میں ہے - تو اُس نے

افسر سے مخاطب ہو کر کہا کہ بیرم خاں میں ہوں۔ اب خواہ تم مجھے پکڑ کر قید کر لو خواہ قتل کر ڈالو۔ میں حاضر ہوں۔ جب ابو القاسم نے دیکھا۔ کہ میرا آقائے قدیم اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالتا ہے۔ تو مردانہ وار آگے بڑھا اور کہا کہ یہ شخص میرا نمک حلال ملازم ہے۔ میری جان بچانے کے لئے اپنے آپ کو بیرم خاں بتاتا ہے پہلے بھی چند مرتبہ یہ ایسا ہی کر چکا ہے۔ میں پسند نہیں کرتا۔ کہ میری وجہ سے یہ ہلاک ہو۔ یہ سن کر پٹھانوں کے افسر نے بہت پیچ و تاب کھایا۔ اور جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو ابو القاسم کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ اچھا اس شخص کو قتل کر دو اور اس دوسرے شخص کو چھوڑ دو۔ حکم کی فوراً تعمیل ہوئی۔ ابو القاسم قتل ہوا۔ اور بیرم خاں نے اپنی راہ لی ✤

۳۔ مرہٹوں کی تاریخ میں بھی ایسی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں۔ سکھرام ہری رگھوبا کے نہایت جاں نثار ہوا خواہوں میں تھا۔ یہ شخص چودہ مہینے قید خانے میں رہا۔ اور فاقہ کشی سے یہاں تک نوبت پہنچی کہ جسم میں سوائے پوست و استخواں کے کچھ باقی نہ رہا۔ جب نزع کا وقت قریب آیا۔ تو بہ آواز بلند یہ الفاظ زبان پر لایا۔ میرے جسم سے تاب و تواں جاتی رہی۔ اب تھوڑی دیر میں طائر روح بھی اس قفس عنصری سے پرواز کر جائیگا۔ اور تودۂ خاک کے سوا کچھ باقی نہ رہیگا۔ مگر یاد رکھنا۔ کہ اس تودۂ خاک سے بھی یہی صدا

آئیگی - رگھوناتھ راؤ ! رگھوناتھ راؤ !

۴ - سکاٹ لینڈ کے ایک بادشاہ کا ذکر ہے - کہ اس نے اپنی رعایا کی بہبود کے لئے ملک کے آئین و قوانین میں کچھ اصلاحیں کی تھیں - مگر بعض نا عاقبت اندیش اس بات پر اُس سے ناراض ہو گئے اور ایک ایسے موقع پر کہ وہ اپنی ملکہ اور چند رفیقوں کے ہمراہ سفر کر رہا تھا اور ایک مکان میں رات کے وقت اطمینان سے اپنی قوم و ملک کے بہبود و فلاح کے وسائل سوچ رہا تھا جا پہنچے - ان نمک حراموں نے مکان کے محافظ سے مِل ملا کر لوہے کی سلاخ جو دروازے میں پڑی ہوئی تھی پہلے سے نکلوا دی تھی اور اب دروازہ بند کرنے کی کوئی صورت باقی نہ رہی تھی - بادشاہ کے ہمراہ ایک لونڈی بھی تھی - جب اُس نے دیکھا - کہ مفسد دروازے کے قریب آ گئے ہیں - اور چند لمحوں میں اندر گھُس کر بادشاہ کا کام تمام کر دینگے - تو اس نے فوراً دروازہ بھیڑ کر اپنا ہاتھ لوہے کی سلاخ کی جگہ ڈال دیا - ظالموں نے لونڈی کی یہ شجاعت تو دیکھی مگر اُن کا دل اس کی بہادری اور جوانمردی پر مطلق نہ پسیجا اور دروازہ کھولنے کے لئے اس بیدردی سے زور لگایا - کہ اس کی کلائی چور چور ہو گئی اور وہ وہیں ڈھیر ہو کر گر پڑی ۔

۵ - وفاداری کی مثالیں جو ہم نے اوپر بیان کیں اُن سے یہ نہ سمجھنا چاہئے - کہ وفاداری صرف اسی

کا نام ہے۔ کہ کوئی شخص اپنے آقا یا ولی نعمت کا حق نمک یا کسی دوست کا حق دوستی ادا کرے۔ نہیں بلکہ سب سے اعلےٰ درجے کی وفا داری یہ ہے۔ کہ آدمی اپنے ملک کے آئین و قوانین کا پابند رہے اور اس سے کوئی بات ایسی ظہور میں نہ آئے جو ملک کے امن میں خلل پیدا کرے۔ بلکہ جو لوگ امن عامہ میں خلل انداز ہوں۔ ان کی سرکوبی و گوشمالی کے لئے گورنمنٹ کا مدد و معاون بنے۔ قانون رائج الوقت کا خود پابند رہنا اور دوسروں سے اس کی پابندی کرانے میں ساعی و کوشاں رہنا عین وفا داری ہے۔ جو قانون کسی ملک میں نافذ اور رائج ہوتے ہیں۔ اُن کا نفوذ اور رواج بادشاہ وقت کی جانب سے ہوتا ہے۔ پس جو شخص اُن کی عزت کرتا ہے وہ بادشاہ کی عزت کرتا ہے۔ اور جو اُن کی توہین کرتا ہے وہ اپنے بادشاہ کی توہین کرتا ہے۔ اولاد کے لئے والدین اور رعیت کے لئے بادشاہ سایۂ خدا ہیں۔ جو شخص اس سائے میں بیٹھ کر مستفیض ہونا چاہتے ہیں۔ انہیں چاہیئے۔ کہ اس کی توقیر و منزلت میں کوتاہی نہ کریں ورنہ خدا کی بارگاہ میں جواب دہ ہونگے ÷ (موئلف)

مشقی مضامین

مفصلۂ ذیل مضامین پر جن کی سرخیاں دی ہوئی ہیں مضمون لکھو :-

۱- دریا

۱- دریاؤں کے فائدے - مثلاً بارش کے پانی کو بہا کر لے جاتے ہیں - لوگ ان کا پانی پیتے ہیں - کھیتوں کی آبپاشی ان سے ہوتی ہے - تجارت کا ذریعہ ہیں +

۲- موسم بہار اور گرمی میں ان کا دلفریب نظارہ +

۳- موسم برسات میں ان کی غضبناک اور تباہ کن حالت +

۲- تیرنا

۱- تیرنے کے فائدے اور اس کی ضرورت +

۲- تیرنا آسانی سے سیکھ سکتے ہیں - تیرنے کے طریق کی مفصل کیفیت +

۳- بعض مشہور تیرنے والوں کے حالات +

۴- اہل روما تیرنے کی ریاضت کو بہت پسند کرتے تھے +

۳- تار

۱- تار کے فائدے +

۲- تار اور اس کی مشینیں اور ان کا طریق عمل +

۳- خانگی معاملات میں تار بہت مدد دیتا ہے +

۴ - لڑائی اور امور سیاسی کے لئے تار کی ضرورت ÷
۵ - تار سے دور دراز ممالک کی خبریں آناً فاناً معلوم ہو جاتی ہیں ÷

۴ - سانپ

۱ - سانپ کی ساخت اُس کے دانت - زہر کی تھیلی اور زہریلی کچلیوں کا بیان ÷
۲ - سانپ کے کاٹے کی موت کا بیان ÷
۳ - سانپ اپنے شکار کو پورا کا پورا نگل جاتا ہے ÷
۴ - سانپ کی ہوشیاری - کینہ توزی اور غضبناکی ÷
۵ - کوئی مشہور نقل یا کہانی ÷

۵ - سکول کا حال جس میں تم تعلیم پاتے ہو

۱ - سکول کس کی طرف سے قائم ہے ÷
۲ - محلِ وقوع ÷
۳ - عملہ ÷
۴ - سکول کا مکان اور احاطہ ÷
۵ - وہ مضامین جن میں تعلیم دی جاتی ہے ÷
۶ - سالانہ نتائج ÷

۶ - تھیئٹر

۱ - باعث تفریح اور تماشہ ÷
۲ - عمدہ تھیئٹر سے طبیعت نیکی کی طرف مائل ہوتی ہے اور توہمات اور تعصبات دل سے دور ہوتے ہیں ÷
۳ - موجودہ زمانے کے تھیئٹر اخلاق کو خراب کرتے ہیں

اور طبیعتوں کو برائی کی طرف مائل کرتے ہیں ؛

۷ - شیر

۱ - عادات - قوت - جسامت ؛
۲ - شکل و شباہت ؛
۳ - جس طریق سے شکار کرتا ہے ؛
۴ - پالتو شیر - کس طرح انہیں کھلاتے پلاتے ہیں اور کس طرح انہیں قابو میں رکھتے ہیں ؛
۵ - شیر تیر سکتا ہے ؛
۶ - شیر کا شکار ؛
۷ - کوئی نقل یا کہانی ؛

۸ - مدرسے کی تعطیل اور اس کا استعمال

۱ - تعطیل کا اصل مقصد ؛
۲ - بعض لوگ تعطیل کا استعمال بھی ایسا کرتے ہیں - جیسا کام کے دنوں کا - یہ برا استعمال قابل اعتراض ہے ؛
۳ - خالی وقت کو استعمال کرنے کا بہترین طریق - مطالعہ کتب جو دماغ کو گراں نہ گزرے - نتیجہ خیز سفر اور مشہور مقامات کو بنظر تعمق دیکھنا ؛
۴ - کھیل اور دل بہلانے والے سامان - یہ چیزیں اعتدال سے نہ بڑھنی چاہئیں ؛

۹ - ڈاک

۱ - خطوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجنے کا پرانا طریق ؛
۲ - موجودہ طریق آسان ارزاں اور وقت بچانے والا ؛

۳- محکمۂ ڈاک کی مختلف شاخیں - منی آرڈر - سیونگ بنک - رجسٹری اور اور محکمے +
۴- رعایا اور گورنمنٹ دونو کے لئے مفید +

۱۰- پابندئ وقت

۱- پابندئ وقت سے کیا مراد ہے ؟
۲- اعلےٰ درجے کی اخلاقی صفت - کام کرنے کا طریق اور خود ضبطی +
۳- ایسی مثالیں جن سے یہ ظاہر ہو کر وقت کی پابندی نہ کرنے سے سخت نقصان عائد ہوتے ہیں +
۴- جو شخص وقت کا پابند ہوتا ہے - وہ کمی وقت کی کبھی شکایت نہیں کرتا +
۵- وقت کی پابندی خوش خلقی کا نشان ہے - اور دوسرے شخصوں کو تکلیف اور زحمت سے بچاتی ہے +

۱۱- راستی

۱- راستی کی دو قسمیں - صدق مقال اور صدق افعال +
۲- راستی ہمیشہ قائم رہنے والی چیز ہے +
۳- ایک جھوٹ دس جھوٹ اور بلواتا ہے +
۴- کوئی مجلس یا سوسائٹی بغیر راستبازی کے قائم نہیں رہ سکتی +
۵- سچائی آدمی کو مضبوط رکھتی ہے - اور تمام نیکیوں کی بیخ و بنیاد ہے +
۶- جھوٹے آدمی پر کسی کو بھروسہ نہیں ہوتا +

۷- راستبازی کی کوئی مثال *

۱۲- موت

۱- موت عجیب راز مخفی ہے *
۲- موت قانون فطرت کا لازمہ ہے - تمام چیزوں کو فنا ہے *
۳- ہم اپنی زندگی میں سب چیزوں کو فانی سمجھتے ہیں- مگر خود اپنے آپ کو فانی نہیں سمجھتے - کیسا غفلت کا پردہ ہماری آنکھوں پر چھایا ہوا ہے *
۴- جو شخص موت کو سر پر کھڑی دیکھیگا وہ ہمیشہ افعال نیک کی طرف مائل ہوگا *
۵- تمام زندگی کو موت کی تیاری میں بسر کرنا چاہئے *

۱۳- تحصیل علم

۱- علم اور دولت کا مقابلہ *
۲- کتابیں آدمی کے لئے سب سے بہتر دوست *
۳- تحصیل علم کا شوق شروع عمر سے، دل میں پیدا ہونا چاہئے *
۴- کتاب کے کیڑے نہ بنو *
۵- خراب کتابیں بُرے دشمن سے بھی خراب ہیں *

۱۴- انسان کے اخلاق پر عمدہ مثال کا اثر

۱- عمدہ مثال پند و نصائح کے ہزار دفتروں سے بہتر ہے- عمدہ مثال کا اثر آنکھ کے ذریعے دل پر جاگزین

ہوتا ہے۔ پند و نصائح آدمی کانوں سے سنتا ہے۔ اور وہ زیادہ مؤثر نہیں ہوتے +

۲۔ عمدہ مثال اخلاقی اصول عملی طور پر ثابت کرکے دکھاتی ہے اور جو اخلاقی مسئلہ پیش کرتی ہے۔ اس کا یقین دلا دیتی ہے +

۳۔ عمدہ مثال کے پُر زور اثر کی تشریح تاریخ اور برگزیدہ اشخاص کے سوانح سے +

۴۔ لڑکا باپ کی تقلید کرتا ہے۔ دس برگزیدہ اشخاص قوم کی قوم کو تباہی اور بربادی سے بچاتے ہیں +

۵۔ برگزیدہ اشخاص کی سوانح کو پڑھنا بھی فائدے سے خالی نہیں +

۱۵۔ وقت کی قدر

۱۔ وقت دولت ہے +

۲۔ وقت ہماری زندگی ہے +

۳۔ جو وقت ہمارے قبضے میں ہے وہ بہت تھوڑا ہے۔ پس اُس کا بہترین استعمال ہم پر واجب ہے +

۴۔ بچپن اور جوانی کا وقت خصوصاً زیادہ قیمتی ہے +

۵۔ وقت کے عمدہ استعمال سے جو اخلاقی فائدے حاصل ہوتے ہیں +

۱۶۔ صحت

۱۔ ہندوستان کے لوگ یورپ کی اقوام کے مقابلے میں اپنی صحت کی چنداں پروا نہیں کرتے +

۲۔ اصول صحت کی پابندی نہ کرنے کے بُرے نتائج +

۳ - تندرستی ہزار نعمت ہے ÷
۴ - اصول صحت کا پابند نہ ہونا تعلیم کی کمی پر دلالت کرتا ہے ÷
۵ - صحت کا اثر قوائے دماغی اور اخلاقی پر ہونا ہے ÷

۱۷ - قناعت

۱ - قانع آدمی ہمیشہ خوش رہتا ہے ÷
۲ - قناعت حاصل کرنے کے طریقے :-
(ا) اس بات کو یاد رکھنا کہ جو کچھ ہمیں خدا نے دیا ہے وہ ہماری ضرورتوں سے زیادہ ہے ÷
(ب) اس بات کو یاد رکھنا کہ ہماری موجودہ حالت بہت بہتر حالت ہے - ممکن تھا - کہ اس سے بھی بدتر حالت ہوتی ÷
(ج) مذہب ÷
(د) اس بات کا تصوّر کہ زندگی کا زمانہ بہت کم ہے - جو رنج و تکلیف اس دنیا میں ہے وہ جلد گذر جائیگی ÷
۳ - قناعت کے یہ معنی نہیں کہ آدمی سست و کاہل بن جائے اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے ÷

۱۸ - ہاتھی

۱ - صورت و شکل وغیرہ ÷
۲ - عادات ÷
۳ - ہاتھی وحشیانہ حالت میں ÷

۴ - ہاتھی پالتو ہونے کی حالت میں ÷
۵ - ہاتھی پکڑنے کی ترکیب ÷
۶ - ہاتھی کی عقلمندی کی کوئی کہانی ÷

۱۹ - چاول اور اس کی کاشت

۱ - چاول کی مشہور قسمیں - کب بوتے ہیں - کب کاٹتے ہیں ÷
۲ - کاشت کا طریق :- کھاد ڈالنا - ہل چلانا - بونا - نلائی کرنا - پود لگانا وغیرہ ÷
۳ - قدرتی آفتیں - جو اس کے نشو و نما اور بالیدگی کو روکتی ہیں ÷
۴ - فصل کاٹنے کے بعد کی کارروائی ÷

۲۰ - اکبر کی سلطنت

۱ - شروع شروع کا زمانہ جنگی فتوحات میں گذرا ÷
۲ - استحکام سلطنت اور امن خلائق ÷
۳ - اکبر کی سلطنت کا بھید ÷
۴ - اکبر کی کوشش سلطنت کی اصلاح کے بارے میں ÷
۵ - بے تعصبی ÷



جوابِ مضمون امتحانِ مڈل

پنجاب

سنہ ۱۸۶۹ء - ایک چھاتی کا حال مفصل لکھو - یعنی یہ تحریر کرو - کہ گیہوں کا بیج بونے کے دن سے روٹی پکا کر کھانے کے لائق بنانے تک کیا محنت اور تردد کرنا پڑتا ہے ❖

سنہ ۱۸۷۰ء - تعلیم بدنی کے فوائد مفصل بیان کرو ❖

سنہ ۱۸۷۱ء - بیان کرو - تاریخ پڑھنے سے کیا کیا فائدے حاصل ہوتے ہیں ❖

سنہ ۱۸۷۲ء - مفصل بیان کرو - کہ مختلف ملکوں کی سیر کرنے سے انسان کو کیا کیا فائدے پہنچتے ہیں ❖

سنہ ۱۸۷۳ء - مدرسے میں ہر روز اور عین وقت پر حاضر ہونے کے فائدے لکھو ❖

سنہ ۱۸۷۴ء - اپنے ہر روز کے سبق کو محنت سے یاد کرنے کے فوائد لکھو - اور اس میں اپنے استادوں اور بزرگوں اور ممتحنوں کی خوشی اور اپنی اصلی استعداد اور کامیابی کے حاصل ہونے کا حال لکھو ❖

سنہ ۱۸۷۵ء - علم تاریخ کے پڑھنے کے فوائد بیان کرو - اور جغرافیہ جو اس کے ساتھ پڑھایا جاوے - تو علم تاریخ کو اس سے کیا مدد ملتی ہے ❖

۱۸۷۶ء - جو علوم کہ مڈل میں پڑھائے جاتے ہیں - ہر ایک کے فوائد لکھو - اور بدلائل بتاؤ - کہ تمہاری رائے میں کون کون سے علوم اوروں پر فوقیت رکھتے ہیں +

۱۸۷۷ء - میں امتحان نہیں ہوا +

۱۸۷۸ء - ملکوں کی سیر سے مسافر کو کیا کیا فائدے ہوتے ہیں - اور تکلیفیں کس طرح کی برداشت کرنی پڑتی ہیں؟ تمہارے نزدیک جو فائدے اور تکلیفیں ہیں اُن کو عمدہ عبارت میں بیان کرو +

۱۸۷۹ء - تم کو جو رومن حروف میں عبارت لکھائی جاتی ہے - بتلاؤ کہ اس میں کیا فائدے اور کیا کیا نقصان ہیں؟ چھوٹے چھوٹے فقرے بنا کر اور نمبر لگا کر فائدے علیحدہ اور نقصان علیحدہ خوشخط اور عمدہ عبارت میں لکھو + تاکید - مضمون تین صفحے سے زیادہ نہ ہو +

۱۸۸۰ء - انگریزی عملداری کے فوائد لکھو +

اوّل - لکھو - کہ سرکار انگریزی کے آنے سے پیشتر ہندوستان کی کیا حالت تھی؟ مرہٹوں کی لوٹ مار - نادر شاہ ابدالی کے حملوں کا مختصر حال بیان کرو - پھر ہندوستان کی موجودہ حالت کا ذکر کرو - کیسا امن ہے؟ اس سے کیا فائدے ہیں +

دوم - بیان کرو - کہ سرکار انگریزی ہندوستان کے لوگوں کے مذہب میں دست اندازی کرتی ہے یا نہیں - بعض بعض پہلے بادشاہوں کا اس بارے میں کیا برتاؤ رہا ہے +

سوم - بیان کرو - کہ اب راستے کیسے ہیں - سفر میں اب زیادہ دقت ہوتی ہے یا پہلے ہوتی تھی +

چہارم - ڈاک خانے کے انتظام کا ذکر کرو +

پنجم - تعلیم کا ذکر کرو +

سنہ ۱۸۸۱ء - فن چھاپہ خانے پر مسودہ لکھو +

دنیا سے جہالت دور کرنے کی وجہ بیان کرو - یہ علم سے دور ہوتی ہے - اور علم پھیلانے کا بڑا وسیلہ کتابیں ہیں ان باتوں کا ذکر کرکے بیان کرو - کہ پرانے زمانے میں کتابیں تیار کرنے کے کیا ذریعے تھے؟ اور کیا وہ ذریعے کافی تھے - پرانے زمانے کے تعلیم یافتہ آدمیوں کی تعداد پر بھی غور کرو - پھر دیکھو - کہ کتابیں کس قدر اور کیسی سستی ہیں؟ یہ کس فن کی برکت ہے؟ اخباروں کا نکلنا بھی چھاپے پر منحصر ہے - آخر میں بیان کرو - کہ اس فن کی بدولت کیسی روشنی پھیلی ہے +

تنبیہ - مضمون دو صفحوں سے زیادہ نہ ہو +

سنہ ۱۸۸۲ء - ریل گاڑی کے جاری ہونے سے ہندوستان پر کیا کیا اثر پہنچے ہیں +

اول - تجارت پر کیا اثر ہوا +

دوم - اہل ہند کے عادات و اطوار پر کیا اثر ہوا؟

سوم - قحط کے وقت کیا کام دیتی ہے؟

تنبیہ - مضمون تین صفحے کے اندر رہے +

سنہ ۱۸۸۳ء - موسم بہار پر مضمون لکھو - اور بتاؤ کہ وہ کن کن

مہینوں میں ہوتی ہے؟ زمین پر رونق اور انسان کی طبیعتوں میں سیر و سیاحت کی اُمنگ کیوں پیدا ہو جاتی ہے - پرند ہر طرف خوش پھرتے ہیں - نباتات کا کیا رنگ ڈھنگ ہوتا ہے +

۱۸۸۴ع - تم تحصیل علم میں مصروف ہو اور روز مرّہ کا سبق یاد کرنے اور امتحان کے لئے تیار ہونے میں تم کو بہت فکر اور تردّد کرنا پڑتا ہے - اور اس کے باعث تم کو تکان اور کمزوری معلوم ہوتی ہے - پس بتاؤ کہ ایسا کیا انتظام کرنا چاہیئے - کہ تم علم بھی حاصل کرتے رہو - اور تمہاری بدنی صحت میں بھی فرق نہ آئے اس مضمون کے لکھنے میں علاوہ اور باتوں کے امور مفصّلۂ ذیل کا ضرور ذکر آوے :-

اول - وقت کی پابندی کے ساتھ ہر ایک کام کا کرنا +
دوم - ورزش کے لئے ضرور کوئی وقت مقرر کرنا +
سوم - مکانِ مطالعہ اور غذا ٹھیک رکھنا +

۱۸۸۵ع - اپنے والد کو خط لکھو - اور جو امتحان دے رہے ہو اس کا حال اس میں درج کرو +

اوّل - اس - امتحان میں تم کو پاس ہونے کی نسبت کیا کیا خیالات پیدا ہوتے ہیں +
دوم - پاس ہونے کے بعد کیا ارادہ ہے +

۱۸۸۶ع - بھائی کے نام ایک خط لکھو - کہ امتحان جو تم دے رہے ہو - اس میں تم کو کامیابی کی کیسی امید ہے -

۱۸۸۷ء - بچوں کو زیور پہنانے کے فائدے یا نقصان بیان کرو +

۱۸۸۸ء - وائسرائے کا ریل سے اُترنا - حکام اور رؤسا وغیرہ کا اسٹیشن پر حاضر ہونا - اور حضور ممدوح کی سواری کا فرودگاہ پر جانا - سلیس اُردو میں خوش اسلوبی سے بیان کرو +

۱۸۸۹ء - تم مدرسے سے نکل کر نوکری کروگے؟ یا کچھ اور کام کروگے؟ پیشہ وری یا سوداگری میں کیا کچھ بُرائی سمجھتے ہو - تفصیل سے بیان کرو +

۱۸۹۰ء - جاڑے کا حال لکھو - اس کی آمد سے جانوروں پر درختوں پر اور زمین پر کیا اثر ہوتا ہے - امیر اور متوسط درجے کے لوگ سامان میسّر ہونے کے سبب اس کو کس طرح بسر کرتے ہیں - غریب غربا بے سامانی کی وجہ سے اس موسم کو کس طرح کاٹتے ہیں +

۱۸۹۱ء - شراب خوری پر ایک جواب مضمون لکھو - شراب خور آدمی اس دنیا میں کیسے ذلیل اور خوار رہتے ہیں؟ اور شراب خوری سے انسان کے بدنی اور اخلاقی قوے پر کیا اثر ہوتا ہے - اور کیا کیا بُرے نتائج ظہور میں آتے ہیں +

۱۸۹۲ء - صحت بدنی پر ایک جواب مضمون لکھو اور اس میں مندرجۂ ذیل باتوں کا ذکر کرو :-

اوّل - صحت بدنی کا خیال رکھنا انسان کا مقدم فرض

کیوں ہے ؟
دوم - صحت بدنی قائم رکھنے کے لئے کن امور کا لحاظ ضروری ہے ؟
سوم - مختلف قسم کی ورزشیں کیا ہیں - اور ورزش سے کیا فائدے متصور ہیں ؟
تنبیہ - یہ مضمون چار صفحوں سے زیادہ نہ ہو ❊

سنہ ۱۸۹۳ء - پابندیٔ وقت پر ایک مضمون لکھو - اور اس میں ان باتوں کا ذکر کرو ❊
(ا) وقت بڑا بیش قیمت ہوتا ہے ❊
(ب) وقت پر کام نہ کرنے سے بڑے بڑے نقصان عائد ہوتے ہیں ❊

سنہ ۱۸۹۴ء - تحصیل علم پر ایک مضمون لکھو - اور اس میں ان باتوں کا ذکر کرو :-
(ا) علم ایک لازوال اور بیش بہا دولت ہے - اور یہ محنت و مشقت سے حاصل ہو سکتی ہے ❊
(ب) عالم شخص کی ہر جگہ قدر و منزلت ہوتی ہے - اور جاہل ہمیشہ ذلیل و خوار رہتا ہے ❊

سنہ ۱۸۹۵ء - مطالعہ پر ایک مضمون لکھو - اس میں ان باتوں کا ذکر کرو - مطالعہ کے فائدے - مطالعہ سے دل بہلتا ہے - گھر بیٹھے دنیا کی سیر ہو جاتی ہے - باکمال لوگوں کی باتیں سننے میں آتی ہیں - عقل بڑھتی ہے ❊

سنہ ۱۸۹۶ء - اپنے دوست کو ایک چٹھی لکھو - کہ امتحان مڈل

پاس کرے - نوکری کی تلاش نہ کرے - بلکہ دُکان داری کرے - اور اس میں ان باتوں کا خاص کر ذکر کرے - نوکری آج کل مشکل سے ملتی ہے - نوکر کو نہ اتنی آزادی ہی ہوتی ہے اور نہ اتنی آمدنی ہوتی ہے - جتنی دکاندار کو - نوکر ہر وقت خطاوار اور ترساں رہتا ہے - دکاندار نہیں +

سنہ ۱۸۹۷ع - اپنے وطن کے کسی میلے کا بیان لکھو - اور اس میں مندرجہ ذیل باتوں کا خاص کر ذکر کرو - مقام کا نظارہ - خلقت کی کیفیت - سیر و تماشے کا ذکر - خرید و فروخت کیسی ہوتی ہے +

نوٹ - مضمون تین صفحوں سے زیادہ نہ ہو +

سنہ ۱۸۹۸ع - اپنے والد کے نام ایک خط لکھو - جس میں ذیل کے مضامین بخوبی مفصل آ جائیں :-

اوّل - ترقیٔ تعلیم اور امتحان مڈل میں شامل ہونے کا بیان +

دوم - اپنے کلاس فیلوز کی خوش خلقی اور حسن معاشرت کا ذکر +

سوم - اپنے استادوں کی شفقت اور مہربانی کا اظہار +

سنہ ۱۸۹۹ع - جس شہر یا قصبے میں تم رہتے ہو - اس کا حال لکھو اور مندرجۂ ذیل چار چیزوں کا تذکرہ کرو :-

اول - صفائی کا انتظام +

دوم - آمد و رفت کے ذریعے +

سوم - تعلیم کا چرچا +

چہارم۔ دیکھنے کے قابل مشہور چیزیں ٭

سنہ ۱۹۰۰ء۔ تجارت پر ایک جواب مضمون لکھو۔ اور اس میں ذیل کی باتوں کا ذکر کرو:۔

اول۔ تجارت کے فائدے ٭

دوم۔ تجارت کے وسائل یعنی وہ چیزیں جو تجارت کے لئے ہونی ضرور ہیں ٭

سنہ ۱۹۰۱ء۔ چھوٹے بچوں کو زیور پہنانے کے نقصانوں کو ایک صاف اور سلیس عبارت میں بیان کرو ٭

سنہ ۱۹۰۲ء۔ موسم برسات کی کیفیت سلیس اُردو میں لکھو۔ جس میں بادلوں کے گرجنے۔ بجلیوں کے چمکنے۔ بارش کے برسنے۔ جنگلوں اور میدانوں کے سرسبز و شاداب ہونے۔ سیلابوں کی روانی اور دریاؤں کی طغیانی کا دلچسپ سماں دکھاؤ ٭

سنہ ۱۹۰۳ء۔ اعتدال پر ایک مضمون لکھو۔ اور اس میں مندرجۂ ذیل باتوں کا تشریح کے ساتھ ذکر کرو:۔

اول۔ اعتدال سے کیا مراد ہے؟

دوم۔ اعتدال کن کن باتوں میں ضروری ہے اور کیوں؟

سوم۔ اعتدال نہ رکھنے سے کیا کیا نقصان پیدا ہوتے ہیں ٭

سنہ ۱۹۰۴ء۔ اپنے والد صاحب کے نام ایک خط لکھو اور اُس میں مختصر طور پر بیان کرو۔ کہ تمہیں مدرسے کی تعلیم۔ استادوں کے عمدہ برتاؤ اور ہم جماعت طلبا

کے ساتھ رہنے سہنے سے کیا فائدے حاصل ہوتے ہیں +

سنہ ۱۹۰۵ء۔ تعلیم جسمانی کے فوائد بیان کرو۔ مدرسوں میں تعلیم جسمانی کا ہونا کیوں اور کس قدر ضروری ہے +

سنہ ۱۹۰۶ء } پرچے دستیاب نہیں ہوئے +
سنہ ۱۹۰۷ء }

سنہ ۱۹۰۸ء۔ اطاعت سے کیا مراد ہے۔ صاف صاف طور پر دلائل دیکر بیان کرو۔ کہ والدین۔ استادوں اور حکام وقت کی اطاعت کرنا ہمارا فرض ہے +

سنہ ۱۹۰۹ء۔ خیرات پر ایک مختصر مضمون لکھو۔ جو تین صفحوں سے زیادہ نہ ہو۔ اور اُس میں مندرجۂ ذیل باتوں کا ذکر ہو:—

(ا) خیرات کرنے میں کن کن باتوں کو مدِ نظر رکھنا چاہئے +

(ب) ہمارے ملک کے لوگ خیرات کرنے میں کیا کیا غلطیاں کرتے ہیں +

(ج) سچی خیرات سے ملک کو کیا کیا فائدے حاصل ہو سکتے ہیں +

سنہ ۱۹۱۰ء۔ موسمی بخار پر مضمون لکھو اور بتاؤ کہ اس کے بڑے بڑے اسباب کیا ہیں؟ اس کا عام اثر اس صوبے پر کیا ہوتا ہے۔ گورنمنٹ اس کے انسداد کے لئے کیا کچھ کر رہی ہے۔ اور لوگوں کو کیا کرنا چاہئے +

سنہ ۱۹۱۱ء۔ سلطنتِ برطانیہ کے عہد با برکات پر مضمون لکھو۔

اور بتاؤ کہ تعلیم۔ وسائل سفر۔ ذرائع خبر رسانی۔ انسداد قحط و بیماری اور آزادئے مذاہب کے لحاظ سے یہ سلطنت گزشتہ سلطنتوں سے کس طرح ممتاز ہے۔ اور ان برکات کے عوض میں رعایائے برطانیہ کے کیا فرائض ہیں ؟

سنہ ۱۹۱۲ع۔ جاڑے کے موسم پر مضمون لکھو۔ جس میں مندرجۂ ذیل امور درج ہوں :-

موسمی علامات اور خصوصیات۔ درختوں اور جانوروں پر جاڑے کا اثر۔ اعلےٰ اور اوسط درجے کے لوگ جنہیں ضروری سامان میسّر ہے۔ اسے کیونکر بسر کرتے ہیں۔ اور غریب غربا بے سر و سامانی کی وجہ سے اُسے کس طرح کاٹتے ہیں؟ تمہاری رائے میں گرمی بہتر ہے یا جاڑا ؟

سنہ ۱۹۱۳ع۔ روپے کے صحیح استعمال پر مضمون لکھو۔ جس میں مندرجۂ ذیل امور درج ہوں :-

(۱) روپے سے نیک اور بد دونو کام ہو سکتے ہیں ؟

(۲) روپے کمانے کے جائز ذرائع ؟

(۳) ایک فضول خرچ دولتمند کی مثال ؟

(۴) صحیح اور مناسب خیرات کے ذرائع ؟

فہرست کتب مؤلفۂ مولوی عبداللہ خاں

راقم کی تصنیف کی ہوئی کتابیں طالب علموں اور عام شائقین کے واسطے نہایت مفید ثابت ہوئی ہیں۔ جناب ڈائرکٹر صاحب بہادر سررشتۂ تعلیم پنجاب نے سلسلۂ حساب کی کتابوں اور نیز گلدستۂ مضامین کو بموجب سرکلر نمبر ۲/۲۰۲ مورخہ ۶ فروری ۱۹۱۱ء ۳ فیس ٹکسٹ بک مقرر کیا ہے۔ کل کتابیں نئی سکیم کے مطابق ہیں جو آج کل رائج ہے۔ ہر ایک کتاب کا نام اور اسکی مختصر کیفیت ذیل میں درج ہے جن صاحبوں کو ازراہ قدردانی منگانی ہوں ایک کارڈ بھیج کر بذریعہ دی پی پارسل خواہ راقم سے یا تاجران کتب سے جن کے نام نامی اس اشتہار کے آخر میں درج ہیں منگالیں۔ زیادہ کتابوں کی خریداری پر معقول کمیشن دیا جاتا ہے جس کا فیصلہ بذریعہ تحریر ہو سکتا ہے۔ گلدستہ مضامین حصہ دوم بھی داخل فہرست سررشتہ تعلیم ہے ۞

نوٹ۔ کتابوں کا آرڈر دینے میں بہت احتیاط کرنی چاہیئے بعض کتابیں صرف ورنیکلر سکولوں کے لئے ہیں اور بعض صرف انگلو ورنیکلر سکولوں کے لئے اور بعض دونوں کے لئے یکساں ہیں۔ سلسلہ حساب نمبر ۱ سے ۴ تک ورنیکلر اور انگلو ورنیکلر سکولوں کے لئے یکساں ہیں۔ نمبر ۵ دونوں قسم کے سکولوں کے لئے یکساں ہے لیکن ورنیکلر سکولوں کے لئے ایک ضمیمہ علاوہ کتاب کے صرف ا/ قیمت پر دیا جاتا ہے۔ نمبر ۶ اور ۷ ورنیکلر اور انگلو ورنیکلر سکولوں کے لئے جدا جدا ہیں ۞

راقم

لاہور مورخہ یکم اپریل ۱۹۱۲ء

عبداللہ خاں
سابق سیکنڈ ماسٹر سنٹرل ماڈل سکول (بیرون موچی دروازہ) لاہور

حساب کی کتابیں اردو میں

۱۔ سلسلۂ حساب نمبر ۱۔ پہلی جماعت کے لئے۔ تصویروں اور مختلف قسم کی شکلوں کے ذریعے ایک سے ۱۰۰ تک گنتی سکھانے کی بے نظیر کتاب ۱۰×۱۰ کے پہاڑے۔ چھوٹے عددوں کی جمع و تفریق بھی درج ہے۔ قیمت ۱/ر محصول ۰/ر ۞

۲۔ سلسلۂ حساب نمبر ۲۔ دوسری جماعت کے لئے۔ قاعدے:۔ (۱) گنتی ۱۰۰۰۰ تک۔ سادی جمع و تفریق۔ پہاڑے ۱۶×۱۶۔ چھوٹی ضرب و تقسیم سادہ جس میں مضروب فیہ یا مقسوم علیہ ۱۶ سے زیادہ نہ ہو $\frac{1}{2}$ و $\frac{1}{4}$ و $1\frac{1}{2}$ و $1\frac{1}{4}$ کا تصور شکلوں و اعداد مقرون کے ذریعے۔ قیمت ۴/ محصول ا/ر ۞

۳۔ سلسلۂ حساب نمبر ۳ تیسری جماعت کے لئے۔ قاعدے:۔

لمبی ضرب و تقسیم سادہ۔ تکسوری پہاڑے ½۱ × ۲۰ و ¼۱ × ۲۰ مع مشقی سوالات۔ دیسی نقدی کے پیمانے۔ تحویل۔ جمع و تفریق مرکب۔ قیمت ۴ر محصول ۱ر

۴۔ سلسلۂ حساب نمبر ۴۔ چوتھی جماعت کے لئے۔ قاعدے:۔ ضرب و تقسیم مرکب۔ وزن لمبائی اور وقت وغیرہ کے پیمانے۔ تحویل۔ اجزائے ضربی۔ اعداد مفرد و مرکب۔ عاد اعظم و ذو اضعاف اقل۔ تکسور عام کے قاعدے (تکسور ملتف و مسلسل کے سوا) تکسوری پہاڑے ½۲ × ۲۰ و ¼۳ × ۲۰ و ¾۳ × ۲۰ مع مشقی سوالات۔ مہاجنی ہندسے (صرف ورنیکلر سکولوں کے لئے) قیمت ۵ر محصول ۱ر

۵۔ سلسلۂ حساب نمبر ۵۔ پانچویں جماعت کے لئے۔ قاعدے۔ تجارت مفرد۔ اکائی کے قاعدے سے سوالوں کے حل کرنے کا طریق۔ سود مفرد۔ مسطحات۔ پھیلاوٹ۔ قیمت ۵ر محصول ۱ر

ضمیمہ۔ صرف ورنیکلر سکولوں کے لئے۔ قاعدے:۔ دیسی طریقہ حساب حساب بہی کھاتہ۔ قیمت ۱ر

۶۔ سلسلۂ حساب نمبر ۶۔ ورنیکلر مڈل سکولوں کی پہلی جماعت کے لئے۔ قاعدے:۔ تجارت مرکب۔ تکسور ملتف و مسلسل۔ تکسور اعشاریہ۔ سود کے سوالوں میں اصل زر شرح اور مدت دریافت کرنا۔ قیمت ۴ر محصول ۱ر

۷۔ سلسلۂ حساب نمبر ۶۔ اینگلو ورنیکلر مڈل سکولوں کی پہلی جماعت کے لئے۔ قاعدے:۔ تکسور ملتف و مسلسل۔ تول ماپ وغیرہ کے انگریزی پیمانے۔ میٹری پیمانے۔ تکسور اعشاریہ۔ اوسط۔ فیصدی۔ سود کے سوالوں میں اصل زر شرح اور مدت دریافت کرنا۔ قیمت ۵ر محصول ۱ر

۸۔ سلسلۂ حساب نمبر ۷۔ ورنیکلر مڈل سکولوں کی دوسری جماعت کے لئے۔ قاعدے:۔ اوسط۔ فیصدی۔ وقت اور کام۔ نفع نقصان۔ تناسب۔ تقسیم بہ اجزائے تناسب۔ جذر۔ قیمت ۵ر محصول ۱ر

۹۔ سلسلۂ حساب نمبر ۷۔ اینگلو ورنیکلر مڈل سکولوں کی دوسری جماعت کے لئے۔ قاعدے:۔ حرفی حساب۔ حرفوں کی قیمت ہندسوں میں۔ مساوات۔ درجۂ اول جس میں صرف صحیح عدد ہوں بغیر عبارتی سوالوں کے۔ تجارت مرکب۔ کام اور وقت۔ نفع نقصان۔ (ا + ب)^{2} کی توضیح شکلوں کے ذریعے۔ تقسیم بہ اجزائے متناسب۔ قیمت ۴ر محصول ۱ر

۱۰۔ سلسلۂ حساب نمبر ۸۔ ورنیکلر مڈل سکولوں کی تیسری جماعت کے لئے۔ قاعدے:۔ مجسمات۔ قیمت نقد و مٹی کاٹنا۔ سود مرکب۔ پچھلے قاعدوں کی مشق۔ قیمت ۸ر محصول ۱ر

۱۱۔ حساب کا پہلا حصہ۔ اس حصے میں چاروں ابتدائی قاعدے مفرد و مرکب نئے طرز پر لکھے ہیں۔ قیمت ۴ر محصول ۱ر

۱۲۔ حساب کے چیدہ سوالات مع حل۔ حساب کے مشکل سے

مشکل سوالوں کو ایسے آسان طریق سے حل کر کے دکھایا ہے کہ جس شخص کو معمولی حساب بھی آتا ہو وہ اس کتاب کو پڑھ کر پورا محاسب بن سکتا ہے اُردو میں ایسی کتاب اس فن میں اب تک نہیں لکھی گئی - قیمت ۵ر محصول ا ر +

نوٹ - مذکورۂ بالا کتابیں پٹواریوں کا امتحان دینے والوں کے لئے بھی نہایت مفید ہیں +

حساب کی کتابیں انگریزی میں

۱۳ - اکسرسائزز ان ارتھمیٹک } یہ کتاب اَنگلو ورنیکلر مڈل انٹرنس ایف اے - ٹریننگ کالج اور امیدواران امتحان مقابلہ و اکسٹرا اسسٹنٹی و رڑکی کالج کے لئے ازحد مفید ہے - قیمت ۸ر محصول ا ر +

۱۴ - اکسرسائزز ان منسوریشن } یہ کتاب امیدواران امتحان مڈل و انٹرنس و رڑکی کالج کے لئے نہایت مفید ہے - قیمت ۶ر محصول ا ر +

۱۵ - ڈیفینیشنز آف ارتھمیٹک } یہ کتاب مڈل و انٹرنس کے لئے مفید ہے - قیمت ۲ر محصول ر +

۱۶ - فارمولی ان منسوریشن } یہ کتاب بھی مڈل اور انٹرنس کے طلبا کے لئے نہایت مفید ہے - مساحت کے تمام قاعدوں کو ایک جگہ نہایت مختصر طریق سے جمع کیا ہے - قیمت ا ر +

اُردو کی کتابیں

۱۷ - گلدستۂ مضامین حصۂ اوّل } اپر پرائمری کی پانچویں جماعت کے طلبا کی لیاقت کے لائق بچوں کو تہذیب اور اخلاق سکھانے اور اُن کی عام معلومات بڑھانے کے لئے بے مثل کتاب - نثر اور نظم کے مختلف مضامین کا بے نظیر مجموعہ - اس کتاب کو جناب ڈائرکٹر صاحب بہادر پنجاب نے پرائمری کی پانچویں جماعت کے لئے اُردو کی ساتویں اور آٹھویں کے مقابلے میں ٹکسٹ بک مقرر فرمایا تھا - قیمت ۴ر محصول ا ر +

۱۸- گلدستۂ مضامین حصّہ دوم } مڈل سکول کے طلبا کے لئے بے نظیر کتاب - اس کے شروع میں
مضمون نویسی کے قواعد پر ایک تمہید نہایت بسط و شرح سے لکھی گئی ہے - طلبا کو
مضمون نویسی سکھانے ان کی عام لیاقت بڑھانے اور ان کے دلوں میں اخلاقی جوہر
پیدا کرنے کے لئے اس سے بہتر کتاب دستیاب ہونی مشکل ہے - یہ کتاب بھی داخل
فہرست سررشتۂ تعلیم ہے - قیمت ۶ر محصول ار

۱۹- گلدستۂ مضامین حصّہ سوم - انٹرنس کے طلبا کے لئے نایاب اور چیدہ
چیدہ مضامین کا مجموعہ - قیمت ۶ر محصول ار

۲۰- حکایات عجیب - بچّوں کے لئے نہایت دلچسپ کہانیاں اور قصّے اس
کتاب کو پڑھکر خود بخود ہنسی آتی ہے اور سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ تمام کتاب میں کوئی
لفظ یا فقرہ ایسا نہیں جو خلاف تہذیب ہو - قیمت ۴ر محصول ار

۲۱- فرہنگ حکایات عجیب بزبان انگریزی - حکایات عجیب کا ترجمہ
انگریزی میں کرنے کے لئے نہایت مفید فرہنگ - قیمت ۲ر محصول ۰ر

۲۲- فرہنگ حکایات عجیب بزبان فارسی - حکایات عجیب کا ترجمہ فارسی
میں کرنے کے لئے نہایت مفید فرہنگ - قیمت ۱۰ر محصول ۰ر

۲۳- عجیب و غریب لطیفے حصّہ اوّل - یہ کتاب اسم بامسمّٰی ہے خوبی دیکھنے
پر منحصر ہے - قیمت ار محصول ۰ر

۲۴- عجیب و غریب لطیفے حصّہ دوم - اس کتاب میں علما و فضلا و شعرا
کے چٹکلے اور لطیفے درج ہیں - تفریح طبع کا نایاب نسخہ ہے - کتاب ہذا چھپ گئی ہے
قیمت ۳ر محصول ار

۲۵- کارواں - الف لیلہ کی طرز کے نہایت دلچسپ اور دلاویز قصّے جو کسی زمانے میں عربی
زبان میں لکھے گئے تھے اور اب پہلی مرتبہ اُردو میں شائع کئے جاتے ہیں - قیمت ۶ر محصول ار

۲۶- شیخ اسکندریہ اور اُسکے غلام - یہ کتاب بھی مثل کارواں کے ہے -
قیمت ۵ر محصول ار

۲۷- ایران اور اُس کے باشندے - اس کتاب میں ایران اور وہاں کے
باشندوں کے نہایت دلچسپ حالات درج ہیں - مع تصاویر و نقشۂ ایران مجلد قیمت ا محصو

۲۸- چین اور اُس کے باشندے - اس کتاب میں چین اور وہاں کے
باشندوں کے نہایت دلچسپ حالات درج ہیں (زیر طبع)

۲۹- مشاہیر عالم - (حصّہ اول طبقۂ حکما) اس کتاب میں دُنیا کے مشہور و معروف
اشخاص کے نہایت دلچسپ حالات درج ہیں - تعداد صفحہ ۲۵۰ - تقطیع کلاں - قیمت ۱۲ر

ایجنٹ جن کے پاس سے مذکورۂ بالا کتابیں مل سکتی ہیں۔

لاہور۔ مولوی عبداللہ سابق سیکنڈ ماسٹر سنٹرل
ماڈل سکول و منیجر برکت ایجنسی موچی دروازہ لاہور
حاجی چراغ الدین سراج الدین۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز
لالہ عطر چند کپور اینڈ سنز۔ سردار جوت سنگھ سنت سنگھ
منیجر سٹوڈنٹس اون ایجنسی۔ سردار دیا سنگھ اینڈ سنز ❊
امرتسر۔ لالہ دیوی داس اینڈ سنز بازار مائی سیواں ❊
دہلی۔ [illegible] سیرمل بک ڈپو۔ ماسٹر گردھاری لعل
[illegible] دالا [illegible] کارونیشن بک ڈپو شیخ کرم الٰہی نور الٰہی ❊
ہوشیارپور۔ لالہ ہیرا لعل اینڈ سنز۔ لالہ رام
[illegible] دھاری اونہ ضلع ہوشیارپور منشی رحمت علی
[illegible] بک سیلر ٹانڈا ❊
[illegible] لال بھول بازار شیخاں لالہ رینا لچند۔
[illegible] سنت رام بک سیلر۔ لالہ رام لعل ❊
گجرات۔ [illegible] بخش رحیم بخش۔ مہتا موتی رام ت
منیجر موہیال بک ایجنسی کنجاہ گجرات۔ بھولا جلالپور جٹاں ❊
سیالکوٹ۔ منشی بہادر چند اینڈ سنز۔ منشی نواب الدین ❊
پشاور۔ دیوان وزیر سنگھ اینڈ سنز۔ بھجو سنگھ
جیون سنگھ۔ رتن سنگھ سنت سنگھ۔ مولوی باغ دین
ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول۔ حاجی محمد عبد الرحمٰن
ہوتی پشاور۔ رام سرن اینڈ برادرز ❊
لدھیانہ۔ شیخ الٰہ بخش الٰہی بخش لبھو رام رام چند۔
شیخ مولا بخش غلام محمد ❊

لائل پور۔ رنبیر دیو راجا رام ❊
ملتان۔ منشی عطا محمد۔ شمس الدین منور الدین۔
کاظم علی غلام اصغر۔ پیر بخش خدا بخش خدا یار نور احمد ❊
فیروزپور۔ لالہ ٹھاکر داس بک سیلر۔ لالہ موہن چند ❊
پٹیالہ سٹیٹ۔ بابو ہنسا رام پٹیالہ عبد الباری خاں
سراج الدین خاں بسی پٹیالہ۔ لالہ نند لال جینی اینڈ سنز ❊
انبالہ۔ منشی مولا بخش بک سیلر ❊
راولپنڈی۔ بوٹا مل انند۔ قاضی میر احمد شاہ۔
لالہ جوالا پرشاد۔ پنڈت بھاگ مل ایشر داس ❊
گوجرانوالہ۔ لالہ رلا رام۔ پنڈت کالیداس شیو ناتھ ❊
ڈیرہ غازیخاں خدا بخش بک سیلر۔ بھگت پالا نند جلیا ❊
ڈیرہ اسمٰعیلخاں۔ سادھو سنگھ سوا سنگھ ❊
جہلم۔ ملہوترا برادرز۔ سلطان محمود عطا محمد بک سیلر ❊
جموں۔ جے رام داس گیان چند ❊
گورداسپور۔ جیٹھو مل بک سیلر دینا نگر ❊
حیدرآباد دکن۔ محمد عبد اللہ خاں بک سیلر اینڈ پبلشر
منٹگمری۔ جگن ناتھ برادرز عالیشان بک ڈپو کمالیہ ❊
مدراس۔ بی رتیا اینڈ کو ❊
میرٹھ۔ کدار ناتھ اینڈ سنز ❊
آگرہ۔ کبکہ برادرز ❊
میانوالی۔ روپ چند جبا رام محمد لطیف مگراج
محرران مدارس ❊